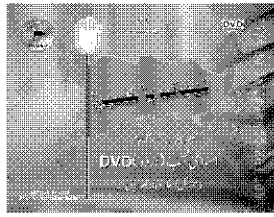


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶  
۹۲-۱۱۰  
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

## اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

[www.sabeelesakina.page.tl](http://www.sabeelesakina.page.tl)

[sabeelesakina@gmail.com](mailto:sabeelesakina@gmail.com)

Presented by [www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

[www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

NOT FOR COMMERCIAL

# ریاض الاحزان

شامِ غریباں سے واپسی مدینہ تک  
کے حالات

مؤلفہ

آقانی سید محمد حسن قزوینی

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ

# ریاض الاحزان

(واقعات شامِ غریباں تا واپسی مدینہ)

مؤلف

آقای سید محمد حسن قزوینی

مترجم

علامہ اشیر جاڑوی

پیش کش

سید محمد شبر عباس

ناشر — ولی العصر پریس رتھ متہ

ضلع جھنگ



دامی حقوق بنام سید محمد شبیر عباس محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ ریاض الاحزان (جلد دوم)  
 مؤلف \_\_\_\_\_ آقای سید محمد حسن قزوینی  
 سن اساعت \_\_\_\_\_ ۱۹۹۰ء بمطابق ۱۴۱۰ ہجری  
 بار اول \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
 مطبع \_\_\_\_\_  
 کتابت \_\_\_\_\_ ندیم اختر  
 ناشر \_\_\_\_\_ ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ  
 ہدیہ \_\_\_\_\_

سٹاکٹ \_\_\_\_\_

افتخار بک ڈپو (بڑا) اسلام پورہ لاہور



# انتساب

میں اس کتاب کو خاتونِ جنت حضرت  
فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی  
خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہوں۔



## عرضِ ناشر

ریاض الاحزان یعنی غموں کے باغ جیسے کتاب کے نام سے ظاہر ہے مصائب کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب کے مولف آقا سید محمد حسن قزوینی قدس سرہ نے کتاب کے اس حصہ میں شام غریباں سے لے کر والی مدینہ تک کے حالات نہایت تفصیل سے قلمبند فرمائے ہیں۔ خاص کر قافلہ اسیران شام کی کربلا سے دمشق تک چالیس منازل کا مکمل ذکر ہے۔ آقا قزوینی سید صدر الدین قزوینی مولف ریاض النعمان کے والد گرامی تھے میری بہت کوشش کے باوجود اس کتاب کا حصہ اول پاکستان، ایران عراق و شام سے ہنوز دستیاب نہیں ہو سکا جب مل گیا انشاء اللہ حاضر خدمت کروں گا میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بوسیلہ چہارہ معصومین میری اس حقیر کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کا جواہر ہوا سے میرے والدین و مرحومین کے درجات بلند ہوں۔

خاکپائے آل محمد

شیر عباس

## سبب تالیف

از آقائی صدر الدین واعظ قزوینی فرزند مؤلف

یوں تو متقل سید الشہداء میں سربہ کتب کی کمی نہ تھی۔ مگر اے تاریخ کے خازن! وہاں پر اب رہا ہو مگر گلی جینی کوئے والے علمائے مذہب حقہ نے اپنی زندگی کی قربانی دے کر مدینہ سے کر بلا کر بلا سے شام اور شام سے واپس مدینہ تک کے چھوٹے بڑے واقعات کو جمع فرمادیا تھا۔

لیکن تشنگان تحقیق اور متلاستیان تدفین کی نہ تو تشنگی میں کہی آتی تھی۔ اور نہ ہی حقوق جستجوئیں کو کوئی فرق آیا تھا۔ کیونکہ ہر مؤلف نے اپنے طور پر صرف انہی واقعات پر اکتفا کر لیا تھا۔ جو انہیں جسے ملے اور جہاں سے مل گئے۔ ان میں نہ تو کسی قسم کی ترتیب تھی۔ اور نہ تسلسل۔

میرے والد محرم نے زیر نظر کتاب میں قریزی کر کے یہ کوشش فرمائی ہے کہ واقعات سید الشہداء کو روانگی مدینہ سے فائدہ آل محمد کی مدینہ واپسی تک ایک ترتیب دی ہے۔ اور روایات کی چھان ٹھیک کر کے واقعات میں تسلسل پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے اگرچہ تاریخ کے صدیوں پر محیط ہفت بڑے جنگل سے واقعات کی تلاش اور انہیں مرتب کرنا ایک مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے۔ پھر اموی اور عباسی دور جن میں آل محمد پر مظالم کی ہر صورت کو آزمایا گیا۔ ایسی آٹھ صدیوں کی گرد دکاتی تہ میں چھپے ہوئے واقعات کو ایک ایک لڑی میں پرونا محال تھا۔ بلکہ آج بھی محال ہے۔ کیونکہ جب قاتل مورخ بن جائے۔

جب ظالم داستان سرا بن جائے تو حقائق کی تکاشش ناممکن ہو جاتی ہے اور اسالوں کی موت کے باوجود بھی کر بلا کا کوئی بھی دائقہ نگاریہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جو کچھ میں نے کچھ دیا ہے حرف بحرف صحیح ہے۔ اور اس کی ترتیب میں سرسوزی نہیں کیونکہ یہ دعویٰ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس نے اموی اور عباس دور کا مکمل مطالعہ کیا ہو اور ان ادوار کے ہر پہلو پر نظر بالذکر رکھنا ہو۔ بایں ہمہ میرے والد مرحوم نے اپنی طرف سے ایک کوشش کی ہے اور میرے خیال میں وہ اپنی کوشش میں کافی حد تک کامیاب سمجھ رہے ہیں۔

ہزار کوشش کے باوجود پھر بھی بعض مقامات ایسے آگئے ہیں جہاں ترتیب دھندلی دھندلی سی نظر آتی ہے۔

جب میں نے ان کا یہ مسودہ دیکھا تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس عظیم تحقیق کو امت مسلمہ کے عظیم ترمغاد کے پیش نظر عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ ایک تو میرے والد محترم کے اجر میں اضافہ ہو۔ صدقہ جاریہ رہ جائے اور دوسرا مصائب آل محمد پڑھنے والوں کے ہاتھوں میں باہر تحقیق کھل جائے۔ اور ان کے لیے اس سلسلہ میں مشکل اگر ختم نہ بھی ہوں تو کم از کم کم ضرور ہو جائیں۔

میری دعا ہے خداوند قدوس بطفیل آل محمد اس تالیف سے قارئین کو مستفید فرمائے اور ہماری اس کوشش کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے۔ آمین

سید صدر الدین قرودینی

ولد سید محمد حسن قرودینی



# فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۹	۱۲	شکرینید کے جانے کے بعد	۹۳
۲	شب عاشور	۱۲	۱۷	سرزمین کوفہ	۱۳۲
۳	فرزندان امیر سلم	۱۷	۱۸	دفن شہداء	۱۳۳
۴	حارث کا انجام	۲۱	۱۹	تفصیل و تدفین امام	۱۴۰
۵	مشکور کی شہادت	۳۷	۲۰	امیران آل محمد کے استقبال کی	
۶	قصہ جمال	۴۰	۲۱	کوفہ میں تیاریاں	۱۵۲
۷	جناب ناطہ صغریٰ کو اطلاع		۲۱	کوفہ میں درود	۱۵۴
۸	شہادت	۵۱	۲۲	دربار کوفہ میں پیشی	۱۶۸
۹	دختر یہودی کو شفا	۵۳	۲۳	شہادت عبداللہ ابن عقیف	۱۸۱
۱۰	مدینہ سے ندائے ہاتف	۵۸	۲۴	مدینہ میں خبر شہادت	۱۸۹
۱۱	سر شیریں تندوریں	۶۰	۲۵	کوفہ میں چند قاتلین حسین	
۱۲	سر مظلوم خانہ شمریں	۶۲		کا انجام	۱۹۵
۱۳	خانہ غولی میں	۶۵	۲۶	کوفہ سے سوئے شام	۲۲۱
۱۴	گیارہ محرم	۶۹	۲۷	مختلف منازل	۲۲۵
۱۵	کربلا میں گیارہ محرم	۷۸	۲۸	واقعہ شیریں	۲۴۰
۱۶	امیران آل محمد ادا شدہ ہائے شہداء	۸۲	۲۹	سرزمین شام	۲۹۰

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۳۰	عداوت فرزند رسول و یزید	۳۸۲	۴۶	آل محمد مدینہ رسول میں	۴۴۷
۳۱	امیران آل محمد شام میں	۴۱۴	۴۷	جناب محمد ابن حنیفہ	۴۶۰
۳۲	سہیل ابن سعد کا واقعہ	۴۲۰	۴۸	جناب رباب	۴۷۲
۳۳	باب الساعات	۴۲۹	۴۹	امام سجاد	۴۷۶
۳۴	یزید کو بشارت	۴۳۱	۵۰	یزید بن عبد اللہ ابن عباس	۴۸۶
۳۵	سرہانے شہداء اور دربار یزید	۴۴۰	۵۱	جناب مختار اور آل محمد	۵۰۵
۳۶	دربار یزید اور سر فرزند رسول	۴۵۱	۵۲	یزید ابن علی	۵۰۶
۳۷	عبدالوہاب نصرانی	۴۶۰	۵۳	یحییٰ ابن یزید	۵۲۱
۳۸	جناب سجاد دربار یزید میں	۴۶۶	۵۴	شہادت محمد و ابراہیم	۵۲۶
۳۹	نبی زادیوں اور دربار یزید	۴۸۰	۵۵	ہارون رشید اور اولاد زہرا	۵۲۹
۴۰	زندگانی شام	۴۸۸	۵۶	شہادت سعید ابن جبیر	۵۳۲
۴۱	سکینہ بنت الحسین	۴۱۸	۵۷	شہادت جناب قنبر	۵۴۳
۴۲	خطیب یزید اور خطیب آل محمد	۴۲۳	۵۸	شہادت جناب کبیل	۵۴۵
۴۳	آل محمد خانہ یزید میں	۴۳۳	۵۹	اولاد زہرا دیواروں میں	۵۴۷
۴۴	رباعی	۴۳۸	۶۰	متوکل اور منیر اشیر	۵۵۰
۴۵	مزرات شہداء پر	۴۴۲	۶۱	محمد تقی کا انجام	۵۵۶

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

[illegible]

ایسا کریم کہ جس کی سخاوت کی انتہا نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسا حکیم کہ اسے کبھی فکر کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسا عالم کہ اسے کبھی نسیان نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسا دانا کہ محتاج ضمیر نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسا مددگار کہ کسی وسید کا محتاج نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسا سلطان کہ کسی وزیر کا ضرورت مند نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسا سمیع جو کسی آلہ کا پابند نہیں۔۔۔۔۔۔ جس کی تعریف سے الفاظ کوتاہ۔ جس کے ادا رک سے طائر عقل و فکر حیران۔

اے اللہ تجھے پیشوائے انبیائے عظام۔۔۔۔۔۔ مقتدائے ائمہ کرام۔۔۔۔۔۔ نبی خاص و عام۔۔۔۔۔۔ سید البشر۔۔۔۔۔۔ شفیع روز محشر۔۔۔۔۔۔ عنوان عہد نامہ وفا۔۔۔۔۔۔ میزبان مہمان خانہ صدقہ صفا۔۔۔۔۔۔ شمع تمام اصفیاء مصور گلشن طریقت۔۔۔۔۔۔ عقدہ کائنات گلستان حقیقت۔۔۔۔۔۔ ثمرہ شجرہ خلت۔۔۔۔۔۔ نور انور دولت مبلغ ملت۔۔۔۔۔۔ لبیل چہستان رسالت۔۔۔۔۔۔ عنایب برستان شجاعت۔۔۔۔۔۔ دروئیائے سخاوت۔۔۔۔۔۔ ناخدا نئے کشتی اوت۔۔۔۔۔۔ ماہ خطر وفا۔۔۔۔۔۔ گوہر درج بطلا۔۔۔۔۔۔ اختر برج طہ۔۔۔۔۔۔ علت غائی ارض و سما۔۔۔۔۔۔ محمد مصطفیٰ۔۔۔۔۔۔ وہ شہنشاہ کبر۔

لومر کا حرف لام جس کے تاج شاہانہ کی رونق ہے۔  
انانتھا کا فتحا پینا کا حرف ف جس کی فتح کی ضمانت ہے۔  
انارسلنا کا حرف الف جس کے علم کا بانس ہے۔  
طہ کا حرف ط جس کی حکومت کا منسور طہارت ہے۔

خلق کا حرف خ جس کی تخلیق پاکیزہ کا شاہد ہے۔  
 یسین کا حرف ی جس کی شمیم غفر نسیم کی تمہید ہے۔  
 سبحان الذی اسری کا حرف س جس کے ایک سفر کی مختصر داستان ہے۔  
 فادحی الی عبیدہ ما اوحی کا حرف ح جس کے محرم راز ہونے کا اشارہ ہے۔  
 جس کی نگاہوں میں دنیا و آخرت، ملک و ملکوت غیب و شہادت اور تمام ممکنات  
 محفوظ ہیں۔ اٹھارہ ہزار عالم کی ہر مخلوق جس کی خدمت کو اپنے  
 لیے طرہ امتیاز سمجھتی ہے کا واسطہ۔  
 اے اللہ تجھے اپنے نبی مصطفیٰ کے خلیفہ اور اس کے گیارہ برحق اولیاء  
 کا واسطہ وہ اکملہ جو روح غیب الغیب کا قالب۔ نقطہ دائرہ مطالب  
 حامیان دین مبین۔ راہروان جادہ یقین۔ بے عیب و  
 معصومین۔ انگشتہ تخلیق کے یا قوت۔ شہبازان آشیانہ  
 وحدت۔ سفیران ملکوت۔ وزراء مملکت جبروت۔  
 میری اس سہمی قلب کو قبول فرما۔





تھے۔ سر میں خاک تھی۔ گریبان چاک تھا۔ آنکھیں بہہ رہی تھیں۔  
میں نے آگے بڑھ کے عرض کیا۔ اللہ آپ کو نہ رلائے آپ کیوں رو  
رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:-

ام سلمہ! کیا تو میری وہ دی ہوئی مٹی بھول گئی ہے؟ میں نے تجھے بتایا تھا  
کہ میرے علی زہرا اور حسن کے بعد اس مٹی کا خیال رکھنا جب یہ مٹی خون بن جائے  
تو تجھ لینا میرا حسین شہید ہو گیا ہے۔ ابھی ابھی میری ظالم امت نے میرے پارہ جگر  
کو بڑے ظلم سے شہید کر دیا ہے۔ میرے سر میں خاک کر بلا ہے میں وہیں سے  
آ رہا ہوں۔

یہ سنکر میں گھبرا گئی اسی عالم پریشانی میں اٹھی۔ دوڑ کر اندر گئی۔ شیشی اٹھائی  
دیکھا تو شیشی سے جیسے خون ابل رہا ہو۔

اس کے بعد جناب ام المومنین ام سلمہ نے شیشی سے خون لیا اپنے چہرہ  
اور سر کو خضاب کیا۔ داممہاد۔ واحسانہ کے بین کرتی ہوئی ہاں سر آئیں۔ صف ماتم  
پچھائی۔ جیسے جیسے ہاشمی مستورات سنتی گئیں جمع ہوتی گئیں۔ پھر غیر ہاشمی مستورات  
نے بھی آنا شروع کر دیا۔ ہر ایک کو بی بی وہ شیشی دکھا دکھا کر بتاتی رہیں کہ  
راکب دوش نبی شہید ہو گیا ہے۔ کئی مستورات نے گریبان چاک کر ڈالے سروں  
میں خاک ڈالی۔ ماتم کرتی ہوئی مزار رسول پر آئیں۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب ہم روضہ رسول پر گئے اور جا کر بوسہ دیا  
تو دیکھا روضہ رسول کرز رہا تھا ہم میں سے کوئی بھی مستورا اپنے قدموں پر سنبھل  
نہ سکتی تھی۔

مفتخ طریق میں یہی واقعہ ذرا مفصل ہے مناسب ہوگا اگر اسے بھی ہر یہ قارئین کو دیا جائے۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ تکرار تو ہوگا۔ لیکن اس واقعہ میں کچھ نئے نکات بھی ہیں۔

جناب ام سلمہ سے منقول ہے کہ ایک دن نبی اکرم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ بستر پر سوتے ہوئے تھے۔ اپنی چشم تصور سے آج بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپ نے اپنا دایاں پاؤں بائیں ٹانگ پر رکھا ہوا ہے۔ کہ اتنے میں حسین آگیا جو اس وقت تین برس اور کئی ماہ کا تھا۔ جب آپ نے شہزادہ کو دیکھا تو فرمایا:-

مرحبا بقرۃ عینی - میری آنکھوں کا نور خوش آمدی

مرحبا بشمۃ فؤادی - میرا پارہ دل مرحبا

شہزادہ آیا آنحضور کے سینہ پر بیٹھ گیا کافی دقت گزر گیا۔ میں گھبرا گئی کہ کہیں آپ تھک نہ گئے ہوں۔

میں نے چاہا کہ شہزادے کو اٹھا لوں۔

آنحضور نے جب میرا ارادہ بھانپا تو مجھے فرمایا رہنے دے ام سلمہ میرا حسین عجب چاہے گا خود اتر جائے گا۔

ام سلمہ سچے معلوم ہونا چاہیے۔ اگر کسی نے میرے حسین کے ایک بال کو تکلیف دی وہ یہ سچے کاس نے میرے پورے وجود کو بتلائے تکلیف ہی کیا ہے۔

چنانچہ میں باہر چلی آئی اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ان کے گریہ کی آواز سنی۔ میں دوڑ کر اندر گئی اور حیران تھی کہ بڑی مسرت

سے آپ شہزادے کو پیار کر رہے تھے اور کیا ہوا ہے کہ آپ گریہ فرمائے لگے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ آپ کی آنکھ میں آنسو نہ دکھائے خیریت تو ہے؟

میں نے قریب جا کر دیکھا تو آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی اسے دیکھ دیکھ کر آپ بے ساختہ روئے جا رہے تھے۔ مجھے فرمایا۔ ام سلمہ کیا تو یہ دیکھ نہیں رہی کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟  
میں نے عرض کیا۔ آقا! یہ کیا ہے اور اس کو دیکھ کر رونے کا کیا سبب ہے؟

آپ نے فرمایا۔

یہ خاک کربلا ہے جو ابھی جبریل مجھے دے گئے ہیں اور اس نے بتایا ہے کہ میرا حسین اسی کربلا میں شہید ہوگا اور یہ مٹی مقتل و مدفن حسینؑ کی ہے۔  
ام سلمہ یہ خاک اپنے پاس محفوظ رکھ لے جب یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا میرا حسین شہید ہو گیا ہے۔

البتہ یہ اس وقت ہوگا جب میں بھی نہ رہوں گا۔ اس کی ماں بھی نہ ہوگی۔ اسکا بابا علیؑ اور بھائی حسنؑ بھی نہیں ہوگا۔

میں نے دو مٹھے لی اسے دیکھا پھر مونگھا مشک کی طرح خوشبو بہک رہی تھی۔ میں نے ایک شیشی میں رکھ لی زمانہ گزر گیا۔ جب فرزند رسولؐ نے دینہ سے تیاری کی اور میں نے پوچھا۔  
بیٹے کہاں جاؤ گے۔

نواسر رسول نے بتایا۔

میں عراق جاؤں گا۔

عراق کا نام سنکر میں لرز گئی۔ مجھے وہ خاک یاد آگئی جو آنحضرتؐ نے دی تھی۔

چنانچہ میں روزانہ اس مٹی کو دیکھنے لگی۔ ایک دن میں نے جب شیش کو دیکھا تو اس میں خون تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حسین شہید ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں یہ دیکھ کر رونے لگی۔ اس دن نہ تو میں نے کھانا کھایا اور نہ ہی میری آنکھ لگی۔ جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو مجھے اوجھ آئی۔ میں نے عالم خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا۔

آپ کا گریبان پاک تھا۔ آنسو ٹپ ٹپ کر رہے تھے۔ بال پریشان تھے اور سر میں خاک پڑی تھی۔ آستینیں چڑھی ہوئی تھیں۔ میں آپ کے چہرہ مبارک سے خاک جھاڑنے لگی۔ اور آپ کے آنسو صاف کرنے لگی۔ اور عرض کیا۔

میری جان قربان ہو۔ آتا!

کیا بات ہے خیریت تیرے یہ مٹی کہاں سے آئی ہے۔ آپ اس قدر بے ساختہ رو کیوں رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

ام سلمہ تو نے مٹی دیکھ لی ہے جو خون بن گئی ہے۔ میں نے تجھے بتایا تھا جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی مجھ لینا میرا حسین اس دن شہید ہو گیا ہے میری



امت نے میرے حسین کو تین دن کا بھوکا اور پیاسہ میدان کربلا میں شہید کر دیا ہے۔ اس وقت میں کربلا سے آ رہا ہوں اپنے حسینؑ اور اس کے اجداد اور اقرباء کی قبریں بناتا رہا ہوں۔

بی بی فراتی ہے میں اس وقت گھبرا گئی۔ میرا دل میرے قابو میں نہ تھا بے ساختہ میری زبان سے وحینہ۔ وائچہ کی فریادیں نکل گئیں۔ جوں جوں مدینہ کی عورتیں میرا نوحہ سنتی گئیں۔ میرے گھر میں جمع ہوتی گئیں۔

ہر ہاشمیہ اور غیر ہاشمیہ مجھ سے پوچھنے لگی۔

ام سلمہ کیا بات ہے

جب میں نے انہیں اپنا خواب بتایا تو تمام مستورات میرے ساتھ نکلے نوحہ دہکا کرنے لگیں۔

ہم تمام مل کر روضہ رسول پر گئیں۔ تمام مستورات مدینہ گواہ ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا روضہ رسول لرز رہا تھا۔ ہم میں سے کوئی مستورا اپنے پاؤں پر سنبھل کر کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔

عصر عاشور کے ان واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیت المقدس مدینہ منورہ اور اطراف کوفہ میں زمین سے خون ابلق دیکھا گیا۔ جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلتا تھا۔

علامہ بہائی نے مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ مسجد کوفہ میں عقیق نما ایک نگینہ ملا جس پر یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے۔

انا در من السماء شرفی میں آسمان کا مرتقی ہوں مجھے  
یوم تزویج والد السبطین والد حسین کی شادی کے دن  
كنت اصفی من اللجین مثل کیا گیا تھا۔ میں چاندی  
صبغتني دماء نحر الحسين سے زیادہ چمک دار تھا لیکن  
قتل شیر کے خون نے میرا  
رنگ بدل ڈالا ہے

علامہ جزائری نے زہرا زینب میں لکھا ہے کہ تھر تھر کھو دستے ہوئے مزدور  
کو ایک چھوٹا سا پتھر ملا ہے۔ جس پر خون نما رنگ میں لکھا ہوا تھا۔

جس دن سے نوامہ رسول شہید  
ہوا ہے۔ اس کا خون پتھروں تک پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔  
شب شام غریباں کے واقعات میں سے ایک واقعہ وہ بھی ہے کہ جو  
طراح ابن عدی نے بیان کیا ہے کہ

میں شہداء کے بلا میں زخموں سے چور پڑا تھا۔ یہ ایسا ہولناک منظر تھا کہ  
کوئی صحت مند بھی اس منظر کو دیکھ کر سو نہیں سکتا تھا۔ میں تو زخمی تھا۔ اس عالم  
میں میں نے بیس سواری دیکھے جو سب کے سب انتہائی غمزہ حالت میں تھے۔ میں یہی  
سمجھا کہ شاید ابن زیاد ہے جو فرزند رسول کے پامال سم اسپاں جسم کو مزید پامال کرنے  
کے لیے پھر آگیا ہے۔

جب یہ لوگ مظلوم کہ بلا کے لاشہ کے قریب آئے تو آکر بیٹھ گئے۔ زخموں سے  
چور لاشہ کو ہمارا دے کر بٹھایا۔ ان میں سے ایک فخرم شخص نے سوئے کفر ہاتھ  
دراڑ کیا میں نے دیکھا تو اس کے ہاتھ پر مظلوم زہرا آگیا۔ اس نے سر کو حم سے

ٹالیا۔ میں نے دیکھا ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے میرا مظلوم امام نہ تو زخمی ہے اور نہ ذبح شدہ۔

پھر اسی شخص نے فرمایا۔

یا ولدی قتلوك

بیٹے ان لوگوں نے تجھے اس ظلم سے شہید کیا ہے۔

اتراہم ما عرقوك

بیٹے کیا ان لوگوں نے تجھے پھپھانا نہیں تھا؟

ومن شرب الماء منعوك

بیٹے ان لوگوں نے تجھے پانی تک نہ پینے دیا؟

ما اسند جراتهم علی اللہ

بیٹے یہ لوگ اللہ کے سامنے کتنے بے باک ہیں۔

پھر اپنے ماتھے والوں سے متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

یا ابی آدم۔ یا ابی اسماعیل۔ یا انخی موسیٰ۔ یا انخی عیسیٰ۔ اما تدرون ما صنعوا

بولدی۔ لا انا لہما اللہ شفاعتی۔

بابا آدم۔ اے بابا اسماعیل۔ اے بھائی موسیٰ۔ اے بھائی عیسیٰ آپ تو

دیکھ رہے کہ میرے بیٹے سے ان لوگوں نے کیا سلوک کیا ہے۔ اللہ انہیں میری شفاعت سے محروم رکھے۔

ان سب نے آمین کہا۔

اور تمام گریہ و زاری کرنے لگے اپنے سر میں خاک کر بلا ڈالنے لگے۔ حتیٰ کہ میں

نے دیکھا تمام روتے روتے غش کر گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ غائب ہو گئے اور

جہم مظلوم بلا سر دیسے ہو گیا جیسے پہلے تھا۔ فرزند ان امیر مسلم  
شب شام غریباں کے واقعات سے جناب مسلم کے دو بچوں کا ابن زیاد  
کی قید میں آنا بھی ہے۔

سبحارہ روضۃ الشہداء امانی اور منتخب میں اس واقعہ میں قدرے اختلاف  
ہے۔ جن چیز میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ۔

بعض مورخین کے نزدیک یہ دونوں شہزادے یوم عاشور اس وقت خیام  
سے سوئے صحرائے کربلا جب خیام میں غارت گری ہوئی اور خیام اہل بیت کو نذر  
آتش کیا گیا۔

صاحب روضۃ الشہداء نے صراحت سے لکھا ہے کہ دونوں شہزادے  
جناب مسلم کے ساتھ آئے تھے دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ دونوں شہزادے  
جناب مسلم کے فرزند تھے یا جناب جعفر طیار کی اولاد سے تھے۔

اس میں تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ دونوں شہزادے خواہ جناب جعفر کی  
اولاد سے تھے یا جناب مسلم کی اولاد سے تھے حضرت علیؑ کے نواسے تھے اگر  
جناب جعفر کی اولاد سے تھے تو پھر جناب زینب کبریٰ کے فرزند تھے۔ اور اگر  
جناب مسلم کے فرزند تھے تو جناب زینب کی زینت آغوش تھے۔

اس میں تمام مورخین متفق ہیں کہ دونوں کا سن سات اور نو برس کا تھا۔  
اس میں بھی مورخین کا اتفاق ہے کہ دونوں کے نام ابراہیم اور محمد تھے  
اس میں بھی اتفاق مورخین ہے کہ دونوں ابن زیاد کی قید میں ایک  
برس رہے۔

اس پر بھی مورخین متفق ہیں کہ داروغہ زندان کا نام مشکور تھا۔

اس میں بھی اتفاق مورخین ہے کہ دونوں کا قاتل حارث تھا۔  
اور اس نکتہ پر بھی اتفاق ہے کہ حارث کا انجام انعام کی بجائے  
قتل تھا۔

البتہ حارث کے قاتل اور اس کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ابن  
زیاد کا غلام بتایا ہے۔ جس کا نام نادر تھا۔ اور بعض نے ابن زیاد کا دوست  
بتایا ہے جو شام کا رہنے والا تھا۔ محب اہل بیت تھا۔ اس کا نام مقاتل تھا  
اور ابن زیاد کو اس کے محب اہل بیت ہونے کا علم تھا لیکن دوستی کی وجہ سے  
ابن زیاد نے اسے برداشت کیا ہوا تھا۔

ان اختلافی اور متفقہ نکات کے بعد ہم پورا واقعہ تمام کتب تاریخ سے  
تسلسل کے ساتھ بیان کرتے ہیں یہ فیصلہ ہمارے قارئین خود فرمائیں گے۔

جب ان دونوں شہزادوں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کر کے بتایا گیا  
کہ یہ دونوں آل محمد سے ہیں تو اس نے داروغہ زندان مشکور کو بلا کر دونوں  
شہزادے اس کے سپرد کیے اور اسے ہدایت دی۔

من طیب الطعام فلا تطعمهما	انہیں کبھی اچھا کھانا نہ دینا
ومن الماء البارد فلا تسقهما	کبھی ٹھنڈا پانی نہ دینا
وضیق علیہما سجنہما۔	جتنا ہو سکے زندان میں سختی سے پیش آنا۔

مشکور دونوں شہزادوں کو لے کر چلا گیا اور انہیں علیحدہ علیحدہ زندان میں بند  
کر دیا۔ دونوں شہزادے دن روزہ سے گزارتے تھے۔ رات کے وقت جو کی

ایک ایک خشک روٹی اور ایک ایک پیالہ گرم پانی کا ملتا تھا۔ اسی حالت میں ایک برس گزر گیا۔ ایک دن محمد نے داروغہ سے کہا۔ اگر آپ مہربانی کر سکیں تو میں ایک درخواست کرتا ہوں۔

داروغہ بڑے ترش لہجہ میں کہا۔

بتاؤ کیا بات ہے؟

شہزادے نے کہا۔

ہم ابن زیاد کے قیدی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے ہمارا یہاں کوئی نہیں، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہم بے گناہ ہیں۔ آپ جتنی چاہیں مجھ پر سختی کر لیں۔ میرے ساتھ کی روٹی اور پانی آپ خود رکھ لیں۔ مجھے صرف اپنے کم سن بھائی کے ساتھ کچھ دیر کے لیے بیٹھنے دیں۔ اگر آپ کو فکر ہو کہ ہم آپ کے خلاف یا ابن زیاد کے خلاف کوئی بات کریں گے تو آپ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں جتنی دیر آپ چاہیں گے ہم ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھیں رہیں گے۔ اگر آپ کہیں گے تو ہم ایک دوسرے سے کوئی بات بھی نہیں کریں گے۔ ہمیں صرف ایک دوسرے کو دیکھ لینے دیں۔ ہمیں تو ایک دوسرے کی شکلیں بھی بھول گئی ہیں۔

شہزادے کی یہ باتیں سکر مشکور نرم پڑ گیا۔

مشکور نے پوچھا۔ تم کون ہو؟

اور تمہارا جرم کیا ہے؟

شہزادے نے کہا۔ خدا کے لیے ایسا کہ ایک مرتبہ مجھے میرا بھائی دکھانے پھر میں سب کچھ بتا دوں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھائی کو دیکھنے سے پہلے کچھ بتا دوں اور پھر تو مجھے بھائی کے دیکھنے کی ہمت بھی نہ دے۔

مشکور نے دوسرے زندان کا دروازہ کھولا۔ کس ابراہیم دوڑ کر بھائی کے گھلے ل گیا۔ دونوں بھائی کافی دیر تک ایک دوسرے کے گلے لی کر روتے رہے آخر مشکور نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ کس ابراہیم نے بڑے بھائی محمد سے کہا۔

بھیا قید ہی ہے جو گزار رہے ہیں۔ بھوک اور پیاس سے اب یہ حالت ہے کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ موت کا ایک دن مقر رہے زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ یہ جسمانی تشدد کرے گا۔ وہ بھی برداشت کر لیں گے۔ اسے یہ بتا تو دیں کہ ہم کون ہیں تاکہ کل بروز محشر جب ہمارے ناناکے سامنے پیش ہو تو کوئی عذر تو نہ کر سکے

مشکور دونوں کی یہ بات خاموشی سے سن رہا تھا۔  
محمد نے کہا۔ کیا آپ خاتم الانبیاء محمدؐ کو پہچانتے ہیں؟  
مشکور نے کہا۔ انہیں میں کیسے نہ پہچانوں گا وہ میرے نبی ہیں انہی کا کلمہ پڑھ کر مسلمان کہلاتا ہوں۔

محمد نے کہا۔ کیا آپ زاماد مصطفیٰ علی مرتضیٰ کو بھی پہچانتے ہیں۔  
مشکور نے کہا۔ علی تو میرے آقا و مولا ہیں۔  
اب چھوٹا ابراہیم نے کہا۔

کیا آپ سفیر حسینؑ کو بھی پہچانتے ہیں؟  
مشکور کی آنکھیں ابدیدہ ہو گئیں اور کہنے لگا۔

میرے بچو کچھ بتاؤ بھی سہی آپ ان کے نام کیوں لے رہے ہیں میں مسلم کو کیسے نہیں پہچانتا ابھی تک میں تنہائی میں بیٹھ کر مسلم کی مظلومانہ شہادت

پر آنسو بہاتا ہوں۔

مکن ابراہیم نے کہا: بندہ خدا کا شس تجھے معلوم ہوتا کہ جس مسلم کی مظلومیت پر تو روتا ہے ہم اسی مسلم کے بیٹے ہیں اور ایک سال سے تیری قید میں ہیں۔ اگر ہم سے نہیں تو کسی اور سے ہی پوچھ لیتا کہ ہم کون ہیں اور کیوں قید ہیں۔ جو نہی مشکور نے سنا۔ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ دونوں شہزادوں کے پاؤں پکڑ لیے زمین پر لیٹ گیا۔

دونوں کے پاؤں چومنے لگا۔ اپنے رخسارے دونوں کے قدموں پر ملنے لگا اور کہنے لگا۔

میرے آقا زادے! اپنے بابا کی مظلومیت کے صدقے مجھے معاف کر دو مجھ بد نصیب کو معلوم نہ تھا کہ میں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے لیے جہنم کی آگ میں دھکا رہا ہوں۔

آؤ یہ درزندان کھلا ہے۔ کھانا کھاؤ میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ آپ کو قادمیہ کا راستہ دکھا دوں۔ یہ میری انگوٹھی ہے تو قادمیہ میں میرا بھائی رہتا ہے یہ اسے دے دینا قادمیہ سے آگے وہ تمہیں مدینہ تک پہنچانے کا انتظام بھی کر دے گا۔

دونوں شہزادے رات کی تاریکی میں چلنے لگے۔ خ کوئی راستہ تھا نہ شہزادے راستہ سے واقف تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں راستہ سے بھٹک گئے۔ جب چلتے چلتے تھک گئے اور رات بھی ختم ہو گئی صبح کے اجالائیں دیکھا معلوم ہوا کہ ہم تو کوئٹہ ہی کے ارد گرد بھٹکتے رہے ہیں۔ قریب ہی ایک پانی کا گڑھا تھا اس کے ارد گرد کھجوریں کا جھنڈ تھا۔ اپنے کو چھپانے کی خاطر ایک درخت پر چڑھ گئے۔ صبح سے نیکر



عصر تک اسی جگہ بیٹھ رہے پیادہ اور سوار ادھر ادھر دوڑتے اور پھرتے ہوئے دیکھتے رہے۔

عصر کے وقت قریبی مکان سے ایک عورت اس گڑھے سے پانی بھرنے آئی۔ اتفاقاً عورت نے پانی میں شہزادوں کے عکس دیکھ لیے جب نظر اوپر اٹھا کر دیکھا تو دو چاند ڈرے اور سسے ہوئے کانپتے نظر آئے۔

عورت نے کہا۔ بچو تم کون ہو؟

اور یہاں کیوں بیٹھے ہو؟

محمد نے کہا۔ ہم مسافر ہیں۔ یتیم ہیں۔ راستہ بھٹک گئے ہیں کوئی واقف نہ تھا۔ ڈر کے مارے یہاں چھپ گئے ہیں عورت نے کہا۔

تمہاری شکل و صورت تو ایسے گنتی ہے جیسے تم ہاشمی ہو۔ کہیں مسلم کے فرزند تو نہیں ہو؟

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز سے کہا۔ اگر تو پہچان ہی گئی ہے تو ہم بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم مسلم کے بیٹے ہیں۔ عورت نے کہا۔

میرے آقا زادے آؤ درخت سے اتراؤ۔ میری ماکہ محمد اہل بیت ہے آؤ میں تمہیں اس کے پاس لے جاتی ہوں۔ وہ تہلدا احترام بھی کرے گی اور ممکن ہے کوئی صورت پیدا کر کے تمہیں دینہ پہنچانے کا انتظام بھی کرے۔

دونوں ڈرتے ڈرتے درخت سے اترے۔ اس عورت کے ساتھ آئے۔ جو پہلی اس عورت کی نظر شہزادوں پر پڑی۔ قدموں میں گر گئی۔ قدم چومے، ہاتھ چومے۔ اندر

لے گئی۔ اور کہنے لگی۔

میرے آقا زادے۔

میرا شوہر بڑا خبیث ہے اور دشمن اہل ریت ہے۔ میں کوشش تو کروں گی کہ تم اس کی نظروں میں نہ آؤ۔ لیکن اگر میں کامیاب نہ ہو سکی تو اپنے نانا اور بابا کو میرا شکوہ نہ کرنا۔

رات ہو گئی۔ اتنا وقت نہ مل سکا کہ یہ خوش نصیب عورت بچوں کو نہلاتی یا فی میلے کپڑوں اور خاک آلود جسموں کے ساتھ شہزادے بہت کم کھانا کھا کر سو گئے رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ حادثہ گھر آیا۔ بیوی نے پوچھا سارا دن کہاں گزارا ہے۔

اس ظالم نے کہا۔

رات داروغہ زندان نے مسلم کے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے ابن زیاد نے دونوں کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا ہے۔ انہیں تلاش کرتے کرتے گھوڑا بھی سر گیا اور میرا بھی برا حال ہو گیا ہے۔ اگر وہ مل جاتے تو کم از کم دو ہزار تو مل جاتے۔

عورت نے کہا۔

ظالم تجھے شرم کیوں نہیں آتی۔ اخلاک محمد نے تیرا بگاڑا کیا ہے۔ جن سے تمہیں خطرہ تھا انہیں تو تم نے بے دردی سے قتل کر ڈالا ہے۔ اب بھلا یہ کس سے بچے تمہارا کیا بگاڑ لیں گے۔ ان سے تمہیں کونسا خطرہ ہے۔ آخر تجھے مرنا ہے قیامت کے دن نبی مصطفیٰ اگر پوچھ لیں کہ میری آل سے کیا سلوک کیا تھا تو کیا جواب دو گے۔ کچھ ترس کر دنیا کے عوض کیوں دین فروخت کر رہا ہے۔ اگر تجھے یہ دو ہزار

مل بھی جائیں تو توب تک کھائے گا۔

اس ظالم نے کہا۔ کچھ نصیحتیں صبح تک کے لیے بچا کر اب تنگ نہ کر مجھے کھانا دے میں سونا چاہتا ہوں۔ بہت زیادہ تھکا ہوا ہوں۔ صبح پھر ان کی تلاش میں جانا ہے۔

یہ خوش بخت اٹھی کھانا لائی۔ اس نے زبر مار کیا اور سو گیا۔ ابھی نیند نہیں آئی تھی کہ کمرہ کے اندر سے بولنے کی آواز آئی۔ اس نے کان لگائے اٹھ کر بیٹھ گیا ہوا لوں کہ دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سو گئے نصف شب گزرنے کے بعد بڑے شہزادے کی آنکھ کھل گئی اس نے چھوٹے بھائی کو جگایا اور کہنے لگا بھیا میرا خیال ہے کہ ہماری زندگی کی یہ آخری رات ہے آؤ مجھے گلے لگائے میں تمہے گلے لگا لوں پھر قیامت کو ملاقات ہوگی۔ چھوٹے نے پوچھا بھیا کیا بات ہے۔ محمد نے بتایا کہ ابھی ابھی خواب میں میں نے اپنے ہمدرد سرور انبیاء اور نانا علی مرتضیٰ کو دیکھا ہے ان کے ساتھ ہمارا بابا مسلم بھی تھا۔ سرور انبیاء نے بابا سے شکوہ کیا کہ خود تو آگئے گمراہ پچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے بابا نے عرض کیا۔ قید صبح یہ دونوں آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے چھوٹے براہیم نے کہا۔ بھیا یہی خواب تیرے نے بھی دیکھا ہے ان دونوں کی یہی گفتگو اس ظالم نے سنی۔

عورت سے پوچھا کمرہ کے اندر کون ہے؟

عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر اس نے غلام اور کیزر سے پوچھا انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ یہ اٹھا کمرہ کے دروازہ پر آیا۔ دیکھا تو تالا پڑا ہوا تھا۔ اس نے بیرونی سے چابی مانگی اس حذرہ

نے چابی زدوی۔

اس ظالم نے تالا توڑا۔ اندر اندھیرے میں ہاتھ مارتا ہوا آگے بڑھا چنانکہ  
اس کا ایک ہاتھ ایک شہزادے کے سر پر آگیا شہزادے نے ہم کو پوچھا کون ہے؟  
اس نے کہا میں تو گھر کا مالک ہوں۔

تم بتاؤ کون ہو؟

شہزادے نے کہا۔ ہم یتیم اور مسافر ہیں۔

حارث نے کہا۔ میں پوچھ رہا ہوں تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔

شہزادے نے کہا۔ اگر ہم سچ بتادیں تو کیا ہمیں امان ہے؟

حارث نے کہا۔ ہاں بتاؤ امان ہے؟

شہزادے نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول ضامن ہیں؟

حارث نے کہا۔ اللہ اور رسول ضامن ہیں۔

شہزادے نے کہا۔ کیا اللہ اور رسول ہمارے اس معاہدہ کے گواہ ہیں؟

حارث نے کہا۔ اللہ اور رسول اس معاہدہ کے گواہ ہیں۔

شہزادے نے کہا۔

ہم مسلم کے فرزند ہیں۔

اس ظالم نے کہا۔

موت سے بھاگ کے موت کے منہ میں آگئے، پھر حارث نے بڑے شہزادے

کو اس زور سے طمانچہ مارا کہ شہزادہ منہ کے بل زمین پر گر گیا دودانت ٹوٹ گئے

رخسار اور منہ سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔

پھر اس ظالم نے دوسرا طمانچہ چھوٹے کو مارا۔ دونوں شہزادے زمین پر تڑپنے لگے

اس ظالم نے دونوں کے خاک آلودہ بالوں میں ہاتھ ڈالا دونوں کو جھٹکے سے کھڑا کیا رسی تلاش کی۔ دونوں کے ہاتھ پشت پیچھے باندھے زمین پر اونڈھا لٹا کر رسی کے ایک سرے سے پاؤں بھی باندھ دیئے پھر دونوں کے خاک آلودہ بالوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر چھوڑ دیا پوری رات دونوں شہزادے کسں اسی حالت میں زمین پر پڑے رہے۔

حادث کی بیوی اس کے قدموں سے لپٹ لپٹ کر اور پاؤں چوم چوم کر منتیں کرتی رہی لیکن اس ظالم نے ایک نہ سنی۔ اور بستر پر دراز ہو کر بڑے مزے سے ساری رات سوتا رہا۔

صبح کو اٹھا دونوں شہزادوں کو اسی حالت میں رکن بستہ دریا پر لایا۔ بیوی نے روکنے کی کوشش کی اسے توار کی ایک ضرب سے زخمی کر کے ایک طرف گرا دیا غلام اس کے قریب آیا اور اس نے کہا۔

میرے مالک ہر ظلم کی ایک حد ہوتی ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے ان بچوں کا قصور کیا ہے کہ ان کی وجہ سے تو نے اپنا گھرا جاڑ دیا ہے۔ بھلا یہ کسں بھی اس قابل ہیں کہ انہیں قتل کرے

اس ظالم نے غلام کو قتل کر دیا۔ اتنے میں اس کا نوجوان بیٹا اس کے سامنے آیا اور اس نے کہا۔

کہیں آپ کا دماغ تو نہیں چل سکا۔ صرف دو ہزار کے لالچ میں تو نے اس غلام کو قتل کر دیا جسے میں اپنے بھائی جیسا سمجھتا تھا اور میری ماں کو بھی زخمی کر دیا ہے۔ میں ان بچوں کو قتل نہیں ہونے دوں گا۔ انہیں چھوڑ دے دونوں بچے رحم طلب نگاہوں سے اس جوان کی طرف دیکھنے لگے۔ اپنی زخمی مین بان اور ایک

ترس کھانے والے غلام کی حالت پہلے دیکھ چکے تھے۔  
اس جوان سے کہنے لگے۔

اے بندہ خدا! اللہ تیرا بھلا کرے۔ اپنی جوانی پر ترس کھا، ہماری شفا میں نہ  
کر۔ ہمارا اپنا مقدر۔ ہماری وجہ سے تیری شریف ماں بھی زخمی ہو چکی ہے اور یہ غلام  
بھی شہید ہو گیا ہے۔

تو درمیان سے ہٹ جا ہمارے تو مقدر میں اس دنیا کی نغنائیں ہیں ہم جھیل  
لیں گے۔

جب دونوں شہزادوں نے حادثہ کے بیٹے سے یہ بات کہی تو اس کی  
ہمدردی اور بڑھی اور اس نے دی پروہا تھوڑکھ کے کلاب انہیں چھوڑ دے۔ اس نے  
ہاتھ کو مضبوط کر لیا۔

اب بیٹا رسی کو اپنی طرف کھینچنے لگا اور باپ اپنی طرف چوڑھ لگا اسی دونوں شہزادوں  
کے گلے میں بھی تھی اس لیے اس مقابلہ میں رسی کی گرہ تنگ ہو گئی۔ کس ابراہیم  
کا گلا گھٹنے لگا۔

مچھرنے جب اپنے بھائی کو دیکھا تو اس نے حادثہ کے بیٹے سے روکے  
یہ کہا۔

اللہ کے نام پر کپڑی کو چھوڑ دیں اور ہر ذرا میرے بھائی کا گلا تو دیکھیں  
جو ابھی اس جوان نے دیکھا فوراً رسی چھوڑ دی اور باپ کے ہاتھ سے تلوار لینے  
کی خاطر جھپٹا۔

جب حادثہ نے دیکھا کہ تلوار چھننا چاہتا ہے اس نے بڑھ کر بیٹے پر تلوار  
کاایا وار کیا کہ یہ بیچارہ زمین پر ترپٹے گا۔

جب دونوں شہزادوں نے اپنے تین مددگاروں کی یہ حالت دیکھی تو زندگی مایوس ہو گئے۔

دریا پر تو لاہی چکا تھا۔ اب اس ظالم نے دونوں کا کام جلد از جلد ختم کرنا چاہا۔

محمد نے پوچھا۔ کیا تو ہمیں بات کرنے کی اجازت دے گا؟  
حادث نے کہا۔ بتاؤ کیا کتنا چاہتے ہو۔

محمد نے کہا۔ ایسا کہ اگر تجھے دو ہزار سی لینا ہے تو پھر ہمیں بازار میں سے جا رہیں اپنا غلام بنا کے فروخت کر دے۔ تجھے دو ہزار سے زیادہ مل جائیں گے حادث نے کہا جو مزہ ان پیسوں میں ہوگا جو تمہارے قتل سے ملیں گے وہ فروخت کے عوض آئے ہوئے پیسوں میں کب ہوگا۔

محمد نے کہا۔ پھر ایسا کہ میں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جاؤں تجھے تیرا انعام دے دے گا۔

حادث نے کہا۔ میں تمہارے سرے کے جانا چاہتا ہوں۔  
محمد نے کہا۔ اچھا ایسا کہ ہم آج صبح کی نماز نہیں پڑھ سکے ہمیں دو رکعت نماز پڑھ لینے دے۔

حادث نے کہا۔ اگر نماز تمہیں فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لو۔  
اس جگہ تاریخ خاموش ہے کہ شہزادوں نے وضو سے نماز پڑھی ہے یا تم کیا یاد دے پڑھی ہے۔

اور تاریخ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ بوقت نماز شہزادوں کے ہاتھ کھلے تھے یا پابند رہے تھے۔

جب ناز سے فارغ ہوئے تو دونوں نے ایک ہی دعا مانگی  
یا احکم الحاکمین اے احکم الحاکمین اللہ ہمارے  
احکم بینہ و بیننا اور اس کے مابین بالحق فیصد  
بالحق ۔

جب دعا ختم ہوئی تو یہ پہلے بڑے شہزادے کی طرف بڑھا چھوٹا بھیا بھیا  
کہہ کر بڑے کے اوپر گر گیا پھر اس نے کمن ابراہیم کو کھینچ کر ایک طرف دھکیل دیا  
اور بڑے شہزادے کی گردن پر دار کیا جہم تڑپنے لگا۔ سر کو اس نے اٹھایا اور تو بڑے  
میں رکھ دیا۔ اتنے میں چھوٹا ابراہیم بھائی کے لاشہ پر اوندھا گر گیا۔ اپنے منہ کو  
بھائی کے خون سے رنگا پھر سر کو رنگا۔ ابھی چوم رہا تھا کہ اس ظالم نے بالوں میں  
ہاتھ ڈال کر شہزادہ کو کھڑ کیا اور تلوار کا دار کر کے شہزادہ کا سر جدا کر لیا۔ دونوں بے سر  
جسموں کو دریا کے سپرد کیا۔ دونوں سر تو بڑے میں ڈالے اور ابن زیاد کے دربار میں  
آیا۔ ایک ایک کر کے دونوں سر اپنے ہاتھوں پر رکھ کے ابن زیاد کو بطور تحفہ پیش  
کیے

ابن زیاد نے پوچھا یہ کیا ہے؟  
حارث نے کہا آپ کے دشمنوں کے سر ہیں۔  
ابن زیاد نے کہا۔ کون سے دشمنوں کے؟  
حارث نے کہا۔ قرزندانِ مسلم کے۔  
ابن زیاد نے کہا۔ میں نے تو ان شہزادوں کو پہلے بھی دیکھا تھا لیکن ان کے  
رخسار سیاہ نہیں تھے۔  
اب ان کے رخسار سیاہ کیوں ہیں؟



حارث نے کہا یہ باتیں آپ مجھ سے نہ پوچھیں اپنا وعدہ پورا کریں اور مجھے انعام دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ۔ ان کے سروں پر انعام دوں گا۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ انہیں گرفتار کر لانے والے کو انعام دوں گا۔ میں نے یہ نہ کہا کہ ان کی اطلاع دی ہے اگر وہ مجھے لکھ دے کہ انہیں میرے پاس بھیج دے یا انہیں رہا کر دے تو بتاؤں گا۔

اچھا یہ بتا کر یہ دونوں تسکے کہاں سے ملے تھے۔

حارث نے کہا۔ میرے گھر میں مہمان تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ کچھ عرب کی مہمان نوازی نے بھی نہیں روکا کہ مہمانوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔

حارث نے کہا۔ جب بات انعام و اکرام کی ہو تو پھر ہماری مہمان نوازی کی غیرت کیا ہوتی ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ بتا کہ ان بچوں نے تسکے کیا کہا تھا۔

حارث نے کہا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ہمیں بازار میں فروخت کر دے تسکے پیسے مل جائیں گے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے کیا کہا تھا؟

حارث نے کہا۔

میں نے انہیں کہا جو لطف تمہیں قتل کر کے انعام لینے میں آئے گا وہ بیچ کر قیمت لینے میں کب آئے گا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ انہوں نے پھر کیا کہا تھا۔

جو حارث پر لعن طعن کر رہے تھے اس کے منہ پر تھوک رہے تھے اور اس کو بڑا بھلا کہہ رہے تھے۔

ان تمام لوگوں نے جب عورت کو زخمی دیکھا تو ان سب نے بھی عزت سے واقعہ پوچھا۔

عورت نے بچوں کی میزبانی سے لے کر آخر تک واقعہ سنایا اور بتایا کہ میں اپنے بیٹے۔ غلام اور عزت نجبی کے ان دونوں کمسن بھانپوں کی غربت پر رو رہی ہوں سب لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

غلام اور پسر حارث کے جنازے اٹھائے انہیں دفن کیا۔ جو نبی بچوں کے سر نادریا مقابل نے پیر دوریا کے دونوں سر بریدہ لاشیں پانی سے برآمد ہوئیں اور سر اپنے جسم کے ساتھ ملحق ہو گئے پھر دونوں لاشیں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر زیر آب چلی گئیں۔

حارث نے نادریا مقابل سے کہا۔

ایسا کر مجھے قتل نہ کر چھوڑ دے میں چھپ جاؤں گا۔ میں تجھے دس ہزار دینار دیتا ہوں۔

نادریا مقابل نے کہا۔ ارے ظالم تو تو دس ہزار دینار کی بات کرتا ہے اگر پورے عالم کی حکومت بھی دے دے تو میں تیرے قتل کے عوض قبول نہ کروں گا۔

چنانچہ نادریا مقابل نے پہلے اس سفاک کے پاؤں کاٹے۔ پھر ہاتھ کاٹے۔ آخر میں سر کاٹ لیا۔ اس کے لاشہ کو دریا میں پھینکا۔ دریا نے باہر ڈال دیا۔ پھر پھینکا دریا نے پھر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب تیسری مرتبہ بھی پانی نے اس کا انجس

لاشہ قبول نہ کیا تو پھر اسی جگہ کنار دریا ایک گڑھا کھودا اور اس میں اس کا لاشہ دفن کرنے کی کوشش کی لیکن زمین نے بھی اگل دیا۔ تین مرتبہ زمین میں دفن کرنے کی کوشش کی گئی لیکن زمین نے بھی پانی کی طرح ہر مرتبہ باہر پھینک دیا۔ بالآخر آگ جلائی گئی اور اس ظالم کا لاشہ آگ کے سپرد کر دیا گیا۔  
یوں یہ واصل جہنم ہوا۔

### داروغہ زندان مشکور کا انجام :-

جب ابن زیاد کو پتہ چلا کہ داروغہ نے بچوں کو خود چھوڑ دیا تھا تو اس نے مشکور کو بلایا اور پوچھا۔  
فرزند ان مسلم کے ساتھ کیا کیا ہے؟  
مشکور نے کہا۔ میں نے کل رات انہیں رہا کر دیا تھا۔  
ابن زیاد نے کہا۔  
تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟  
مشکور نے کہا۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر۔  
ابن زیاد نے کہا۔  
کیا تجھے میری سزا کا خوف نہیں تھا۔  
مشکور نے کہا۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ آپ جیسے سے نہیں ڈرتے ہیں۔  
یہ سن کر یہ لعین غصہ میں پھر گیا اور کہا۔ میں تجھے تیرے لیے کاغذ بھی ابھی چکھاتا ہوں۔

مشکور نے کہا۔ میں نے سب کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے تیرے جو جی میں لگنے کو ڈال  
ابن زیاد نے حکم دیا کہ۔

پہلے اسے سولی پر لٹکایا جائے۔ پھر اسے پانچ سو کوڑا مارا جائے اور آخر  
میں اس کا سر کاٹ لیا جائے۔

مشکور نے کہا۔ محبت آل محمد کے مقابلہ میں یہ سزا بہت کم ہے۔

جلاد اس خوش نصیب کو گے گیا۔ سولی پر چڑھایا۔

جب جلاد نے پہلا کوڑا لگایا۔

تو مشکور نے کہا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب جلاد نے دوسرا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

اللہم افرغ حلی صبراً اے اللہ مجھے صبر عنایت فرما

جب جلاد نے تیسرا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

اللہم اغفر لی۔ اے اللہ مجھے معاف فرما۔

جب جلاد نے چوتھا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

الہی انت تعلم انہم اے اللہ! تو اچھی طرح جانتا

یقتلوننی علی محبة ہے کہ میں صرف محبت آل محمد

ذوی القربی۔ میں قتل کیا جا رہا ہوں۔

جب جلاد نے پانچواں کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

اللہم اوصلنی الی جناب اے اللہ مجھے اپنے رسول اور

رسولک و اہلبیتہ۔ اس کے اہل بیت کی بارگاہ میں

بھیج دے۔

جب جلاو نے چھٹا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔  
 ویل لکھ۔ تمہارے لیے جہنم کی وادی دیں

اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ جب پانچ سو کوڑا مکمل ہوا تو مشکور نے آنکھیں  
 کھولیں۔ کسی نے پوچھا۔  
 مشکور پانی پیو گے۔  
 مشکور نے کہا۔ میں نے نبی کو نبی کے ہاتھ سے جام کوثر پی لیا ہے۔ اب پانی  
 کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہو رہی۔

## واقعہ جمال ملعون

شب شام مغربیاں کے واقعات میں سے ایک واقعہ جمال ملعون کا بھی ہے یہ واقعہ چار معتبر ذرائع سے مروی ہے۔ کم و بیش ہر روایت میں نام مختلف ہے۔ لیکن واقعہ کے جزئیات میں اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے۔

- ۱۔ سلیمان حریری نے اپنے ایک طویل مرتبہ میں جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری کی روایت کے مطابق پورا واقعہ جمال تمام تر تفصیلات کے ساتھ نظم کیا ہے
- ۲۔ منتخب طریحی میں بھی یہی واقعہ نقل کیا گیا ہے۔
- ۳۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں بھی یہی واقعہ روایت کیا ہے۔
- ۴۔ زہرۃ الریاض میں بھی یہی واقعہ منقول ہے۔

مناسب ہوگا اگر ہم نظم کو چھوڑ کر باقی تینوں واقعات آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ نظم کو اس لیے چھوڑ رہے کہ نظم میں جناب جابر کی روایت کو لیا گیا ہے۔ اور بقیہ تین روایات میں ایک روایت جناب جابر سے ہے۔ لہذا نظم میں بتایا گیا واقعہ از خود سامنے آجائے گا۔

## سرکار علامہ طریقی کی روایت

سعید ابن مسیب سے مروی ہے کہ ۲۲ھ کے ذی الحجہ میں حج کے لیے گیا پہلے مدینہ میں جناب سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا زیارت سے شرف ہوئے کے بعد عرض کیا قہار ہمارے لیے کیا حکم ہے حج کو جائیں یا نہ جائیں آپ نے فرمایا ضرور جاؤ۔

چنانچہ میں مکہ میں آیا۔ دوران طواف ایک شخص کو دیکھا۔ جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ شب تاریک کی مانند سیاہ تھا۔ غلاف کعبہ کو کپڑ کر کہہ رہا تھا۔

اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر پوری کائنات بھی میری سفارش کرے پھر بھی مجھے نہیں کرے گا۔

کیونکہ میرا جرم بہت بڑا ہے۔

سعید کہتا ہے کہ میں بھی اور تمام طواف کرنے والے دیگر حجاج کرام بھی اس شخص کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس کے گرد لوگوں کا ہجوم ہو گیا  
ہم نے کہا۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔ غلاف کعبہ کو ہاتھ میں لے کر یہ کیا کہہ  
رہا ہے۔

اس نے کہا۔ لوگو! تم بھی پسے ہو لیکن اپنے گناہ کو میں ہی اچھی طرح جانتا ہوں  
ہم نے کہا۔ ذرا بتا تو سہی کہ ہم بھی سنیں۔

اس نے کہا۔ میں امام حسین کا جمال تھا۔ آپ کے پاس ایک بڑا قیمتی انوار بند  
تھا جو حجاز کا معروف ترین تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ یہ میرا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔  
لیکن مجھ بد نصیب میں اپنے مولا سے مانگنے کی ہمت نہ ہوئی حالانکہ اگر میں مانگ  
لیتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور عنایت فرما دیتے۔ مگر میری بد سختی اب کیا ہو سکتا ہے  
ہم کر بلا پہنچ گئے۔

جب شب عاشور نے آپ نے اعلان فرمایا کہ  
یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں تم میں سے کسی کو بھی کچھ نہ کہیں گے جس کا جی  
چاہے چلا جائے میں یہاں غنیمت لٹٹے نہیں آیا ہوں تو قربانی دیتا ہے جس میں قربانی  
دینے کا حوصلہ ہو رہ جائے۔

اس اعلان کے بعد میں بھی ان سیاہ بختوں سے تھا جو آپ کو چھوڑ کر  
شب عاشور چلے گئے تھے۔ میں زیادہ دور نہیں گیا کہ بلا کے قریب ہی رہا جب یوم  
عاشور گزر گیا میں نے سیاہ اندھی بھی چلتے دیکھی۔ خون کی بارش بھی ہوتے دیکھی  
ارض و سما کے مابین قتل الحسین کی آواز بھی سنی۔ جب شب شام غریباں آئی میں اپنے  
اسی خیال میں کہ اب موقع ہے وہ انرا بندے آؤں۔ چونکہ وہ انرا بندہ فرزند رسول کو  
بہت عزیز تھا اس لیے یقیناً ان کے پاس ہی ہو گا۔ میں جب میدان جنگ میں



آیا تو میں نے آل محمد کے لاشے اور ان پر برستی ہوئی مظلومیت بھی دیکھی تمام لاشے بے سرتھے۔ تلاش بسیار کے بعد مجھے فرزند رسول کا لاشہ ملا جو بلا سر و کھات سمجھ رہا تھا۔ میں نے اپنے ان منہوں ہاتھوں کے ساتھ بڑی بے دردی سے لاشہ کو سیدھا کیا۔

دیکھا تو ازار بند موجود تھا۔ لیکن اس میں بے شمار گریں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک ایک گرہ کو کھولنا شروع کیا۔ جب ایک گرہ پھٹ رہی اور میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی تو مظلوم کا دایاں ہاتھ گرہ پر آ گیا میں نے ہاتھ مٹانے کی بہت کوشش کی لیکن ہاتھ نہ ہٹا۔ میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ میں اٹھا میدان میں کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگا جس سے ہاتھ مٹا سکوں۔ مجھے ٹوٹی ہوئی تلوار کا ایک ٹکڑا ملا وہ لے کر میں لاشہ مظلوم پر آیا۔ اور ہاتھ پر پے در پے دار کرنے لگا میں نہیں جانتا تھا کہ میں نے کتنے دار کیے۔ آخر کلائی سے ہاتھ جدا کر لیا۔ اسے ایک طرف رکھا اور گرہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مظلوم کا بایاں ہاتھ گرہ پر آ گیا اب میرے پاس وہی ہتھیار تھا۔ میں نے اس سے ضربات لگانا شروع کیں۔ بالآخر بایاں ہاتھ بھی کلائی سے جدا کر لیا جو نہی ہاتھ کا زمین کر بلا میں زلزلہ سا آ گیا ایسا زلزلہ آیا کہ میں سنبھل نہ سکا۔ ڈر کے مارے اٹھا گر گیا۔ پھر اٹھا پھر گر گیا۔ پھر یکایک روشنی نمودار ہوئی اور میں نے بن و نوح کی آواز سنی۔

والنباہ۔ دامقولاہ۔

واذبیحاہ۔

واحسناہ۔

واغریباہ۔

بنی قتلوك و ماعرفوك  
بیٹے یہ ظالم جب تجھے قتل کر  
رہے تھے تو کیا تجھے پہچانتے  
نہ تھے۔

ومن شرب الماء منعوك  
بیٹے ان ظالموں نے تجھے دم  
آخر پانی تک نہ دیا۔

یسلمک میں دوڑا اور میں نے اپنے کولاشوں میں چھپا دیا۔ لاشہ حسین میری نگاہوں  
میں تھا۔ میں نے دیکھا تین مرد اور ایک سیاہ برقعہ میں ملبوس مستور آئے۔ میں نے جب  
بغور دیکھا تو ایک سرور انبیاء دوسرے حضرت علیؑ اور تیسرے امام حسنؑ تھے۔ اس سے میں  
نے اندازہ کیا کہ مستور مادر حسین ہے۔

جناب سرور کونین نے پکار کے کہا۔

این انت یا بنی  
بیٹے کہاں ہو۔

فداك جدك وابوك  
تجھ پر تیرا نانا تیرا باپ تیری

وامك واخوك  
ماں اور تیرا بھائی قربان جا میں

میں نے دیکھا امام حسینؑ مع سر کے اٹھ بیٹھے۔

اور عرض کیا۔

لبیک لبیک یا جده یا رسول الله - لبیک لبیک یا اباہ یا

امیر المؤمنین - لبیک لبیک یا اماہ یا بنت رسول الله - لبیک

لبیک یا اخاہ یا حسن المسموم - علیکم منی السلام - امام حسینؑ نے روکے

میں دیکھ رہا تھا چاروں غریب کربلا کے قریب آئے۔ امام حسینؑ نے روکے

عرض کیا۔

یا جداہ قتلوا واللہ رجالنا  
نانا بخدا میرے تمام مرد انہوں نے  
شہید کر دیئے ہیں۔

یا جداہ سیوا واللہ نسائنا  
نانا ان لوگوں نے آپ کی بہو  
بیٹیوں کے سروں سے چادریں تک  
اتار لی ہیں۔

یا جداہ نہبوا واللہ رجالنا  
نانا آپ کی امت نے میرے  
خیام لوٹ لیے ہیں۔

یا جداہ ذبحوا واللہ اطفالنا  
نانا آپ کی امت نے میرے  
بچے ذبح کر ڈالے ہیں۔

یا جداہ بغزوا للہ علیک  
ان تری مالنا۔  
نانا کاش آپ ہماری حالت دیکھتے  
آپ کے لیے برداشت مشکل ہوتی

فقال الزہراء یا ایتاہ ہل تری  
ما صنعت امتک بذریعتی  
بابا آپ دیکھ رہے ہیں آپ کی امت  
نے میری اولاد سے کیا سلوک کیا ہے؟

بابا کیا مجھے اجازت دیں گے کہ میں اپنے بیٹے کے خون سے اپنے سراور چہرہ کو  
خضاب کر لوں؟ تاکہ کل بروز قیامت میں اپنی پیشانی پر بیٹے کا خون لے کر دروغاقت  
میں پیش ہو سکوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا: بیٹی ضرور خضاب کر لو مگر بھی خضاب کریں گے۔ پھر آنحضورؐ حضرت  
علیؑ اور امام حسنؑ نے خون مظلوم لے کر اپنے سینہ اور ہاتھوں پر کہنیوں تک ملا اور  
آنحضورؐ نے فرمایا۔

حسین بیٹے تیرے نانا کے لیے تجھے مقطوع اسراں دیکھنا بہت مشکل ہے۔ بیٹے

تیری وہ پیشانی زخمی ہے جسے میں چوما کرتا تھا بیٹے تیرا وہ جسم خاک آلود ہے جسے میں اٹھایا کرتا تھا بیٹے تیرے یہ دونوں ہاتھ کس نے کاٹے ہیں۔ امام حسین نے تمام واقعہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ نانا میں نے کئی مرتبہ ارادہ بھی کیا کہ میرے جلال کو میرا ازاد پسند ہے اسے دیدوں لیکن میں اس انتظار میں رہا کہ وہ ملے گا تو دسے دوں گا۔ ویسے مجھے معلوم تھا کہ یہ بد نصیبی اس کے مقدر میں ہے ابھی آپ کے آنے سے پہلے ہی اس نے میرے ہاتھ کاٹے ہیں اور اب ان لاشوں میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا آنحضرت وہاں سے اٹھے اور چل کر سیدھے میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

اے ظالم تجھے حسین سے کوئی انتقام لینا تھا یا مجھ سے؟

میرے حسین نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔؟ کیا تو میرے حسین کے دستِ خوان پر نہیں کھاتا تھا؟

کیا تجھے وہ کافی نہ تھا جو میرے حسین سے میری امت نے کیا تھا۔

اے جمالِ اللہ تیرا چہرہ سیاہ کرے اور تیرے ہاتھ شل کرے۔ اس کے بعد سے میری یہ حالت ہے۔ اب خود بتاؤ کہ میری مغفرت کی کوئی گنجائش باقی ہے۔ سعید کہتا ہے کہ بیتِ اللہ میں موجود ہر شخص نے اس خبیث پر لعنت کی۔

## روایت جابر ابن عبد اللہ انصاری

بحار میں علامہ مجلسی نے تاج الملوک کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ نقی حجازی نے بتایا ہے کہ میں اپنے ایک کام سے مدینہ گیا۔ بیرون مدینہ میں نے حجاب جابر انصاری کو ایسے بے ساختہ روتے دیکھا جیسے پسر مردہ عورت رو رہی ہو۔ میں نے پوچھا۔

اے صحابی رسول خیریت تو ہے۔ کوئی حادثہ ہوا ہے۔ یا کسی قرض خواہ نے تنگ کیا ہے۔

جابر نے کہا۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں آنکھوں سے معذور ہوں۔ ابھی ابھی میں خزار رسول کی زیارت سے فارغ ہو کر رہا تھا کہ مجھے میرے غلام نے بتایا کہ

میرے آقا۔ میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جسے دیکھ کر میرے تو موش اڑ گئے ہیں۔

میں نے اس سے پوچھا کیوں اس میں کوئی سی خاص بات تھی۔  
اس نے مجھے بتایا ہے کہ اس شخص کا چہرہ ایسے ہے جیسے تار کو لگا دیا گیا ہو۔

اس کے بال اس طرح جھلے ہوئے ہیں جیسے سر پر آگ رکھ دی گئی ہو۔ اس کی آنکھیں وحشت ناک حد تک ابلی ہوئی اور سرخ ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ کھنٹیوں سے اس طرح کٹے ہوئے ہیں جیسے آرمی سے کاٹے گئے ہیں۔ اور وہ بھیک مانگ رہا ہے میں نے اسے کہا جا اسے بلا کے لا۔ جب یہ اسے بلالایا تو میں اسے بازار سے باہر لایا۔

اور پوچھا۔ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟

اس نے کہا۔ کوڑ کا رہنے والا ہوں۔

میں نے کہا۔ یہ سمجھ کیا ہو گیا ہے اور اس حالت میں کب سے ہے؟ مجھ سے

ڈرنا مت میں جابر ابن عبد اللہ انصاری ہوں۔

اس نے کہا۔

اے صحابی رسول میں تو آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ آپ جابر انصاری ہیں

لیکن آپ نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ ہی میں اس قابل ہوں کہ مجھے کوئی پہچانے مجھے تو اپنے گمراہوں نے بھی پہچاننے سے انکار کر دیا ہے۔

میں نے کہا۔ اگر میں تجھے پہچانتا تو ہرگز نہ پوچھتا۔

اس نے بتایا کہ۔ میں بریدہ ابن وائل جمال حسین ہوں۔

اس کے بعد اس نے تمام وہ واقعات سنایا جو سابقہ پیش کیا جا چکا ہے۔

ہاں، اس واقعہ میں صرف دو مقامات ذرا مختلف ہیں

اولاً۔ سابقہ واقعہ میں آنحضرت کی تشریف آوری کے بعد امام حسین کا از خود اٹھ

کے بیٹھ جانا ہے جب کہ

ہمارے اس واقعہ میں یوں ہے کہ۔

نبی کریم نے سوئے کو ذہا تھو دراز کیا اور سر امام حسین آپ کے ہاتھ پر آیا۔ آپ نے اپنے مظلوم بیٹے کا سر زخمی جسم پر رکھا تو امام حسین اٹھ کر بیٹھ گئے۔  
۲۔ اور دوسرا اختلافی مقام یہ ہے کہ سابقہ واقعہ سعید ابن مسیب میں جناب زہرا صف خون حسین سے خضاب کرنے کا اذن مانگتی ہیں۔ جب کہ اس روایت لیں۔

امام حسین نے اپنے قاتل کا نام شمر بتایا ہے۔

بی بی نے اذن خضاب لینے سے قبل یہ بین بھی کیا ہے۔

یا نور عینی جسدک میرے نور چشم بیٹے تیرا جسم  
اراعہ ملقی علی التراب میں خاک و خون میں غلطان  
دیکھ رہی ہوں۔

وزاسک علی المسمہری تیرا سر بلند نیزے پر اویزاں  
یعنی ہے۔

لا غسلاً و کفناً ابھی تک تجھے نہ کسی نے غسل  
دیا ہے اور نہ کفن

تیری قبرک عن قبورنا تیری تو قبر بھی ہماری قبروں  
سے دور ہے۔

مترجم :-

نہ تو روایات میں یہ لفظی اختلاف اہم ہے اور نہ ہی سعید ابن مسیب اور جناب جابر کی روایت میں کوئی تضاد ہے۔ سعید نے جمال کو مکہ میں دیکھا ہے اور جناب جابر کی ملاقات مدینہ میں ہوئی ہے۔ یہ

ممکن ہے کہ جناب جابر کو بریدہ ابن وائل مدینہ میں ملا ہوا اور وہ ایام حج نہ ہوں اور  
 سعید کو مکہ میں ملا ہوا اور وہ ایام حج ہوں۔ روایت سعید میں صرف جمال ہے۔ اور  
 روایت جابر میں جمال نے اپنا نام بریدہ ابن وائل بتایا ہے۔  
 چونکہ نفس واقعه ایک ہے اس لیے دونوں روایات میں قدرے لفظی اختلاف  
 اصل واقعہ کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں بن سکتے۔ عین ممکن ہے کہ جمال چونکہ بہت  
 زیادہ پریشان اور پشیمان تھا اس لیے نقل واقعہ میں اس سے کچھ چیزیں رہ  
 گئی ہوں۔



## دنتر شبیر کو مدینہ میں اطلاع

اسی شب شام غریبان کے واقعات میں سے ایک واقعہ جناب فاطمہ صغریٰ کو مدینہ میں اطلاع بھی ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار میں اپنے سلسلہ سند سے امام صادق سے روایت کیا ہے کہ

ایک کو امیدان کر بلا میں آیا اس نے عمر عاشور کے وقت اپنے پروں کو خون فرزند رسول سے سرخ کیا اور اڑ کر مدینہ آیا۔ جناب فاطمہ صغریٰ بنت حسین کے کوہ کی چست کی منڈ پر پر بٹھا جب بنت حسین نے کرے کے خون آلودہ پروں کو دیکھا تو شہزادی بے چین ہو کر روتی ہوئی اور حسب ذیل اشعار پڑھے۔

نعب العراب فقلت دلیک من تنعاه یا غراب  
کواجب پلایا تو میں نے کہا اے کرے بھلا تو بتا تو سہی کہ کسی کی خبر موت لایا ہے۔

قال الامام فقلت من قال الموفق للصواب  
کو نے کہا امام کی خبر شہادت ہے۔ میں نے پوچھا کہ کن امام۔ کہنے لگا صراط مستقیم کا ہادی امام۔

ان الحسینؑ بکربلاء بین الاستنة والضراب  
 کہ بلا میں فرزند رسولؐ حسینؑ یزیدوں اور تلواروں سے شہید ہو گیا ہے  
 قایمکی الحسینؑ بعبرة ترحی اللہ مع الثواب  
 حسینؑ پر آنسو بہا جس سے اللہ کے ہاں سحراب بھی ملے گا۔  
 قلت الحسینؑ فقتال حق لقد سکن اتراب  
 میں نے پوچھا کیا فرزند ہر حسینؑ کی خبر شہادت ہے کہنے لگا واقعاً  
 وہی خاک آلود ہے۔

محمد ابن علی کا بیان ہے کہ اس پرندے کے پروں پر خون اور خون سے مخصوص  
 خوشبو موندی کہ جناب فاطمہ صغریٰ بنت حسینؑ نے اہل مدینہ کو بتا دیا کہ فرزند رسولؐ  
 شہید کر دیئے گئے ہیں۔  
 جب اہل مدینہ کے گورنر تک یہ اطلاع گئی تو اس نے پہلا جو بتھو کیا وہ یہ  
 تھا کہ۔

دختر حسینؑ بھی ہاشمیہ ہے اور ہاشمی جادو کے تماشے دکھا رہی ہے۔

## دختر یہودی کی شفا یابی

عصر عاشور کے واقعات میں سے منتخب التواریخ میں یہ واقعہ بھی ہے کہ۔  
شہادت فرزند رسول کے بعد پرندوں کا ایک غول سرزمین کر بلا سے گزرا۔ دوسرے  
پرندے تراپی پرواز میں مصروف رہے۔ ایک پرندہ میدان کر بلا میں اترا۔ ہر طرف  
لاشے ہی لاشے تھے ایک طرف دھواں تھا۔ خالق عالم کے اشارہ اور ہدایت سے  
اس پرندے نے ان لاشوں میں فرزند رسول کا لاشہ دیکھا۔ قریب آیا۔ اپنے پروں کو خون  
شیر سے رنگین کیا اور اڑ کر چلا گیا۔

ایک جگہ جہاں بہت سارے پرندے جمع تھے۔ یہ بھی آکر بشکل غلغلیں بیٹھ گیا اس  
کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ دوسرے تمام پرندے اس کی شکل و صورت دیکھ  
کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے اس حال اور گریہ کی وجہ پوچھی اس پرندے  
نے انہیں بتایا کہ آپ توانی خوشبوؤں اور مسرتوں میں مصروف ہیں۔ لیکن آپ کو معلوم  
نہیں کہ خانہ زہر اپر کیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ ذرا میدان کر بلا میں جا کر دیکھو۔ نبی ہاشم  
کے بے گور و کفن لاشے۔ جہنم زندگی میں تیروں۔ نیزوں۔ تلوار اور پتھروں سے چور چور  
کیا گیا۔ اور بعد از شہادت ان کے جسم ہائے نازنین پر گھوڑے دوڑا کر انہیں پامال بہالے

اسپان کر دیا گیا ہے۔

بات نہرا کے خیام جلاد سے گئے ہیں۔ ان کے سروں سے چادریں کانوں سے گوشوارے اور ہاتھوں سے گنگن تک اتار لیے گئے ہیں۔ اس وقت ذریت رسول کے لاشے پارہ پارہ ہو کر میدان میں بکھرے ہوئے ہیں اور نہرا زادیاں آگ کے شعلوں سے اپنے کم سن بچوں کو بچانے کی خاطر حیران و سرسرمہ صحرائیں گریاں ہیں۔

اس پرندہ کی زبانی جب دیگر پرندوں نے یہ داستان غم سنی تو تمام پرندوں نے دانہ پانی چھوڑ دیا اور سب کے سب آؤ کو میدان کر بلا میں آئے۔ وہاں لاشوں کے انبار میں جگر پارہ ہائے علی و برتل کو دیکھا۔ تمام پرندوں نے اپنے پر فرزند رسول کے خون سے سرخ کیے اور مختلف اطراف میں خبر شہادت پہنچانے کی خاطر اڑ گئے۔ انہی میں سے ایک پرندہ مدینہ میں آیا۔

پھر روضہ رسول کا طواف کیا۔ اسے دیکھ کر اطراف مدینہ کے تمام پرندے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اس پرندہ سے خبر شہادت سنا کر تمام نے نبی اکرم کے مزار کا طواف کیا۔ اور پھر سب کے سب مزار خاتم الانبیاء پر بیٹھ گئے اور اپنی زبان سے آنحضرت کو پوسہ دینے لگے۔ پھر وہی پرندہ وہاں سے اڑ کر دختر شبیر کی مندر پر آکر بیٹھا بنت حسین کو اپنے بابا کی خبر شہادت دینے کے بعد بیرون مدینہ ایک باغ میں شب بسری کے لیے ایک درخت پر بیٹھ گیا۔

یہ باغ ایک یہودی کا تھا۔ اور یہودی کی ایک مریض اور لاعلاج بیٹی اس باغ میں رہتی تھی۔ اس بچی کی آنکھوں میں نور نہیں تھا۔ پاؤں میں چلنے کی ہاتھوں میں ہلنے کی طاقت نہیں تھی۔ تمام جسم مبروض تھا۔ یہودی دن میں بیرون باغ اپنے

کام کاج میں مصروف رہتا تھا اور رات کو اپنی بچی کے پاس آجاتا تھا۔ اس رات اتفاقاً یہودی کسی کام کی وجہ سے بچی کے پاس باغ میں نہ آسکا۔

جب بچی تنہائی سے اکتا گئی اور باپ کی آمد سے بھی مایوس ہو گئی تو گھسٹے گھسٹے کمرے سے باہر آئی۔ بچی کے کانوں پر کسی پرندے کی انتہائی درد رسیدہ آواز آئی۔ لڑکی لا شعوری طور پر اس آواز کا ٹھکانہ دیکھنے لگی۔ بالآخر بڑی مشکل سے اس درخت تک پہنچ گئی جس پر وہ پرندہ بیٹھا تھا۔ لڑکی وہیں لیٹ گئی۔ پرندے کے پروں سے خون شمیر ٹپک رہا تھا۔ اتفاقاً ایک قطرہ اس لڑکی کی آنکھ میں آگرا جو نئی وہ قطرہ گرا۔ لڑکی کی آنکھ روشن ہو گئی پہلے تو وہ حیران وار ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میری آنکھ میں مینائی آگئی ہے۔ پھر اس نے آنکھ پر انگلی رکھی جو نئی انگلی خون مظلوم سے مس ہوئی۔ پورے ہاتھ کی قوت بحال ہو گئی۔ اب تو اس لڑکی نے اوپر دیکھنا شروع کیا۔

اتنے میں خون کا دوسرا قطرہ ٹپکا لڑکانے اسے دوسری آنکھ میں گرایا۔ وہ آنکھ بھی روشن ہو گئی۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب اسی خون کی برکت ہے۔ چنانچہ پھر تو لڑکی نے ہر گزرنے والے خون کے قطرہ کو اپنے جسم کے مفلوج حصوں پر لینا شروع کر دیا۔

اور خون کی برکت سے عرض دفع ہونا شروع ہو گیا۔ کچھ وقت کے بعد لڑکی بالکل تندرست ہو کر اپنے قدموں پر اٹھ کھڑی ہوئی اور باغ کی سیر کرنے لگی۔ صبح نمودار ہو گئی۔ وہ یہودی آیا۔ سیدھا لڑکی کے کمرہ میں گیا۔ وہاں لڑکی نہ تھی۔ ایک لڑکی کو باغ کی سیر میں مصروف دیکھ کر اس کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہاں میری ایک بیبا اور معذور بچی رہتی تھی لیکن اب نظر نہیں آ رہی۔

لڑکی نے جو نبی اپنے باپ کی پریشانی دیکھی۔ بابا۔ بابا۔ کر کے باپ کے گلے لگی اور بتایا کہ۔

ابا جان!۔

میں ہی آپ کی وہ خوش نصیب بیٹی ہوں۔ اب میں تندرست ہوں۔ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔

یہودی پہلے تو ماننے پر تیار نہ ہوا۔ لیکن جب بچی نے ایک ایک کر کے اپنا ماضی دہرایا تو یہودی کو یقین کرنا پڑا کہ واقعی یہی میری لڑکی ہی ہے۔

یہودی نے پوچھا۔

بیٹی یہ ہوا کیسے؟

میں نے تو تیرے علاج پر تمام گھر کا دیا تھا۔ اور ہر معالج نے تجھے لا علاج کر دیا تھا۔

اب ایک رات میں تو تندرست کیسے ہو گئی۔ اور لا علاج مرض کیسے چلا گیا لڑکی نے شب گذشتہ کا تمام واقعہ سنایا۔

پھر دونوں باپ بیٹی اس درخت کے نیچے آئے جس پر بیٹھ کر وہ پرندہ آہ و بکا کر رہا تھا۔

یہودی نے اس پرندے کو مخاطب کر کے کہا۔

بالذی خلقک یا الطیران اے پرندے تجھے اپنے خالق  
تکلمنی بقدرۃ اللہ۔ کی قسم مجھ سے قدرت الہیہ کے  
ذریعہ بات کر۔

ذات احدیث نے اس پرندہ کو قوت گویائی سے نوازا۔ پرندہ فصیح

عربی میں گویا ہوا اور اول سے لے کر آخر تک شہادت غریب نہر کا واقعہ سنایا کہ بتایا کہ یہ اتفاق ہے کہ میں نے تیرے باغ میں رات گزاری۔ جب یہودی نے یہ واقعہ سنا تو دل میں کہا۔

اگر دین محمدؐ حق نہ ہوتا۔ تو اس کے نواسہ کا خون اتنا عظیم المرتبت نہ ہوتا۔ اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس کی بیٹی نے بھی کلمہ پڑھا۔ اس کے بعد وہ اپنی بیٹی کو لے کر داخل شہر ہوا تمام اہل مدینہ کے سلسلے اپنی لڑکی کو پیش کیا اور خون شہید کا معجزہ دکھایا۔ اس یہودی کے قبیلہ سے پانچ سو یہودیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔



## مدینہ سے ندائے ہاتف

شب شام غریباں کے واقعات میں ایک وہ آواز بھی ہے جسے تمام اہل مدینہ نے سنا لیکن انہیں آواز دینے والا کوئی نظر نہ آیا۔ کمال الہیاریۃ میں امام صادق سے مروی ہے کہ جب فریت رسول میدان کربلا میں فوج ہو گئی۔ اور نہ ہرازاویاں بے مقفع چادر ہو کر صولے کہ یلا میں تہارہ گئیں تو تمام اہل مدینہ نے ایک آواز سنی۔

آج سے اس امت پر مصائب کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب کبھی ریاست خوشی کا منہ نہ دیکھے گی ان میں باہمی تلوار چلتی رہے گی۔ ایک گروہ ظالم یزید کا طرف دار ہو گا اور دوسرا گروہ مظلوم حسین کا طرف دار ہو گا مظلوم کا گروہ ظالم سے اظہار بیزاری کرے گا اور مظلوم کی یاد منانے گا جب کہ ظالم کا گروہ یا مظلوم منانے سے روکے گا۔ اور یہ سلسلہ تا قیام قائم یوں ہی چلتا رہے گا۔

یہ صد اس تک تمام اہل مدینہ گھبرا گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہو گیا ہے؛ بعد میں جب شہادت غریب زہرا کی اطلاع مدینہ میں پہنچی تو لوگوں کو پتہ چلا کہ جس رات ہاتف غیبی نے نزول مصائب کی آواز دی تھی اسی دن کو نواسہ رسول شہید ہوا ہے۔



راوی کتب سے کہ میں نے عرض کیا۔ قبلہ آخری سلسلہ کب تک چلتا رہے گا اور ظالم کے طرفدار کب تک ظالم اور مظلوم کو ماننے والے کب تک مظلوم رہیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی وہ وقت بہت دیر ہے۔ اس کی کچھ علامات میں جب وہ علامات مکمل ہوں گی تو ہمارا قائم قیام کرے گا۔ اس کی علامات میں باقاعدہ شہادت محسن شہادت رسول کو نہیں۔ اور شہادت اکملہ اہل بیت کا مقدمہ چلے گا ظالم کو اس دنیا ہی میں اپنے ظلم کی سزا ملے گی۔

اسی شب جناب ابن عباس نے آنحضرتؐ کو عالم خواب میں اس طرح دیکھا کہ۔ آپ کے سر میں مٹی۔ آنکھوں میں آنسو۔ گریبان چاک اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں آپ کے ہاتھوں میں تیروں سے چھلنی خون آلود قمیض تھی اور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔  
 لا تحسبن اللہ غافلاً عما  
 یعمل الظالمون۔  
 اللہ کو ظالموں کے عمل سے غافل مت سمجھا کرو۔

## سرسبیر اور تندور

اسی شب شام غریباں کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ غریب  
نہرا کا سرسندور میں یا زیر طشت شمر کے گھر یا خولی کے گھر رکھا گیا۔  
ارشاد مفید۔ لوف ابن طاؤس۔ محمد ابن ابی طالب۔ ابو مخنف، ابن شمر اشوب  
اور دیگر قابل اعتماد مورخین نے خولی کے گھر تندور میں لکھا ہے۔ اور واقدی کی  
روایت سے صاحب القبر المذاب نے شمر کے گھر زیر طشت لکھا ہے۔ واقعات  
دونوں مختلف ہیں۔

(مترجم)۔ چونکہ قاتل ہی مورخ تھے، اس لیے ممکن ہے روایات دونوں صحیح  
ہوں اور تاریخوں میں فرق ہو یعنی شب شام غریباں خولی لایا ہوا اسی نے اپنے گھر  
تندور میں رکھا ہو۔ اور شام کی طرف روانگی کے وقت شمر لایا ہو اور اس نے اپنے گھر  
زیر طشت رکھا ہو۔

جو چیز مسلم ہے وہ ہے کہ سرسندور کو تندور اور زیر طشت ہر دو جگہ رکھا گیا  
ہے۔ تاریخ کا اختلاف اتنا اہم نہیں ہے۔ دونوں روایات پڑھی جاسکتی ہیں اور  
کسی روایت کو یقین کے ساتھ جھوٹا نہیں کہا جاسکتا، ہم تاریخین کی سہولت کے لیے

دونوں واقعات درج کیے دیتے ہیں۔

البتہ اس میں ایک سوال یہ ہوگا کہ جب سرہائے شہداء امیران آل محمدؐ کے ساتھ کوفہ میں لائے گئے تو اس وقت بھی مقتل کی تمام کتب کے مطابق سرشبیر ہی تمام سروں سے آگے تھا۔ اگر سر مظلوم کربلاؤں محرم ہی کو کوفہ پہنچ گیا تھا تو پھر سرہائے شہداء کے ساتھ کیسے آیا۔

اس سوال کا آسان سا جواب یہ ہے کہ عمر سعد نے یوم عاشورہ ہی سر مظلوم کربلاؤں کو کوفہ بھیج دیا تھا۔ پھر جب ابن زیاد کو امیران آل محمدؐ کی اطلاع ملی تو اس نے سر امام حسینؑ و دیگر شہداء کے ساتھ لانے کی خاطر کوفہ سے ایک منزل دور بھیج دیا تھا اور یوں سر مظلوم کربلاؤں میں دو مرتبہ آیا۔ ایک مرتبہ تنہا اور دوسری مرتبہ اپنے تمام انصار و اقرباء کے ساتھ۔ مترجم ا۔

قارئین کی خاطر ہم دونوں روایات پیش کیے دیتے ہیں۔

## سرمظلوم خانہ شمر میں زیر طشت

واندی سے مروی ہے کہ جب شمر میدان کربلا سے سرمظلوم کو فہ لایا تو اس نے سر کو تو برے میں ڈال رکھا تھا۔ جب کو فہ پہنچا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ دارالامارہ کے دروازے بند تھے۔ اور ابن زیاد کو جگا کہ اسے سر پیش کرنے کی کوئی صورت نہ تھی چنانچہ سرمظلوم کو گھرے کیا۔ تو برے کو زمین پر رکھ دیا اور طشت اٹھا کر تو برے پر اونڈھا ڈال دیا۔ کھانا کھا کے سو رہا رات کے کسی وقت اس کی بیوی کی آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا کہ طشت کے نیچے سے گریہ کی آواز آرہی ہے۔ اور فہ کی ایک کرن زیر طشت سے نکلی کہ آسمان تک پہنچ رہی ہے۔

یہ حیرت اور استعجاب میں ڈوب کر طشت کے قریب آئی تو صدائے گریہ صاف سنائی دینے لگی۔ واپس آئی شمر کو جگایا اور اسے پورا واقعہ سن کر پوچھا۔ یہ زیر طشت کیا ہے۔

شمر نے کہا۔ مرنے دے۔ ایک باغی کا سر ہے جسے یزید کے پاس لے جا رہا ہوں۔ بہت بڑا انعام ملے گا۔

اس نے پوچھا۔ اس کا نام کیا تھا؟

شمر نے کہا - حسین ابن علیؑ۔

یہ سن کر عورت نے ہائے حسین کہا اور غش کھا کر گر گئی۔ جب افاق ہوا تو کہنے لگی  
اے مجوسیوں سے بدتر انسان۔ تجھے نہ خوف خدا ہوا اور نہ رسول کو نہیں سے  
جیا آئی فرزند رسول کو باغی کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آئی۔ پھر یہ بی بی واپس آئی سر کو  
طشت سے نکالا۔ جھولی میں رکھا۔ پڑوسی عورتوں کو بلایا اور کہنے لگی۔ اے جگر پارہ  
زہر اسعد آپ کے قاتل پر لعنت کرے۔ روتے روتے غیند نے کیا عالم خواب میں دیکھا  
گویا اس کے گھر کی دیوار میں دروازہ بن گیا ہے اس دروازہ سے دو مستورات سیاہ  
کپڑوں میں لبوس اندر آئیں۔ ایک نے بڑھ کر اس کی جھولی سے سراٹھایا۔ سر کو سینے  
سے لگایا۔ دوسریاں۔ اور بیٹھ کر بن کرنے لگیں۔ اس نے ان کے ساتھ والی کینڑوں  
پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ایک ام المومنین خدیجہ البکری اور دوسری اس  
شبید کی ماں دختر رسول ہے۔

ان کے بعد بہت سے سرداں گھر میں داخل ہوئے اس نے ان کے متعلق پوچھا  
تو اسے بتایا گیا کہ درمیان میں سرکار رسالت ہیں۔ ان کے دائیں جانب جناب حمزہ  
ہیں بائیں علی ابن ابی طالب ہیں اور عقب میں جعفر طیار۔ اور دیگر صحابہ ہیں تمام نے  
سر کو باری باری اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ بوسے لیے اور کافی دیر تک تو حیرت و ہکا  
کرتے رہے۔

جناب ام المومنین خدیجہ البکری زوجہ شمر کے پاس آئیں اور فرمایا۔

تو نے ہم پر احسان کیا ہے۔ ہم تیرے ممنون ہیں۔ جو چاہے ہم سے مانگ لے  
اگر جنت میں ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو اٹھ اور تیار ہو جا۔ ہم تیرے منتظر ہیں۔  
زوجہ شمر غیند سے بے دار ہوئی دیکھنا تو سر اس کے سینہ پر تھا۔ اتنے میں شمر آیا

اور اس نے سر کا مطالبہ کیا کہ اب صبح ہو گئی ہے۔ دارالامارہ کا دروازہ کھل گیا ہو گا۔  
ابن زیاد کے سپرد کروں۔

اس مخدرہ نے کہا۔ تو یہودی ہے اب میرا تجھ سے نباہ نہیں ہو سکے گا۔ پہلے  
مجھے طلاق دے پھر دوسری بات ہو گی اس نے اسی وقت اسے طلاق دے دی۔  
اور سر کا مطالبہ کیا۔

اس نے کہا۔ اب تیرا اور میرا کیا تعلق رہا ہے۔ جب تک میرے دم میں دم  
ہے اس وقت تو میں اس سر کو اپنے سینہ سے جدا نہیں کروں گی جب جان نکل گئی۔ تو  
میں بے بس ہوں گی۔

نہرنے سختی سے مطالبہ کیا۔ لیکن اس نے ہر مرتبہ انکار کیا تو غصہ میں آکر شمر نے  
اس مخدرہ پر تلوار کا دار کیا۔ جس سے یہ موقع پر شہید ہو گئی۔

## خانہ خولی میں زیر طشت

اس سلسلہ میں بھی دو روایات ہیں۔  
ایک کے مطابق خولی کی دو بیوریاں تھیں ایک بنی مضر سے مضر یہ کملائی تھی  
اور دوسری بنی تغلب سے تغلب یہ کملائی تھی۔

ایک روایت کے مطابق اس کی ایک بیوی حضرت مہ تھی اور دوسری امدیہ تھی  
اس قبائلی اختلاف سے مرٹ کر یہ مسلم ہے کہ ایک مجاہد اہل بیت تھی جس کا نام نوار تھا  
اور دوسری کے متعلق روایات خاموش ہیں۔ اس طرح دونوں روایات کی تفصیل میں بھی  
قدرے اختلاف ہے۔

ہم دونوں روایات پیش کیے دیتے ہیں۔  
سبحانہ کے مطابق عمر سعد نے عصر عاشور کو سرِ مظلوم خولی کے حوالہ کیا تاکہ اسے  
ابھی ابھی کوفہ سے جانے نہ ہوئی سرے کر کوفہ آیا۔ لیکن دیر ہو چکی تھی۔ دارالامارہ کے  
دروازے بند تھے چنانچہ یہ سر کرے کر گھر آیا۔ اس کی بیوی نوار نے پوچھا۔ یہ کیا  
ہے؟

خولی نے کہا۔ یوں مجھے لگے ڈھیر دس مونا اور چاندی لایا، مومن یہ سر حسین ہے۔

نوار نے کہا: ظالم! اور لوگ سونا اور چاندی لائے ہیں اور تو فرزند رسول کا سر لیا ہے۔ اب کے بعد تو اور میں ایک چھت کے نیچے زندگی نہیں گزار سکتے۔ یہ کہہ کر یہ مومنہ باہر آئی۔

خولی نے اپنی دوسری بیوی کو بلایا۔

نوار کے بیان کے مطابق میں دیکھتی رہی کہ اس سر سے نور کی ایک کرن پھوٹ کر آسمان تک جا رہی تھی۔ اور سفید رنگ پرندے سر حسینؑ کا طواف کر کے نوحہ و بکا کر رہے تھے۔ سر سے تلاوت قرآن کی آواز آ رہی تھی۔ ساری رات سر تلاوت قرآنی میں مصروف رہا۔

صبح جو آخری ایت میں نے سنی یہ تھی۔

سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ -

روضۃ الشہداء نے ابرہہؓ دینوری کی تاریخ سے نقل کی ہے کہ عمر سعد نے سر مظلوم خولی کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ ابھی ابھی ابن زیاد تک پہنچانا ہے۔ خولی کو راستہ میں غروب ہو گیا اس کا گھر بیرون کو ذرا ہی تھا۔ اس خیال سے کہ اب دارالامارہ کے دروازے بند ہو گئے ہوں گے۔ یہ اپنے گھر چلا آیا۔ اس کی بیوی انصاریہ تھی جو منجہ اہل بیت تھی۔ خولی کو علم تھا۔ خولی نے اس ڈر سے کہ کہیں میری بیوی سر کو دیکھنے لے سر کو چھپانے کی خاطر خاموشی سے تندور میں رکھ دیا۔ بیوی سے کھانا مانگا۔

بیوی نے پوچھا۔

اتنے دنوں سے کہاں تھا۔



خولی نے کہا۔ ایک باغی نے زید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اسی سے جنگ تھی۔ آج جنگ ختم ہو گئی ہے باغی مارا گیا ہے۔ اور ہم فارغ ہو کر گھر آ گئے ہیں۔  
 پسندیدہ زوجہ خولی خاموش ہو گئی۔ اسے کھانا دیا۔ یہ کھانا کھا کر سو رہا یہ مومن غار  
 شب پڑھتی تھی۔ جب نماز شب کے لیے اٹھی تو دیکھا گھر میں روشنی ہی روشنی ہے  
 جب ادھر ادھر دیکھا تو اسے نظر آیا جیسے تندو میں آگ جل رہی ہو۔ دل میں کہنے  
 لگی میں نے تو تندو جلایا ہی نہیں تھا۔ پھر یہاں آگ کیسے آ گئی ہے۔ ڈرتے ڈرتے  
 تندو کی طرف بڑھی۔ جب قریب جا کر دیکھا تو تندو میں آگ نہیں تھی۔ بلکہ بے تحاشہ  
 روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جب جھانک کر تندو میں دیکھا تو ایک خاک و خون آلود سر  
 رکھا ہوا تھا۔ پیچھے بٹی تاکہ خولی سے پوچھے کہ اتنے میں چار مستورات گھر میں آئیں اور ایک  
 نے بڑھ کر سر کو تندو سے اٹھایا۔ زوجہ خولی نے ساتھ والی کینڑوں میں سے ایک سے  
 ان کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک ام المومنین خدیجہ اس مظلوم کی نانی ہے  
 دوسری ام السادات فاطمہ الزہراء اس مظلوم کی ماں ہے۔ ایک مریم ام عیسیٰ ہے اور  
 چوتھی اکیہ زن فرعون ہے۔

جس نے سر کو تندو سے اٹھایا ہے وہی دختر رسول اور اس شہید کی محرومہ المسرۃ  
 مان ہے۔ بی بی نے سر کو اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ برسے لیے پھر تمام بی بیوں نے  
 باری باری سر کو اپنے ہاتھوں کو لے کر سینہ سے لگایا اور برسے لے کر نوحہ و بکا  
 کرنے لگیں۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

کافی دیر تک رونے اور گریہ و بکا کرنے کے بعد وہ مستورات  
 غائب ہو گئیں۔ میں اٹھی سر کو تندو سے نکالا۔ اسے مشک و زعفران سے غسل دیا اور اٹھی  
 کے بالوں میں کنگھی کی پاکیزہ جگہ پر رکھ کر یہ مخدہ خولی کے قریب آئی اسے جگایا اور کہا۔

اے ملعون تو تو کہہ رہا تھا کہ کسی باغی کا سر ہے۔ ظالم تو نے مجھے بتایا کیوں نہیں  
 کر یہ تو فرزندِ رسول کا سر ہے۔ خدا اٹھ کے دیکھ تو سہی پورے گھر میں زلزلہ ہے ملائکہ  
 جماعت در جماعت آسمان سے اتر رہے ہیں آدم سے خاتم تک تمام انبیاء آ رہے  
 ہیں۔ اور تجھ پر لعنت کر رہے ہیں۔ آج کے بعد میں تجھ سے بری ہوں تیرا میرا کوئی  
 رشتہ نہیں۔ مجھے طلاق لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ تو اسلام چھوڑ چکا ہے اور کسی غیر مسلم  
 سے نکاح نہیں رہ سکتا۔

پھر یہ مومنہ چادر لینے کی خاطر اٹھی۔ خولی نے پوچھا۔ کہاں جاتی ہے؟  
 اس مومنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چادر لی اور باہر نکلنے لگی۔  
 خولی نے کہا۔ دیکھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں انہیں کہاں چھوڑتی، نور۔  
 اس مومنہ نے کہا۔ ظالم تجھے اپنے بچے اتنے پیار سے ہیں اور تجھے ان کی  
 یتیمی پر افسوس ہو رہا ہے اور ذریتِ رسول کے بچوں کو یتیم کر کے تو انعام لے رہا  
 ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ یہ کہہ کر یہ مومنہ گھر سے باہر نکلی پھر کوئی پتہ نہ چل سکا کہ اسے  
 آسمان نے اٹھایا ہے یا زمین نے نگل لیا ہے۔



## گیارہ محرم کے واقعات

سرِ مظلوم زہراؑ بن زیاد کے پاس گیارہ محرم کو اس وقت لایا گیا۔ جب وہ دسترخوان پر بیٹھا تھا۔

بن زیاد کا سرِ مختار کو اسی دارالامارہ میں اس وقت پیش کیا گیا جب مختار دسترخوان پر بیٹھا تھا۔

مختار کا سرِ مصعب بن زبیر کو اسی دارالامارہ میں دسترخوان پر پیش کیا گیا۔  
مصعب بن زبیر کا سرِ عبد الملک ابن مروان کو اسی دارالامارہ میں دسترخوان پر پیش کیا گیا۔

بن زیاد کا سرِ مدینہ میں جنابِ سجاد کو ایسے وقت پیش کیا گیا جب آپ دسترخوان پر بیٹھے تھے جب آپ نے دسترخوان پر بن زیاد اور عمر سعد کے دونوں نبض سر دیکھے تو۔

سجدہ میں گر گئے اور عرض کیا۔

اے اللہ کی حمد ہے جس نے

الحمد لله الذی احباب

میری دعا قبول فرما کر میرے

دعوتی وبلغتی ثاری من

قتلہ ابی۔  
باپ کے قاتلوں سے میرا  
انتقام لیا۔

اس کے بعد آپ نے مختار کے حق میں ڈھیروں دعائیں فرمائیں۔  
ابن شمر آشوب کے مطابق سرلانے والا اسنان ابن انس تھا۔ ابن شمر آشوب  
کی اس روایت کی بنیاد پر ضعیف روایت ہو سکتی ہے کہ قاتل غریب زہر اسنان تھا۔  
جب کہ معروف اور صحیح قول یہ ہے کہ قاتل مظلوم شمر اور ابن زیاد کے پاس سرلانے  
والا خولی ہی تھا۔

اکثر مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سر مظلوم دیگر شہداء اور قافلہ امیران آل محمد  
کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن یہ کوئی اختلاف والی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سابقاً بتا  
چکے ہیں کہ سر مظلوم دومرتبہ کوفہ میں لایا گیا تھا۔ پہلی مرتبہ عصر عاشور کو کربلا سے چلا۔  
رات خولی یا شمر کے گھر میں تندوریں یا زیر طشت رہا اور گیارہ محرم کی صبح کو ابن زیاد  
کو پیش کیا گیا۔

اور دوسری مرتبہ ابن زیاد کے حکم سے سر مظلوم کو کوفہ سے ایک منزل باہر بھیجا  
گیا تاکہ دیگر سرائے شہداء اور امیران آل محمد کے ساتھ کوفہ میں لایا جائے۔ اسی  
دوسری مرتبہ ہی سر مظلوم کو نجف سے ایک میل باہر مسجد خانہ میں رکھا گیا تھا۔  
بہر صورت اس اختلاف سے قطع نظر ارشاد شیخ مفید کے مطابق محمد ابن قاسم نے

اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ سر مظلوم زہرا ابن زیاد کو چاندی کے طشت میں رکھ  
کے تحفہ پیش کیا گیا۔ اس نے طشت کے اوپر سے رومال بٹایا اور دیکھ کر ہنسنے لگا کافی  
دیر تک اظہار مسرت کرنے کے بعد اس نے اپنی چھڑی دندان مبدک پر رکھی۔ اور  
کہنے لگا۔

اے حسین تیرے دانت بڑے ہی حسین تھے۔  
 زید ابن ارقم بنی خزرج سے تھا۔ انصاری تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے آنحضور  
 کے حضور بنی خزرج کے منافقین کو ظاہر کیا تھا۔  
 یہ ان سابقین سے تھا جنہوں نے حضرت علیؑ کو چھوڑنے کے بعد آپ کی طرف  
 رجوع کیا تھا۔

اس نے ابن زیاد سے فرمایا۔ ابن زیاد اپنی چھڑی بٹالے۔ میں نے کتنی مرتبہ  
 بنی کونین کو دیکھا ہے کہ وہ ان دندان مبارک کے بوسے لیتے تھے۔  
 ابن زیاد نے کہا۔

آپ کی عقل بڑھاپے کی بدولت ناکارہ ہو گئی ہے۔  
 جناب زید یہ سکر دتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر چلے گئے  
 امالی شیخ کے مطابق جب ابن زیاد نے چھڑی سے دندان مبارک منظر کو بلاتے  
 بے ادبی شروع کی تو جناب زید نے کہا۔

چھڑی یہاں سے اٹھالے۔ مجھے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں  
 نے اتنی مرتبہ بنی النبیاء کو ان دانتوں کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔ جہنم میں شمار نہیں  
 کر سکتا۔

پھر آپ رونے لگ گئے۔

ابن زیاد نے کہا۔

اللہ تیری آنکھوں کے آنسو خشک کرے کیا تو اللہ کی عنایت کو وہ فتح پر روتا  
 ہے۔ بخدا اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل ناکارہ نہ ہو گئی ہوتی تو میں اسی وقت  
 تیری گردن مار دینے کا حکم دیتا۔

اس کے بعد جناب زید اپنی جگہ سے اٹھے اور روتے ہوئے گھر چلے گئے اور یہ کہتے گئے۔

اے لوگو!

ذریعہ رسول تمہارے پاس قرآن کی طرح نبی کریم کی امانت تھی اب خود دیکھ لو کہ تم نے امانت نبوی کا تحفظ کیسے کیا ہے؟  
بحاریں علامہ مجلسی نے انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت دربار ابن زیاد میں بیٹھا تھا جب سر مغرب نہرا اسے پیش کیا گیا میں زیاد نے چٹری سے دندان مبارک کی بے ادبی کرتے ہوئے کہا۔

بڑے حسین ذات تھے شیرے اے حسین! میں نے کہا ابن زیاد تو برا تو مان جائے گا لیکن تجھے بتا دوں کہ۔

جہاں تو نے چٹری رکھی ہوئی ہے اسی جگہ پر میں نے کئی مرتبہ لہائے رسول دیکھے تھے۔

سعید ابن معاذ اور عمر ابن ابیہیل نے یوں بیان کیا ہے کہ جب سر مغرب کر بلا ابن زیاد کو پیش کیا گیا تو یہ خبیث کبھی مظلوم کر بلا کی ناک پر کبھی آنکھ پر اور کبھی برسر گاہ نبوی پر چٹری مارنے لگا۔

صحابی رسول جناب زید ابن ابیہیل نے یہ دیکھ کر کہا۔ چٹری اٹھائے میں نے بے شمار مرتبہ تیری چٹری کی جگہ پر لہائے رسول دیکھے تھے اس کے بعد جناب زید دھائیں مار کے رونے لگے۔

ابن زیاد نے کہا۔ جتنا چاہے روئے، ویسے اگر بڑھاپے نے تیری عقل کو ہاکو نہ کر دیا ہوتا تو میں اسی جگہ تیرا سراٹھا دینے کا حکم دیتا۔

جناب زید اٹھے اور جاتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو!

ذریعہ رسول قرآن کی طرح تمہارے پاس نبوی امانت تھی اب  
دیکھ لو جو تحفظ تم نے اس امانت کا کیا ہے۔

اے عربو!۔

تم نے شریعوں کو چھوڑ کر غلاموں کو اپنا حکمران بنالیا ہے۔ اب ان کے  
ظلم سے تم خود بھی پناہ مانگو گے۔ اب یہ لوگ تمہارے اخیار کو قتل اور  
ہمارے اشرار کو اپنا غلام بنالیں گے۔ یوں سمجھو فرزند زہرا کی شہادت  
کے بعد ہمیشہ کے لیے غلامی کی ذلت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ تم جس  
قدر غلامی سے بیچھا چمڑا دگے اسی قدر اس میں الجھتے پلے جاؤ گے۔

سحار میں ابوالقاسم ابن محمد سے مروی ہے کہ میں نے ایسا دردناک منظر کبھی نہیں  
دیکھا جیسا کہ اس وقت دیکھا جب سر مظلوم ابن زیاد کو پیش کیا گیا اور اس نے چھڑی  
سے سر حسین کی بے ادبی کی۔

امامی شیخ کے مطابق سر مظلوم پیش کرنے والوں نے تو ابن زیاد کو چاندی کے  
طشت میں پیش کیا تھا۔ لیکن پھر اس خبیث نے حکم دیا۔ چونکہ حسین کا نامنا سونے  
کو ہمارے لیے حرام کہتا تھا اس لیے مناسب ہو گا۔ اگر سر حسین سونے کے طشت  
میں رکھا جائے چنانچہ سر غریب سونے کے طشت میں رکھا گیا۔ بعد میں اس ملعون  
نے وہ بے ادبی شرمناک کی جسے انس ابن مالک اور زید ابن ارقم صحابی رسول برداشت  
نہ کر سکے۔

بے ادبی کے علاوہ اس نے چھڑی آپ کی خون آلودہ پیش مبارک پر رکھی

اور کہنے لگا۔

حسین تو بہت جلد بوڑھا ہو گیا ہے۔

حسین تو بہت ہی حسین تھا۔ اس جملہ پر انس ابن مالک صحابی رسول نے کہا۔

اسے ابن زیاد سمجھے کیا معلوم ہے کہ شکل و صورت میں حسین سے زیادہ کوئی بھی شبیہ رسول نہ تھا۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس ظالم نے کافی دیر تک سرِ مظلوم کی بے ادبی کرنے کے بعد سرِ مظلوم کو اٹھایا اور اپنے بچس ہاتھوں پر رکھا۔ لیکن جو نبی سر اس کے ہاتھوں پر آیا اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اس کے ہاتھ کاٹنے لگے بدل دھڑکنے لگا۔ چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ فوراً اس نے سرِ مظلوم کو اپنے دائیں زانو پر رکھ لیا مظلوم کہ بلائی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا جو اس کے کپڑے پر گر ا۔ کپڑے سے پار ہو کر اس کی ران میں آیا۔ اور ران کو چیر کر فرسش زمین پر جا کر اس کی ران میں آگ لگ گئی۔ زخم ہو گیا۔ اس نے سر کو زمین پر دسے مارا اور خود چلا کر اٹھا ہر چند علاج کرتا تھا لیکن تازہ زندگی یہ زخم رہا۔ اس سے اتنی بدبو آتی تھی کہ مشک و عنبر رکھ کر محفل میں بیٹھتا تھا۔ جیب ابراہیم ابن مالک اشتر کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی تو اس کی لاش کو اسی زخم سے پہچان گیا تھا۔

یہ بات باعث تعجب نہیں ہے بارش کا قطرہ اگر صدف کے منہ میں گرے تو موتی بن جاتا ہے۔ اور اگر سانپ کے منہ میں آئے تو زہر بن جاتا ہے۔ قرآن کریم اگر بالصرت کے دل میں آئے تو زہم کفر و دور ہو جاتا ہے اور اگر حزن و غم کے دل میں آئے تو کفر کی تہیں اور گہری ہو جاتی ہیں۔ یہی صورت اس مقدس خون



شیر اور آب چشم کی تھی۔

اگر دختر یہودی پر گرا تو اس کے لیے شفا بن گیا اور جب حرا فرادے پر گرا تو اس کے لیے دائمی عذاب بن گیا۔

قدرت نے قدم قدم پر اس خبیث کو درس عبرت دیا لیکن اس کی بد سنجی میں شفاوت میں اضافہ کے سوا کچھ بھی نہ ہوا۔

منتخب میں بعض حاضرین دربار سے مروی ہے کہ جب یہ خبیث سرِ مظلوم سے گستاخی کر رہا تھا اس وقت دارالامارہ کے ایک گوشہ سے آگ کے شعلے نکلے جب اس نے دیکھا کہ شعلوں کا رخ میری طرف ہے تو وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا۔ پورا دربار تہتر ہو گیا۔

اس وقت سرِ مظلوم سے آواز آئی۔

کہاں تک اور کب تک اس آگ سے بھاگے گا۔ فی الحال تجھے جلائے کے لیے نہیں بلکہ تجھے عبرت حاصل کرنے کے لیے ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ۔

سرِ مظلوم سے یہ آواز سن کر تمام اہل دربار بے ساختہ سجدہ ریز ہو کر اپنے جرم کی معافی مانگنے لگ گئے۔ جب آگ بلند ہو گئی تو سرِ حسینؑ سے آنے والی آواز مندر ہو گئی۔

التبر المذاب میں شعی سے مروی ہے کہ ابن زیاد کے پاس اس وقت قیس ابن عباد بیٹھا تھا یہ ملعون سرِ فرزندِ رسول سے بے ادبی کر رہا تھا۔ ابن زیاد نے قیس سے سوال کیا۔

تیس بھلا۔ تیرا حسینؑ اور میرے متعلق کیا خیال ہے؟  
تیس نے کہا۔

یہ سوال ایسا نہیں ہے جو کسی سے پوچھا جائے۔ یہ واضح سی بات ہے کہ۔

قیامت کے دن ایک طرف حسینؑ، حسینؑ کا باپ۔ حسینؑ کا نانا۔ اور حسینؑ کی ماں حسینؑ کے ساتھی ہوں گے اور دوسری طرف تیرا باپ تیرا نانا اور تیری ماں تیرے ساتھی ہوں گے۔

ابن زیاد غصہ سے بیہر گیا۔  
اور تیس کو دربار سے نکل جانے کو کہا۔

بعض علمائے اس واقعہ کو ابوہریرہؓ سے منسوب کیا ہے۔ ممکن ہے دونوں صحیح ہوں اور دونوں سے اس نے علیحدہ علیحدہ سوال کیا ہو۔ کیونکہ جب انسان کو اس کا ضمیر کسی کام پر ملامت کرتا ہے تو پھر وہ اطمینان خاطر کے لیے ایک ہی سوال متعدد افراد سے کرتا ہے۔

جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ممکن ہے کوئی قسمت کا مارا دی جواب دے دے جو اسے مطمئن کر سکے۔

ان دونوں واقعات میں صرف اس قدر فرق ہے کہ ابوہریرہؓ کو دربار سے نکل جانے کے حکم کے علاوہ ابن زیاد نے یہ بھی کہا کہ اگر تو ہمیشہ سے بھلا سا تھا نہ ہوتا تو تجھے اسی وقت قتل کر دیتا۔

جب جی بھر کے ستم ظلم سے گتاخی اور بے ادبی کر چکا تو اس نے سرخولی کے سپرد کیا اور اسے کہا کہ میرے مطالبہ تک اسے اپنے پاس

محفوظ رکھو۔

اس کے بعد اس نے یزید کو فتح کی مبارک بادی کا خط لکھا اور اسی خط میں مزید احکام کا مطالبہ کیا کہ اب سرہائے شہداد اور اسیران آل محمد کو کفر میں قید رکھنا ہے۔ یا آزاد کر کے مدینہ بھیجنا ہے یا شام بھیجنا ہے۔ جواب تک میں انتظار کروں گا اور اسیران آل محمد زندان کفر ہی میں رہیں گے۔



## گیارہ محرم کو کربلا میں کیا ہوا

جب گیارہ محرم کی صبح ہوئی تو عمر سعد نے حکم دیا کہ تمام مقتولین آل محمدؑ کے سرے آؤ۔ تمام لوگ میدان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ایک ایک لاش پر کئی کئی خبیث بھوکے کتوں کی طرح چل پڑے اور سر کاٹنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ابن سعد کے خیمہ کے سامنے سروں کا انبار لگ گیا۔

دوسری طرف جب بے مقصد و چادر ہات زہر لے کر یہ ہولناک منظر دیکھا کہ شہید ہونے کے بعد ہر شہید تیسری مرتبہ ذبح کیا جا رہا ہے۔ تو کوئی بی بی اپنے بیٹے کو۔ کوئی اپنے شوہر کو کوئی اپنے باپ کو اور کوئی اپنے بھائی کو روٹنے لگی۔

جب تمام سر جمع ہو گئے تو اس خبیث الدارین نے ان سروں کو صاف کرنے کا حکم دیا۔ اس صفائی میں خاک و خون سے صفائی بھی تھی اور جلدی میں جدا کیے گئے سروں میں کمی بیشی اور تراش خراش بھی تھی۔

جب تمام سر صاف ہو گئے تو اس نے ان سروں کو ابی زیاد کے پاس لے جانے کا حکم دیا۔

لیکن سرداران قبائل نے کہا۔

کہ سرداروں نہیں جائیں گے۔

ابن زیاد کو کیسے پتہ چلے گا کہ کس قبیلہ نے کتنی جانثاری کی ہے۔ لہذا بہتر ہو گا کہ سرداروں کو قبائل پر تقسیم کیا جائے تاکہ ابن زیاد کے تقرب میں ہر قبیلہ اپنے مرتبہ اور محنت کے مطابق پیش ہو سکے۔

عمر سعد نے اسی تجویز کو قبول کیا۔ اور سرداروں کو حسب ذیل طریقے سے کر بلا میں شریک قبائل پر تقسیم کیا۔

محمد بن ابوطالب کے مطابق ۸۰ سر تھے۔

بنی کندہ کے حصہ میں تیرہ سر آئے ان کا سردار تیس ابن اشعث تھا۔

بنی ہوازن کے حصہ میں بارہ سر آئے۔ ابن شمر آشوب کے مطابق بنی ہوازن کو بیس سر ملے ان کا سالار شمر تھا۔

بنی تمیم کے حصہ میں سترہ سر آئے۔ ابن شمر آشوب کے مطابق بنی تمیم کو انیس سر ملے۔

بنی اسد کے حصہ میں مولہ سر آئے۔ ابن شمر آشوب کے مطابق بنی اسد کو نو سر ملے۔

بنی مذحج کو سات سر ملے۔

دیگر تمام شترکائے جنگ کو تیرہ سر ملے۔

ابن شمر آشوب کے مطابق دیگر شترکائے جنگ کے حصہ میں نو سر آئے۔

ابن شمر آشوب نے بنی مذحج کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

مذکورہ حساب سے سرداروں کی کل تعداد ستر بنتی ہے۔ جب کہ محمد بن ابوطالب

کی روایت کے مطابق کل سرائٹھتر تھے۔

یہ صورت دونوں اعداد زیارت ناجیہ میں نام بردہ شہداء کی تعداد سے کریں  
زیارت ناجیہ میں جن شہداء کے نام لیے گئے ہیں ان کی تعداد بیاسی ہے۔ بعض متعبر  
مورخین نے شہداء کی تعداد اٹھاسی بتائی ہے۔

جیسے صحیح یہ ہے کہ تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔ اور اس کی مکمل تحقیق ہم نے  
جلد اول میں کر دی ہے لہذا یہاں بھکار نہیں کرتے۔

(مترجم۔۔۔ شہداء کی تعداد اور سروں کی تعداد میں مطابقت ضروری  
نہیں ہے کیونکہ ہر سگتا ہے کافی سے زیادہ شہداء کے سرائٹھ سے  
ہی نہ گئے ہوں۔ جیسا کہ نادر شاہ کے واقعہ میں ملتا ہے کہ اس نے جب  
سنا کہ جناب حرم کے سر پر جناب سید الشہداء کا رومال بندھا ہوا ہے  
اور اس نے مزار جناب حرم کھلوا تو اس اطلاع کی تصدیق ہو گئی پھر  
رومال کو کھولا تو خون بہنے لگا۔

میری ذاتی تحقیق کے مطابق اموی حکومت کا بالذات مقصد بنی ہاشم  
سے عداوت بنی ہاشم ہی کی تشہیر اور بنی ہاشم کو صفحہ ہستی سے مٹانا تھا  
ان حقیقت سے عمر سعد سمیت تمام سالاران لشکر آگاہ تھے اس  
لیے بنی ہاشم کے سر جسموں سے جدا کیے گئے اور انہی کو ابن زیاد یزید  
کے قریب کا وسیلہ بتایا گیا۔ ہاشمی خواہ کس تھے یا جوان اور بزرگ  
ان میں سے کسی کا سر جسم کے ساتھ نہیں رہنے دیا گیا۔ دیگر سروں کو  
غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا گیا اور اگر بنی ہاشم کے علاوہ سر جدا کیے بھی  
گئے تو ان شہداء کے جن کے متعلق انہیں علم تھا کہ قبائل عرب میں سے

کو در اور غیر اہم قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ بتا بریں یہ قطعاً ضروری نہیں ہے کہ کوفہ اور شام میں تمام شہداء کے سر لائے گئے (اس مقام پر ہمارے سامنے یہ تحقیق اہم ہے کہ۔

تمام شہداء کے سر عصر عاشور کو کوفہ روانہ کر دیئے گئے تھے یا عصر عاشور کو صرف میدان شہداء کا سر کوفہ بھیجا گیا اور باقی شہداء کے سر گیارہ محرم کو کوفہ بھیجے گئے۔

اس سلسلہ میں ہمیں دو نظریات ملتے ہیں۔ بعض مورخین کے بقول عمر سعد گیارہ محرم کو سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمد کو کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔

شیخ مفید ابن طاووس اور محمد ابن ابی طالب کے مطابق سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمد کو تو گیارہ محرم کے دن کوفہ بھیجا گیا۔ لیکن ابن سعد بارہ محرم کو سسرے کوفہ روانہ ہوا۔

ان دونوں اقوال کو درست تسلیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان میں تضاد نہیں ہے اور وہ یوں کہ سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمد کو گیارہ محرم کو کوفہ بھیج کر عمر سعد اپنے نجس مقتولین کو دفن کرنے کی خاطر رہ گیا ہوا اور بارہ کو کربلا سے فارغ ہو کر تیز رفتاری کے ساتھ پیچھے سے جا ملا ہوا اور کوفہ میں وارد ان کے ساتھ ہوا ہو مؤلف :-

اب سوال یہ ہے کہ صرف ایک دن میں عمر سعد کا اپنے مقتولین کو جمع کر کے انہیں دفن کرنا ممکن نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہماری تحقیق کے مطابق کم از کم فوج یزید کے مقتولین کی تعداد بیس ہزار تھی۔

اس لحاظ سے مورخین نے یزیدی لشکر کی کل تعداد چھیس ہزار بتائی ہے وہ بھی غلط ہی ہے۔

مورخین نے صراحت سے لکھا ہے کہ لشکر فرزند رسول سے اگر ایک شہید ہو جاتا تھا تو اس کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن لشکر یزید سے سو کے مر جانے سے بھی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اگر فوج یزید کے کل چھیس ہزار میں سے بیس ہزار مقتول ہوں تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ لشکر یزید میں کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کل لشکر سے جب چار حصے نابود ہو جائیں اور پانچواں حصہ باقی رہ جائے تو کون علقمہ کہے گا کہ اس لشکر میں کمی محسوس نہیں ہو رہی ہاں اگر ان روایات کو قبول کر لیا جائے جن میں لشکر یزید کی تعداد لاکھوں میں بتائی گئی ہے تو پھر ہزاروں کے مرنے سے لاکھوں کی تعداد میں کمی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اور لاکھوں کی موجودگی میں بیس ہزار کا دفن آدھے دن میں ناممکن ہو گا۔

بہر صورت یہی گیارہ محرم کا ہی دن تھا جس میں یزیدی مسلمانوں کے نجس جسم سپرد خاک کیے گئے اور آل محمد کے پاکیزہ جسموں کو پسنے کے لیے ریگ چھار چھوڑ دیا گیا نہ ہزار دیوں کو جس طرح بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ اور جس طرح یزیدی مسلمانوں نے وقت سواری بنت نہرا کے گرد دائرہ نگ کیا۔ یا۔ جب ثانیہ نہرا نے عمر سعد سے فرمایا۔ ظالم! بہت ہو چکا ہے اب اپنے کینوں سے کہہ دے کہ ہمارا تماشہ نہ دیکھیں اور نہ ہی ہم سے تعاون کر رہیں ہم ایک دوسرے کو اونٹ پر سوار کرالیں گے۔ پھر جس طرح ثانیہ نہرا نے ایک ایک بی بی کو سوار کیا۔ ان کی جھوسوں میں بچے دیئے۔ آخر میں جناب سجاد بی بی کو سوار کرتے ہوئے تین مرتبہ زمین بوس ہوئے اور جناب فضہ نے اگر ثانیہ نہرا کو سوار کرا کے خود بمشکل سوار ہوئے یا جب



جناب بنیادی غم۔ تکلیف۔ اور کوڑوں کی سختی سے کمزوری کے باعث اونٹ پر بیٹھ نہ سکتے تھے اور آپ کے پاؤں اونٹ کے نیچے کس کر باندھ دیئے گئے اور ایک رسی گلے میں ڈال کر اونٹ کی گردن سے باندھ دی گئی یہ وہ حالات ہیں جنہیں غم بھگنے سے قطعاً قاصر و عاجز ہے۔

کیسے نکھا جائے کہ پروردہ امن شہزادیاں جو مدینہ سے کر بلا تک قمر بنی ہاشم بمشکل نبی ارد گرد جو انان بنی ہاشم کے سایہ میں محمولوں پر سوار ہوتی تھیں۔ آج وہ کس طرح عمر سعد اور شمر جیسے ملائین کی گوانی میں رسن بستہ بے پالان کے اونٹوں پر سوار ہوئیں۔



## ایران آل محمد اور لاشہ ہائے شہدار

جب یہ ملائین نبی زاد یوں کورسن بستہ بے پالان کے اونٹوں پر بٹھا کر  
سوئے کوئے روانہ ہوئے تو ان سعد اور شمر کے حکم سے مستورات کو قتل سے گزارا گیا  
تاکہ ہر ماں اپنے بیٹے، ہر بہن اپنے بھائی، ہر بیٹی اپنے باپ اور ہر بیوی اپنے  
شوہر کے بے غسل و کفن بے سر یا مال لاشہ کو دیکھے اور اس کے دل کی سوزش میں مزید  
اضافہ ہو۔

(یہ لوگ اگر مقتولین بدری کا انتقام لے رہے تھے تو کاش انسانیت کا دامن  
ہاتھ سے نہ چھوڑتے نبی کریم نے کب مقتولین بدر کی بہنوں، بیٹیوں، بیویوں، اور  
ماؤں کورسن بستہ کر کے مقتولین بدر کے لاشوں پر سے گزارا تھا۔؟

مترجم۔

جب بے مقنع و چادر بے سہارا ہر ازادیوں کی سواریاں قتل سے گذریں  
اور ہر ماں نے اپنے بیٹے کو، ہر بہن نے اپنے بھائی کو، ہر بیوی نے اپنے شوہر کو  
اور ہر بیٹی نے اپنے باپ کو گرم دیگ صحر پر بے گور و کفن دیکھا تو بے ساختہ چیخیں  
نکل گئیں۔

ام کلثوم زینب بنت علی سے برداشت نہ ہو کر اس مخدرہ نے جب اپنے بھائی کو گرم ریت پر دیکھا تو اپنے کو اوزٹ سے گرا دیا۔ (میرادل نہیں مانتا کہ ثانیہ زہرا کو اوزٹ سے گرتے دیکھ کر بقیہ بی بیوں اور ٹٹوں پر سوار رہ سکی ہوں، مشکل بنی کی ماں بھی تھی۔ شیر خوار اصغر کی ماں بھی تھی۔ نوشتہ ناسم کی ماں بھی تھی۔)

(مترجم)

منعجب التواریخ کے مطابق جب ام کلثوم زینب نے اپنے بھائی کا تقسیم شدہ بے سر لاشہ گرم ریت پر دیکھا تو اپنے کو اوزٹ سے گرا دیا۔ بھائی کے لاشہ کو رتن بستہ ہاتھوں سے گلے لگایا اور دینہ کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔

یا رسول اللہ انظر الی	اے رسول نانا ذرا آ کر اپنے
جسد و لدک ملفی	بیٹے کا بے سر لاشہ ریگ کر بلا
علی الارض بغیر غسل	پر پڑا ہوا دیکھ جو بے گورو
کفنہ مرملہ السافی	کفن ہے ریگ حوا اڑاڑ کے
علیہ۔	کفن بن رہی ہے۔ اور اس
و غسلہ و مہ الحباری	کا غسل اس کی شہ رگ سے
من و رید یہ	بنے والے تازہ خون سے ہو
یا حداد صلت	رہا ہے۔ نانا آپ کی نماز
علیک ملیک السماء	جوازہ تو ملا نکم آسمان پر پڑھی
و هذا حسین مرمول	تھی۔ اور آپ کا یہ حسین ہے
بالدماء۔	خونخاک و خون میں غلطان

ہے۔

پھر نبی نے یہ مشیہ پڑھا۔

بنت الرسول انظری  
جسما بلا کفن -  
حفت به من  
ذوالایمان ابدان -  
قومی الیہ و عی  
صدع اعظمه فصد  
تحیل الجرد  
میدان -

اسے دختر رسول آ اور بے گورد  
کفن بیٹے کلا شہر دیکھ اس بیٹے  
کلا شہر جس کے گرد دیگر مومنین  
کے لاشے بکھرے پڑے ہیں  
اسے ماں ذرا آ کے اپنے بیٹے  
کی شکستہ پسلیاں تو جمع کرے  
وہ بیٹا جس کا سینہ گھوڑوں کا  
میدان بنا رہا ہے۔

قبرا و اجرک عند  
اللہ رضوان یا کر بلا  
فیک آل المصطفی  
دفنوا و لیہتک  
الفخر ما عتمک  
اکبات -

اسے ذرا آ کے اپنے نازوں کے  
پائے حسین کے پیے ایک قبر تو  
بنادے اللہ آپ کے اجر دے گا  
اسے زمین کر بلا تیرے فخر کے  
یہے تاقیات ہی کافی ہے کہ  
آل مصطفیٰ کے پاکیزہ نفوس تیری  
گود میں ہیں۔

مؤلف :-

اس مختصرہ عالم کی عظمت شان اور جلالت قدر کے لیے آتنا ہی کافی ہے کہ  
آخری الوداع کے وقت جب جناب سجاد عالم غشش میں تھے تو امام مظلوم نے  
اسرار امامت اسی مختصرہ کے سپرد کر کے اسے امینہ اسرار امامت بنا دیا تھا۔

کامل الزیارہ کے مطابق یہ وہ مخدّرہ عالم ہے جس نے انتہائی کٹھن حالات میں مصائب میں حوصلہ کیا اور امام وقت کو اس طرح تسلیاں دیں جس طرح امام تسلی دیتے ہیں۔

قدامہ ابن زائدہ نے اپنے باپ زائدہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔  
تو آپ نے پوچھا۔

اے زائدہ میں نے سنا ہے کہ تو کربلا مظلوم کربلا کی زیارت کو جاتا ہے۔

زائدہ نے عرض کیا۔

قدامہ آپ نے سچ سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

مجھے معلوم ہے کہ حکومت وقت اسے اچھا نہیں سمجھتی اور تیرے تعلقات موجودہ حکمرانوں سے اچھے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فرزند رسول سے محبت کی وجہ سے حکمرانوں سے تیرے تعلقات بگڑ نہ جائیں۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ! اس سلسلہ میں میں نے کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ کون راضی ہے اور کون ناراض میرا مقصد صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی ہوتا ہے اگر کسی کو میرے اس مقصد سے اختلاف ہو اور وہ مجھ سے

ناراض ہو جائے تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی۔ میں اس موت کو خوشی سے قبول کر لوں گا جس میں مجھے یقین ہو کہ اس جرم میں دی جا رہی ہے جس کا انجام اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی تھا۔

آپ نے فرمایا۔

اے زائدہ واقعاً اس طرح ہے؟

میں نے عرض کیا۔

حضور! واقعاً اسی طرح ہے۔

آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا اور میں نے بھی تینوں مرتبہ وہی عرض کیا۔

پھر آپ نے فرمایا۔

اے زائدہ اگر ایسی بات ہے تو پھر میں تجھے ایک ایسی بات سناؤں جو مجھے میری حاملہ اسرارِ امانت اور عالمہ غیر معلّمہ بھوپھی ام کلثوم زینب نے سنائی تھی۔

جب ہمارا قافلہ میدانِ کربلا سے چلا۔ اور ہمیں مقتل سے گزرا گیا۔ تو میں فریت نبی کے بے گدو کنن لاشوں کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ میری پریشانی کو میری بھوپھی سمجھ گئی۔ اور مجھ سے فرمایا۔ اے حجتِ خدا! کیا بات ہے میں تجھے پریشانی دیکھ رہی ہوں۔

میں نے عرض کیا۔

بھوپھی جان! کیا اس بیٹے سے یہ بات پوچھنے کی ضرورت ہے جس کے

باپ کا لاشہ اس کے سامنے بے گور و کفن ہوا اور وہ دفنانہ سکے۔ یا اس بھائی سے پوچھنے کی ضرورت ہے جس کے سامنے اس کے جوان اور کم سن بھائیوں کے لاشے بے غسل پڑے ہوں اور وہ انہیں غسل تک نہ دے سکے۔ پھوپھی نے فرمایا۔

نہیں بیٹے اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس قربانی کے بغیر نانا کا دین محفوظ نہیں تھا۔ اور ہم سے یہ عہد ہمارے نانا نے لیا تھا۔ ہمارے نانا سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا آپ کے بابا اور اس کے شہید ساتھیوں نے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا ہے اور ہم اپنا عہد نبھا رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا پھوپھی اماں وہ عہد کیا ہے۔

مجھے پھوپھی نے بتایا بیٹے تاحال میں اس دنیا میں نہیں آئی تھی۔ اور مجھے ام المین نے بتایا ہے کہ ایک روز نبی کو میں ہمارے گھرانے بیٹی کے پاں آگئے اور اسے کچھ کھلانے کی فرمائش کی۔ اتنے میں میرے بابا علیؑ اور حسینؑ بھی آگئے میری ماں نے آنکھوں کے لیے کھجوروں کا حلوہ تیار کیا۔ جسے سب نے لے کر کھایا آپ بہت خوش تھے۔ اس خوشی میں آپ نے سجدہ شکر کیا۔ ابھی سجدہ ہی میں تھے کہ آپ کے روتے کی آواز بلند ہوئی کافی دیر تک آپ سجدہ میں پڑے روتے رہے۔

جب سر بلند کیا تو آپ کو روناریکھ کر بابا علیؑ ماں زہراؑ اور حسینؑ نے بھی رونا شروع کیا اور آنکھوں سے گریہ کا سبب پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔

آج جب میں نے آپ کو جمع دیکھا اور تمام کو خوش و خرم دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ اور اسی مسرت میں سجدہ شکر ادا کیا۔ دوران سجدہ جبریل نے آکر

بتایا کہ۔

اے محمد!

اللہ کی طرف سے تحفہ درود و سلام کے بعد یہ ارشاد ہوا ہے کہ۔ آج آپ اپنے اہل بیت کو دیکھ کر بہت خوش ہیں۔ اللہ بھی آپ کی اس خوشی میں شریک ہے۔ لیکن آپ کو بتایا جا رہا ہے کہ جب کبھی دین کو قربانی کی ضرورت ہوئی تو میرے علم الہی کے مطابق تیرے ہی اہل بیت ہی دین پر قربانی دیں گے اور میں اس کے عوض ان کے چاہنے والوں کو ان کی سفارش پر جنت دوں گا۔

اے میرے حبیب!

تیرا بھائی اور تیرا نمکسار تیرے بعد معقوب امت ہوگا۔ اس سے نمبر چھین لیا جائے گا اور اسے مہربان کر کے بٹھا دیا جائے گا۔ پھر کائنات عالم کے ہاتھوں ایک تیرہ سخت کی سازش سے ایک رویا ہ کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرے گا۔

تیری یہ عزیز بیٹی تیرے بعد تیری امت کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کرے گی۔

اسکی میراث غصہ ہوگی اس کے دو کو جلایا جائے گا۔ اس کا پہلو زخمی اور شکستہ ہوگا۔ اس کا محسن شہید ہوگا۔ دایاں ہاتھ میری عبادت کے قابل نہ رہے گا۔ تیرا بڑا بیٹا زبردغا سے شہید ہوگا اس کے جنازہ پر تیرا بازی ہوگی۔ اسے تیرے مزار کا طواف بھی کوئی نہ کرنے دے گا۔

تیرا یہ چھوٹا حسین عتین دن کا بھوکا اور پیاسا میدان کربلا میں ہی شہید ہوگا۔



اس کے بھائی بیٹے۔ اور یار و انصار کی لاشیں اس کے سلسلے ہوں گی۔ تین دن تک ان کے لاشے بے گور و کن رہیں گے۔

تیری ذریت کی مستورات کو رکن بستر بے پالان کے اونٹوں پر سوار کر کے شہر بہر تشریف لایا جائے گا ان کی سواریوں کے آگے ان کے اعزاء و اقرباء کے مرد و کنبہ پر ہوں گے۔

پھر اللہ تیری امت سے ایک قوم کو مبعوث کرے گا جنہیں یہ کافر نہیں پہچانتے ہوں گے۔ وہ لوگ تیری ذریت کے خون سے میرا ہوں گے۔ وہ ان بے گور و کن لاشوں کو دفن کریں گے۔

سید الشہداء کے مزار پر علامت نصب کریں گے جو تاقیامت اہل حق کی ہدایت کی علامت رہے گی۔

تیری امت سے ایک گروہ ان مقتولین کے غم میں تاقیامت آنسو بہائے گا ان کی تنزیہ داری کرے گا۔ اللہ آسمان میں ایسے ملائکہ پیدا کرے گا جو ان مزاروں اور سید الشہداء کے زائروں کے لیے تاقیامت استغفار کرتے رہیں گے۔

کچھ لوگ تیری امت سے ایسے بھی ہوں گے جو مزار سید الشہداء کو نابود کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ان کی کوشش رائیگاں چلے گی۔

سجاد بیٹے جب میں نے اس دنیا میں آکر ہوش سنبھالا تو مجھے ام المین نے یہ حدیث سنائی پھر میں ہمیشہ اس انتظار میں رہی کہ کبھی موقع ملا تو بابا سے اس کی تصدیق کروں گی۔ پہلے تو مجھے موقع نہ ملا البتہ جب ۲۱ ماہ رمضان کی شب جو میرے بابا کی آخری رات تھی میں اور بابا تنہا تھے۔ بابا کا سر میری گود میں تھا میں نے عرض کیا۔ بابا جان! میں نے ایک حدیث ام المین سے سنی ہے

چاہتی ہوں آپ کی زبان سن لوں ۔

آپ نے فرمایا ۔

میری بیٹی ام المین نے جو کچھ بتایا ہے سچ ہے ۔ اب علی میں اتنی تاب  
کہاں رہی ہے کہ تجھے کر بلا کے واقعات سنائے تو تیرا کوفہ میں آنا تجھے سنائے  
کہ تو کیسے آئے گی اور ابن زیاد و یزید کے سامنے کھڑے ہو کر تجھے کس طرح سوال و  
جواب کرنا ہوں گے ۔

بیٹی نہ خود رو اور نہ مجھے رلا ۔ بس جو کچھ ام المین نے تجھے بتایا ہے

وہ سچ ہے ۔



# شکرِ یزید کے جانے کے بعد کربلا میں

## کیا ہوا؟

جب آلِ محمد کی مستورات اسیر ہو کر اور یزیدی مسلمان بناتِ زہرا کو رس بستر کے کونہ کی طرف چلے گئے تو بحاکمِ مطابق بنی اسد کا ایک کاشت کار یہ روایت کرتا ہے کہ۔

میں نے میدانِ کربلا میں انتہائی حیرت انگیز واقعات دیکھے اکثر واقعات تو ایسے ہیں جنہیں میں بیان ہی نہیں کر سکتا۔ البتہ ایک دو ایسے واقعات ہیں جنہیں میں سنائے دیتا ہوں۔

یزیدی فوج کے جانے کے بعد میدانِ کربلا میں سوائے آلِ رسول کے اور کوئی لاشہ تو باہر تھا انہیں کیونچہ یزیدیوں نے اپنے تمام مقتولین دفن کر دیئے تھے۔

ایسی ہیو میدانِ کربلا سے چلتی تھی کہ اس مواسے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی۔ وقتِ شب آسمان سے تارے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر میدانِ کربلا میں

گرتے تھے۔

ہر دن کے وقت غروب قبلہ کی طرف سے ایک شیر آتا تھا اور صبح کو واپس سوئے قبلہ چلا جاتا تھا۔

میں نے ہی سوچا کہ چونکہ مقتولین باغی تھے اس لیے شیر گوشت کھانے آتا ہے۔ لیکن جب میں ہوا سے مشک و عنبر کی خوشبو اور وقت شب تارے ٹوٹے دیکھتا تو پھر سوچتا کہ اگر یہ واقعا باغی ہوتے تو آج تک کبھی ایسے مقتول نہیں دیکھے جیسے یہ ہیں۔ ان کے ساتھ اللہ کی طرف سے ایسا سلوک ہرگز نہ ہوتا۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ آج رات شب بیداری کر کے پہلے تو اس شیر کا معاملہ دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ کیا ان مقتولین کا گوشت کھاتا ہے یا کچھ اور کرتا ہے۔ جب کہ یہ بھی مجھے معلوم تھا کہ شیر کبھی باسی گوشت نہیں کھاتا۔ انہی خیالات میں سورج غروب ہو گیا اور میں نے شیر کو حسبِ عادت آتے دیکھا۔ جب شیر لاشوں میں آیا تو میں دیکھ رہا تھا کہ ایک ایک لاش پر جا کر اسے سونگھتا تھا۔ پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔

بالآخر ایک ایسے جم پر آ کر رک گیا۔ جو اس طرح چمک رہا تھا جیسے ماہِ دو ہفتہ شیر اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھا اب اس کا گوشت کھا لے گا۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ شیر اس کے خون سے اپنا سر اور منہ سرخ کرنے لگا۔ اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں۔ یہ دیکھ کر میرے اوسانِ خطا ہو گئے۔ اور میں نے کہا۔ اللہ اکبر یہ کیسا شیر ہے اور یہ کیسے مقتولین ہیں۔ اب میری آنکھوں سے نیند از خود اڑ چکی تھی۔ جب تاریکی اچھی طرح چھا گئی تو میدانِ کربلا میں ہر طرف سے تباہی و تاراج ہوا کرنے لگیں۔

ساتھ ہی نوحہ و بکا کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ بے شمار عورتیں ہیں جو واسنیاہ دلا ماہ کہہ کر رو رہی ہیں۔

میں ایک عورت کے قریب گیا اور اس سے اس گریہ کی وجہ پوچھی اور یہ بھی پوچھا آپ کون ہیں۔

اس نے جواب دیا ہم قوم جن سے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف سے اس مظلوم پر رونے کا حکم ملا ہے۔

میں نے پوچھا کیا یہی فرزند رسول مظلوم ہے جس کے پاس شیر بیٹھا ہوا ہے؟

اس نے کہا ہاں یہی فرزند نبیؐ ہے۔

کیا اس شیر کو بھی پہچانتا ہے؟

میں نے کہا نہیں۔

اس نے کہا یہ ملائکہ کو دین سے ایک ملک ہے۔

مؤلف :-

اس جگہ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ ملک کی روح کسی شیر کے جسم میں کیونکر آسکتی ہے؟

جب کہ ملک ایک پاکیزہ روح ہے اور شیر ایک دندہ ہے؟

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ روح ملک شیر میں آسکتی ہے تو پھر یہ سوال ہوگا کہ شیر کا وہ کونسا جسم تھا کیا کسی مردہ شیر کے جسم میں روح ملک آئی تھی یا شیر کا برزخی جسم تھا؟

شیر کا کوئی ما جسم فرض کر لیا جائے پھر ایک سوال ہوگا کہ اگر وہ فی الواقع

ملک ہی تھا تو پھر اس کی نشت و برخواست اور طور و اطوار شیر سے کس طرح ہو سکتے ہیں۔

**جواب :-**

اولاً تو ہم نقضی جواب دیں گے کہ ہمارے پاس احادیث و روایات کا ایسا دافن ذخیرہ موجود ہے۔

جس میں بتایا گیا کہ ملائکہ مختلف اشکال بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور مختلف اشکال بدل کر آتے رہے ہیں۔

مثلاً جبریل و جبریل کی شکل میں وغیرہ وغیرہ۔ ہاں جو حیوانات نجس العین ہیں مثلاً کتا اور خنزیر ان کی شکل ملائکہ تبدیل نہیں کرتے۔

دوسرا جواب علی پیش کرتے ہیں۔ البتہ اس کے لیے آپ کو تنہید کی ضرورت ہو گی اور ہم مختصر پیش کیے دیتے ہیں۔

سب سے پہلے ہمیں نفس انسانی کے متعلق دیکھنا ہو گا کہ۔

نفس انسان کو جسم انسان سے کونسا رابطہ ہے؟

کیا نفس انسانی اور جسم انسان میں وہی تعلق ہے جو عرق گل کو گل سے

ہوتا ہے؟

یا نفس انسان کو جسم انسان سے وہ رابطہ ہے جو سوار کو سواری سے

ہوتا ہے؟

اور نفس انسان جسم انسان پر اس طرح غالب اور متصرف ہوتا ہے جس طرح

سوار سواری پر غالب اور حسب مقتضایہ متصرف ہوتا ہے۔

یا ان دونوں اقسام میں سے کوئی بھی قسم نہیں ہے۔ اور ہمیں نفس اور جسم میں باہمی ربط کا کوئی علم نہیں ہے۔

بلکہ ہمیں صرف ان قدر معلوم ہے کہ نفس کو جسم میں تصرف حاصل ہے اور جیسے چاہیے جسم سے اعمال کرا سکتا ہے۔

ان تین نظریات میں سے ہر نظریہ کے قائل اور معتقد موجود ہیں۔ ویسے اگر ان تین نظریات میں سے کسی ایک نظریہ کا انکار کیا جاسکتا ہے تو وہ صرف پہلا نظریہ ہے۔

جہاں تک دوسرے نظریے کا تعلق ہے تو ان میں سے جس بھی نظریہ کو اپنایا جائے کوئی حرج نہیں ہے۔ اور شیر کے جسم غصری میں کسی ملک کا تصرف ان دونوں وجوہ میں سے کسی ایک صورت سے ہو سکتا ہے۔

جسم غصری میں اس قسم کے تصرفات نہ صرف ملائکہ کر سکتے ہیں بلکہ تمام آئمہ اطہار میں بھی یہ قدرت ہے کہ وہ بھی جس طرح چاہیں اجسام غصریہ میں تصرف کریں۔ کیونکہ جس طرح انکا اپنا جسم غصری ان کے لیے ایک عارضی جسم ہوتا ہے اسی طرح تمام اجسام غصریہ ان کے لیے عارضی ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم اور تمام آئمہ جب چاہتے تھے اور جیسے چاہتے تھے اجسام غصریہ میں تصرف کرتے تھے۔ اللہ کی جانب سے انہیں اس تصرف کی قدرت نہ صرف نواز گیا تھا بلکہ انہیں ایسے تصرفات کی کھلی اجازت تھی اور ان تصرفات میں وہ کسی دقت یا عارضہ وغیرہ کے محتاج بھی نہیں تھے۔ بلکہ کسی بھی جسم میں کوئی سا تصرف صرف ان کے ارادہ امر کا محتاج ہوتا تھا۔

جب انہیں اللہ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے کہ پتھر سے اونٹوں کی

قطار برآمد کر لیں۔

جب انہیں اللہ کی طرف سے یہ طاقت حاصل ہے کہ دیوار پر بنی ہوئی شیر کی تصویر کو حکم دیں تو وہ حقیقی روپ دھار کر کسی انسان کو کھائے اور پھر اپنی اصلی شکل میں تصویر بن کر دیوار یا ستون پر چپاں ہو جائے تو پھر کسی جسم منفری میں تصرف تو ان کے لیے بڑی معمولی سی بات ہے۔

عیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ۔

احمد ابن بہران نے دوران گفتگو کہا۔

اے پسر موسیٰ۔

اگر آپ نے دعا کی ہے اور بارش آگئی ہے تو اس پر فخر کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ کے نزدیک بارش کا ایک وقت مقرر ہے اور بارش اس وقت سے نہ پہلے آسکتی ہے اور نہ بعد میں وہ تو ایسا وقت تھا کہ اگر آپ بارش کے لیے دعا نہ بھی مانگتے تو آجاتی۔

اگر آپ ہیں کماں امامت دکھانا چاہتے ہیں تو اس طرح دکھائیں جس طرح جناب ابراہیم نے چار پرندوں کو ذبح کیا۔ ان کے گوشت کا قیہ بنایا۔ پھر انہیں چار پہاڑوں پر تقسیم کیا۔

سراپے ہاتھ میں لے کر انہیں پکارا اور ہر پرندے کا گوشت پہاڑ سے اڑا کر اپنے سر سے متصل ہو گیا۔

اگر آپ بھی واقفاً معجزہ نما ہیں تو قالین پر یہ جو دو شیروں کی ایک دوسرے کے مقابل تصویریں بنی ہوئیں ہیں۔ انہیں حکم دیں یہ شیریں کر بجے کھائیں۔



امام رضا نے سکا کر ماموں کی طرف دیکھا۔  
 ماموں نے عرض کیا اے فرزند رسول اگر اس کی یہی خواہش ہے تو میں کیا  
 کر سکتا ہوں۔

آپ نے ان شیروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔  
 دونکما الفاجر۔ یہ ناجہ تمہاری خواہاک ہے۔

پھر کیا تھا۔  
 دیکھنے والوں نے دیکھا کہ قالین میں حرکت پیدا ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے اٹھ  
 کر کھڑی ہو گئیں۔

اصدا بن مہران نے بھاگنے کی کوشش کی ایک شیر نے تھپڑ مارا کر گیا دوسرے  
 نے پیٹ پر پیچ مارا اور چہرہ کر نگل لیا۔ دونوں نے کھانا شروع کیا۔ سب اہل  
 دربار دیکھ کر دم بخود ہو گئے اب کسی میں ہٹنے تک کی ہمت نہ تھی شیروں نے  
 جب بڑی پسلی سب ہضم کر لی تو قالین سے خون پامنا شروع کر دیا۔ جب قالین  
 اچھی طرح صاف ہو گیا تو امام رضا کے قدم چومے۔ اور عربی نصیح میں عرض کیا مائتا  
 اگر اجازت ہو تو جانتوں کی اس جڑ کو بھی اپنا زادہ بنالیں۔ دونوں نے ماموں کی  
 طرف اشارہ کیا۔ جب ماموں نے شیروں کی یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گیا۔ آپ  
 نے فرمایا۔

اس کے منہ پر پانی چھڑا کہ جب پانی چھڑا گیا کافی دیر کے بعد اسے افاتہ  
 ہوا۔ جب ماموں اٹھا تو شیر ابھی آپ سے اجازت مانگ رہے تھے ماموں کی  
 توسی کم ہو گئی۔

آپ نے شیروں سے فرمایا۔

اس کے سلسلہ میں اللہ کی بھی ایک تدبیر ہے۔ جسے اس کی ذات پر اور کرے گی۔

شیروں نے عرض کیا۔

قبذ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔

اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔

دونوں شیر تالین پر بیٹھ گئے۔ اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ پہلے جس دو تصویر میں ہو گئے۔

ماہون نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے مسند اقتدار خالی کر دوں۔

آپ نے فرمایا۔

جہاں تک مانگنے کا تعلق ہے میں مانگوں گا نہیں تیری اپنی مرضی ہے۔ جس چیز کا تعلق اللہ سے ہے اس نے ہمیں دے رکھا ہے اور تو ابھی ابھی اس کا شاہدہ کر چکا ہے۔

نبی آدم کے جاہل۔ حاسد اور متعصب افراد کے سوا کائنات عالم کی ہر چیز ہمارے تابع فرمان ہے۔

یہ بھی اللہ کی ایک تقدیر ہے کہ اللہ نے یوسف جیسے نبی کو حکم دیا تھا کہ عزیز مصر کی غلامی قبول کرے۔

اس قسم کے بے شمار مثالیں موجود ہیں جنہیں اگر جمع کیا جائے تو عظیم کتاب

مرتب ہو۔

اسی قدرت الہیہ کی عنایت ہی سے تو نبی کو نبین اور آئمہ کرام ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے صراحتہ حادث ہمدانی سے فرمایا تھا۔

یا حارث ہمدانی اے حارث ہمدانی جو بھی اس  
من یمت یرنی من دنیا سے جائے گا خواہ مرض  
مومن اد منافق ہو یا منافق ہو مجھے اپنے سرانے  
قبلا۔ دیکھے گا۔

بعض علمائے اس فیریت کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان کی یہ  
کوشش اس لیے کامیاب نہیں ہو سکی کہ روایت صرف ایک نہیں ہے بلکہ صحیح السند  
روایات ہیں جو حد قوت تک پہنچتی ہیں۔

ان لوگوں نے یہ استدلال لیا ہے کہ جسم واحد آن واحد میں مکان واحد پر  
ہی ہو سکتا ہے متعدد مکانات پر اس کے امکانات نہیں ہوتے۔

جب بے شمار روایات صحیح میں یہ تصریح موجود ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ  
مرنے والے کے سامنے سے عجائبات اٹھا دیے جاتے ہیں اور وہ آنحضور اور حضرت  
کو دیکھ لیتا ہے۔

بلکہ روایات صحیح کے مطابق ہر مرنے والے کے پاس آنحضور اور آئمہ بفضل نفیس  
تشریف لاتے ہیں۔

سرکار کلینی اور اس پائے کے دیگر علمائے امام صادق سے روایت کی ہے  
کہ اگر۔

کوئی مومن اللہ کو قسم دے کہ مجھے نہ مار تو اللہ اسے نہ مارے گا۔ البتہ جب

اس کی عمر ختم ہوگی تو اللہ کی طرف سے اس پر دوسری صورتیں مسلط ہوں گی۔ ایک فیسہ اور دوسری سیئہ فیسہ ہو اس کے نتیجہ میں مومن اپنے مال اور اولاد وغیرہ سب کو بھول جائے گا۔ اور مسخیرہ ہو اس کے بھوکے سے وہ اپنی جان جانِ اُفرین کے سپرد کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔

جب ملک الموت کسی مومن کی روح قیض کرنے کی خاطر آتا ہے تو مومن اسے دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ ملک الموت اسے کہتا ہے دیکھ میں آپ کے لیے آپ کے والدین سے بھی زیادہ ہر بانی سے پیش آؤں گا آپ گھبرائیں نہیں۔ ذرا آنکھیں کھولیں۔ جب مومن آنکھ کھولے گا تو اسے اپنے ارد گرد ان حضرات، حضرت علی امام حسنؑ اور امام حسینؑ نظر آئیں گے۔

اللہ کی طرف سے اسے نذر آئے گی۔

یا ایہا النفس	اے نفس مطمئنہ محمد و آل محمد
المطئنۃ ارجعی	اور اپنے اللہ کی طرف اس
الی محمد و ابیتہ	طرح پلٹ آکر تو ان سے راضی
ارجعی الی مرابط	ہو اور وہ تجھ پر راضی ہو وہ
راضیۃ مرضیہ،	جب کہ تو ولایت آل محمد پر فائز
بالو لا و بالثواب	تھا۔ اس کا ثواب بے میرے
فادخلی فی عبادی	بندوں یعنی محمد و آل محمد کے
وادخلی جنتی۔	مل جا اور میری جنت میں داخل
	ہو جا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس ندا کے بعد کوئی مومن ایسا نہیں ہوگا جو اپنی موت میں خوشی محسوس نہیں کرے گا۔

عقیدہ ان سمان سے امام صادق نے فرمایا۔  
اے عقبہ کوئی مومن اور مومنہ ایسے نہیں ہیں جو دقت مرگ آنحضرت علی کو نہ دیکھے۔

عقبہ نے عرض کیا۔  
قبلہ کیا ان کی زیارت کے بعد وہ دنیا میں بھلا بیٹ آئے گا؟  
آپ نے فرمایا۔  
تمہیں بلکہ وہ ان کے ساتھ جانے میں خوشی محسوس کرے گا۔  
عقبہ نے عرض کیا۔  
جب وہ تشریف لائیں گے تو کوئی بات بھی کریں گے؟  
آپ نے فرمایا۔

ہاں۔ نبی کریم فرمائیں گے۔  
اے مومن تجھے بشارت ہو میں محمد مصطفیٰ تجھے جنت کی بشارت دیئے آیا ہوں۔ اور یہ تیرا امام علی مرتضیٰ ہے۔  
پھر حضرت علی فرمائیں گے۔

اے مومن میں بھی تجھے بشارت دیئے آیا ہوں تو نے میری محبت میں بہت زیادہ مصائب برداشت کیے تھے اب تمام مصائب ختم ہو گئے ہیں یہاں سے منتقل ہونے کے بعد تیرا حاکم جنت میں جائے گا  
میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ بلکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

عقبہ نے عرض کیا۔

قبلہ قرآن میں کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا۔

سورۃ یونس کی آیت ہے۔

جو لوگ متقی مومن ہیں انہیں

دنیا میں بھی بشارت ملے گی

اور آخرت میں بھی۔ کلمات خدا

میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ یہی

تو سب سے بڑی کامیابی ہے

الذین آمنوا واکلوا

یتقون لهم البشری

فی الحیوة الدنیا و فی

الآخرة لا تبدل الكلمات

الله ذلک الفوز العظیم

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جب مومن کا وقت وفات آتا ہے۔ تو آنحضور اس کے دائیں جانب اور حضرت علی اس کے بائیں جانب آکر تشریف فرما ہوتے ہیں اور آنحضور فرماتے ہیں۔

اے مومن تجھے بشارت ہو جس کامیابی کے لیے تو سختیاں بھیدتا رہا ہے۔ وہ تیرے سامنے ہے اور جس خوف سے تو گھبرا رہا ہے وہ ختم ہو چکا ہے۔ اگر اب دنیا میں واپس جانا چاہے تو زندگی اور دولت تجھے دیتے ہیں۔ اگر آخرت میں آنا چاہے تو ہمارا پڑوس تیرا حصہ ہے۔

مومن عرض کرے گا قبلہ اب دنیا کی ضرورت ہی نہیں آپ کی زیارت کے بعد دل نہیں کرتا کہ آپ سے جدا ہو جاؤں۔ جب اسے غسل و کفن دے کر دفن کیا جاتا ہے۔

اور پھر اسے سوال و جواب کرتے ہیں تو پوچھیں اسے کہتے ہیں اب بے فکر

ہو کر آرام سے اسی طرح سو جائیں طرح دلہن سوئی ہے۔

پھر اس کے سامنے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ جنت کے نظارہ میں محو کر سو جائے گا۔

جب منافق کا وقت وفات قریب آتا ہے تو اس کے بھی دائیں اور بائیں آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ آجاتے ہیں۔

حضرت علیؑ عرض کرتے ہیں قبلہ ہمارے دشمنوں سے محبت اور ہم سے عداوت رکھتا تھا اس وقت آپؐ اسے فرماتے ہیں اسے بد نصیب سمجھے جہنم کی بشارت ہو میں نے تیرا کونسا جرم کیا تھا جسکی سزا تو نے مجھے میرے اہل بیت کی عداوت سے دی قبر میں اس کے سامنے جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا اور آتش جہنم کے شعلے اس کی طرف پک پک کر آئیں گے جن کی حرارت سے وہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔

حسب ذیل پانچ علامات میں سے جس مرنے والے کے لیے کوئی ایک علامت ظاہر ہو تب سمجھو کہ وہ مومن ہے اور بشارت جنت لے کے جا رہا ہے۔

۱۔ مرنے والے کا چہرہ سفید ہو جائے گا۔

۲۔ دونوں ہونٹ سکڑ جائیں گے۔

۳۔ ناک ذرا سی پھیلے گی۔

۴۔ پیشانی عرق اور ہو جائے گی۔

۵۔ بائیں آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے گا۔

ابن ابی یعفور نے بتایا ہے کہ خطاب جہنمی عداوت آل محمدؐ میں مصروف تھا دم مرگ میں اس کی عیادت کر گیا وہ عالم غش میں تھا میں نے اپنے کانوں سے تین مرتبہ سنا وہ کہہ رہا تھا۔

مالی و مالک یا اب اب  
اسے ابن ابی طالب مجھے تیرے  
ابی طالب - ساتھ کیوں بغض تھا۔

میں نے امام صادقؑ کو آکر یہ واقعہ بتایا تو آپ نے تین مرتبہ یہ قسم کھا کر فرمایا  
بخدا اس نے میرے جد امجد کو دیکھ لیا تھا۔

جہاں تک بعض علماء کی جسم مثالی کی تاویل کا تعلق ہے وہ قطعاً غیر معقول اور  
غلط ہے۔ کیوں کہ اس کا منبہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ اجسام مثالیہ میں تصرف کرنا ہے۔  
اس منبہ کی بنیاد یہ ہے کہ نفس ناطقہ اجسام متعدّدہ میں تصرف کرنے سے قاصر  
ہوتا ہے۔

حالانکہ اس مفروضہ کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ صرف دعوئے ہی دعوئے ہے  
محقق دوائی۔

علامہ مجلسی اور ان کے علاوہ دیگر فضلاء وقت نے اس بات کی تصریح  
کی ہے کہ نفس ناطقہ کے اجسام متعدّدہ میں تصرف سے کوئی شے مانع نہیں ہے  
جہاں تک تاویل کنندگان کے اس دعوئے کا تعلق ہے کہ جسم واحد آن واحد  
میں اکثہ متعدّدہ پر نہیں ہو سکتا تو یہ دعوئے آنحضورؐ اور ائمہ کے علاوہ تو قابل قبول ہو  
سکتا ہے لیکن ائمہ اور آنحضورؐ کے سلسلہ میں قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ کیوں کہ  
روایات صحیحہ اس دعوئے کے بطلان میں بمقدار وافر موجود ہیں۔ یہ فلسفہ کا قاعدہ ہے  
اور فلسفہ وہ علم ہے جو بنیادی طور پر اللہ کا منکر ہے۔

لہذا ایسا علم جس کا منبہ انکار توحید پر ہو اس کے اصول کو اسلامی احکام پر  
نٹ نہیں کیا جاسکتا۔

فلسفہ تو ہر اس شے کا مخالف ہے جسے عقل انسانی ثابت نہ کر سکے۔ فلسفہ جنت و



جہنم کا منکر ہے۔ فلسفہ معاد و حشر کا منکر ہے۔ فلسفہ کیرین کے سوال و جواب کا بھی منکر ہے۔

جب کہ اسلام نے بہت سے احرائض کا تجزم ثابت کیا ہے۔ اسلام تجزم اعمال کا قائل ہے۔

اسلام تجزم مال و دولت کا قائل ہے۔

اگر روایات میں صرف اس قدر ہوتا کہ ہر مرنے والا آنحضور کو اور حضرت علی کو دیکھے گا تو پھر یہ تاویل بھی ممکن تھی کہ مرنے والے کے سامنے سے جانات اٹھا لیے جائیں گے اور ہر مرنے والا آنحضور اور حضرت علیؑ کو ایک جگہ بیٹھا دیا جائے گا۔

جب کہ روایات میں دیکھنے کا تذکرہ نہیں ہے روایات میں صراحتہ مذکور ہے کہ آنحضورؐ اور حضرت علیؑ مرنے والے کے پاس آتے ہیں۔ بیٹھتے ہیں۔ اور اسے بشارت دیتے ہیں۔

یہ ایسے امور ہیں جن میں کسی بھی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس مقام پر اسطرح کا فلسفہ اسلامی مسلمات کے خلاف ہے اور ائمہ اور آنحضورؐ کا حاضر و ناظر بخمنا اسلامی مسلمات سے ہے۔

حضرت علیؑ اور آنحضورؐ سید الملائکہ میں۔ جب ملائکہ کے لیے اُن واحد میں اکملہ متعدّدہ پر حضورؐ تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر ان انوار الہیہ کے لیے کیوں نہ کیا جائے گا۔

تفسیر تہی میں امام صادق نے اپنے ابا و جاد کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ جب شب معراج میں عالم بالا میں گیا تو میں نے ایک فرشتہ دیکھا جو ایک

روح پر جھکا ہوا تھانہ دائیں دیکھنا تھا نہ بائیں اس کی شکل سے غم ٹپک رہا تھا۔ میں نے جبریل سے پوچھا۔

یہ کون ہے؟

جبریل نے بتایا کہ یہ ملک الموت اور قبض ارواح میں مصروف ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر ملک الموت سے پوچھا۔ دنیا میں روزانہ جتنے لوگ فوت ہوتے ہیں کیا تو خود ان کی ارواح قبض کرتا ہے یا تیرے ساتھ اور معاون ملا لکھ ہیں۔

ملک الموت نے عرض کیا میرا کوئی معاون نہیں ہے۔ میں تنہا ہوں اور خود ہر ایک کی روح قبض کرتا ہوں۔

آنحضرت نے پوچھا۔

قبض روح ہیں بیٹھے بیٹھے کرتا ہے یا خود وہاں جاتا ہے۔

ملک الموت نے عرض کیا۔

قبلہ! میں خود ہر مرنے والے کے پاس جاتا ہوں۔ اللہ نے پورے عالم کو میرے سامنے اس طرح کر دیا ہے جس طرح آپ کے ہاتھ میں درہم ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں روزانہ ہر گھر میں پانچ مرتبہ داخل ہوتا ہوں جب کسی مرنے والے پر اس کے اہل خانہ روتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں۔ مت روتیں تو پھر آؤں گا۔

اور جب تک تم میں سے ایک بھی باقی ہو گا اس وقت تک آتا رہوں گا۔ میرا آنا اس وقت ختم ہو گا جب اس گھر میں کوئی تنفس نہ رہے گا۔

انوارِ نمائیدگی ایک روایت کے مطابق ملک الموت نے عرض کیا کہ اللہ نے اس عالم

کو میرے سامنے اس طرح کر دیا ہے۔ جس طرح بچے کے ہاتھ میں چڑیا ہوتی ہے  
انوارِ نعمانیہ بی بی ہے کہ ایک مرتبہ جناب ابراہیم نے ملک الموت سے فرمایا کہ  
میری خواہش ہے کہ تجھے اس شکل میں دیکھوں جس شکل میں مومن کی روح قبض کرتا  
ہے۔

ملک الموت نے عرض کیا۔

تو پھر ایک لمحہ کے لیے رخ دوسری طرف فرمائیں۔

جناب ابراہیم نے رخ دوسری طرف کیا۔

ملک الموت نے عرض کیا اب ملاحظہ فرمائیے۔

جب جناب ابراہیم نے دیکھا تو آپ کو ایک انتہائی ایسا حسین و جمیل نوجوان  
نظر آیا جس کے پورے جسم سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

پھر جناب ابراہیم نے فرمایا۔ اب مجھے وہ صورت بھی دکھا دے جس صورت  
میں کسی کافر کی روح قبض کرتا ہے۔

ملک الموت نے عرض کیا۔

قبلہ آپ نہ دیکھ سکیں گے۔

جناب ابراہیم نے فرمایا۔ میں جب دیکھتا چاہتا ہوں تو کیسے نہ یہ دیکھ  
سکوں گا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ جیسے آپ کی مرضی۔

رخ دوسری طرف فرمائیں۔

جناب ابراہیم نے رخ پھیرا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ قبلہ ملاحظہ فرمائیں۔ جناب ابراہیم نے جب دیکھا

تو آپ کے سامنے۔  
 شب تار کی طرح سیاہ۔ کھجور کی مانند بلند ایسا شخص کھڑا تھا جس کے ایک  
 ایک سام سے گ کے شے نکل رہے تھے۔  
 جناب ابراہیم دیکھتے ہی غش کر گئے۔  
 جب غش سے افاتہ ہوا تو فرمایا۔

اے ملک الموت اگر مومن کے لیے اور کچھ بھی نہ ہو تو دم مرگ تیری زیارت ہی  
 اس کی خوشی کے لیے کافی ہوگی اور اگر کافر کے لیے اور کوئی بھی عذاب نہ ہو تو دم  
 مرگ تجھے دیکھ لینا ہی اس کے عذاب کے لیے کافی ہوگا۔

اسی کتاب میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ۔  
 آنحضورؐ اپنے صحابہ میں سے ایک صحابی کی عیارت کر گئے۔ وہ سکرات موت  
 میں مبتلا تھا۔

آپ نے فرمایا۔  
 اے ملک الموت میرا صحابی ہے ذرا نرمی برتنا۔  
 ملک الموت نے عرض کیا۔  
 قبلہ ہر مومن کی روح نرمی سے قبض کرتا ہوں۔  
 میں تو ہر دن ہر شخص کو پانچ مرتبہ دیکھتا ہوں۔ میں ہر چھوٹے بڑے کو اس کے  
 نام سے پہچانتا ہوں۔

ویسے اگر میں اپنی مرضی سے ایک پچھر کی روح بھی قبض کرنا چاہوں تو یہ میرے  
 اختیار میں نہیں ہے۔

میں صرف اس وقت قبض روح کرتا ہوں جب اللہ کا حکم ہوتا۔

آن مسلمہ اور صدقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت آن واحد میں متعدد مقامات پر بنفس نفیس حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ اور کسی بھی جگہ اس کا کوئی جسم مثالی نہیں ہوتا۔ جب ملک الموت کو ایک وقت میں متعدد امکانات پر حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں ہوتا تو پھر اکملہ اہل بیت کو اگر آن واحد میں متعدد مقامات پر حاضر و ناظر مان لیا جائے تو کونسا شرک ہوگا اور کیسے شرک ہوگا۔

مگر کارطبری نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔

جب کسی انسان کا آخری وقت آتا ہے تو ملک الموت ہلت خود آتا ہے اور مرنے والے کو کہتا ہے۔

بندہ خدا ہر خبر کے بعد دوسری خبر کی توقع ہوتی ہے۔ ہر خط کے بعد دوسرے خط کی امید ہوتی ہے اور ہر قاصد کے بعد دوسرے قاصد کا انتظار ہوتا ہے۔ میں وہ خبر ہوں۔ وہ خط ہوں۔ اور وہ قاصد ہوں جس کے بعد کوئی خط کوئی قاصد اور کوئی اطلاع نہیں آئے۔

اللہ نے تجھے بلایا ہے ماپنے مرغی سے آنا چاہیے یا مجبوری سے تجھے بہر صورت لینے آیا ہوں۔

جب متوفی کے گرواے روتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں۔ کس بات پر رورہے ہو کیا میں نے اس پر کوئی ظلم کیا ہے۔ یا اس کا رزق کھایا ہے۔

میں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اللہ نے اسے بلایا ہے اور میں اسے لینے آیا ہوں۔

میں پھر آؤں گا اور پھر آؤں گا حتیٰ کہ اس گھر میں جب تک ایک بھی سانس لینے والا ہو گا اس وقت تک آتا ہوں گا۔ اپنی فکر کرو۔  
مؤلف :-

اس قسم کی احادیث و روایات اتنی مقدار میں ہیں کہ اگر انہیں علیحدہ جمع کیا جائے تو کئی جلدیں مرتب ہوں یہی مقام فکر ہے کہ جب ملک الموت کو اللہ کی طرف سے اتنی طاقت و قدرت عنایت کی گئی ہے تو پھر ادویہ کے لیے اس سے زائد قدرت کا تسلیم کرنا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہر موجود بشمول ملائکہ انہی کے طفیل پیدا کیا گیا ہے۔

بلکہ ملائکہ تو ان کی شہائے نور میں سے ایک شہاء ہیں۔ جب ایک شہاء میں اتنی طاقت و قدرت ہے تو جو کل نور ہے اس میں اتنی قدرت ماننا کیسے شرک ہو گا۔

حضرت علیؑ نے حدیث معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا :-  
لقد رآی آیات ربہ الکبریٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اللہ کی کوئی ایت کبریٰ نہیں ہے۔

سرکارِ علامہ ترمذی اپنی مؤلفہ سلسلہ و جال تالیف میں حضرت علیؑ کا معجزہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

ولی حق سے اس قسم کے معجزات پر کسی تعجب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ تمام عالم امکان باذن خدا ولی حق کے تصرف کامل میں ہوتا ہے اور ولی حق کو کورس عالم امکان میں اس طرح تصرف حاصل ہوتا ہے جس طرح روٹی پکانے والے کو ہاتھ میں لیے آٹے کے پٹے پر تصرف ہوتا ہے۔ اس کی مرضی ہوتی ہے کہ چاہے تو اسے

گول شکل دے۔ چاہے تو چو کو بنا لے۔ چاہے تو مستطیل بنا لے اور چاہے تو محن بنا لے۔ ولی حق کی مرضی ہے چاہے جس طرح تصرف کرے۔ مرد کو عورت بنا دے عورت کو مرد بنا دے۔ شیرین کو تلخ کر دے تلخ کو شیرین کر دے۔ بھیڑیے کو شیرینارے یا شیر کو بھیڑ بنا دے۔

مقام امام کو عوام کے مقام پر تیا س کرنا تقصیر ہے یا صحت۔  
امام اللہ کا وہ راز ہے جسے فلسفہ و کلام کے اصول سے نہیں تو لا جا سکتا ہے۔

امام اللہ کا اسم اعظم ہے۔

امام من جانب اللہ علی کل شئی قدیر ہے۔

امام دست خدا ہے۔

امام قدرت خدا ہے۔

امام چشم الہی ہے۔

امام ایسے ہے جیسے کہ ارض پر آفتاب۔

امام نور حق ہے۔

امام اللہ کا حجاب اکبر ہے۔

امام نور الہی ہے۔

امام سر فائق ہے۔

امام کا اس عنصری جسم سے رابطہ ایک عارضی رابطہ ہوتا ہے جو صرف ہمارے استفادہ کے لیے ہوتا ہے۔

مخلوق کا کوئی فرد خواہ تاریکی میں یا روشنی میں خوردہ ہوگا بزرگ کسی بھی مقام

امام سے پرشیدہ نہیں ہوتا۔ نگاہ امام میں پورا عالم اسطرچ ہوتا ہے جس طرح انگوٹھی میں نگینہ۔

علامہ جزائری نے شرح غزالی میں۔ ولی اللہ علی کے متعلق فرمایا ہے۔  
جہاں تک حقیقت علویہ کا تعلق ہے تو وہ۔ انا دلی من نور واحد کی نص کے مطابق نور مجرد ہے۔

یہ میشت ایزدی ہے کہ جس مناسب صورت میں چاہے اسے ہمارے سامنے پیش کر دے۔ مگر بایں ہم امام کسی ایک صورت میں محدود اور منحصر نہیں ہوتا جس صورت میں چاہے۔ جب چاہے۔ جہاں چاہے اور جیسے چاہے ظاہر ہو۔ ہر غی کے ساتھ حضرت علیؑ سر اُبعوث ہوئے اور آنحضور کے ساتھ ظاہر ابعوث ہوئے۔

مفتاح حب الولاية میں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ اپنے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ دختر رسول اور حسین بھی تھے کہ دق الباب ہوا آپ تشریف لائے دیکھا جناب مقداد کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا مقداد خیریت تو ہے کوئی کام ہے۔

مقداد نے عرض کیا۔ قید ایک خواہش ہے اگر نوازش فرمائیں تو۔؟

آپ نے فرمایا۔

مقداد بتاؤ کیا بات ہے؟

مقداد نے عرض کیا۔ قبلہ آج ماہ رمضان کی اولین شب ہے میری خواہش ہے

کہ آج رات آپ میرے غریب نانہ پر گزاریں۔

آپ نے فرمایا۔

مقداد میں ضرور آجاؤں گا۔ انشاء اللہ۔



آپ واپس تشریف لائے دفترِ مول کے استفسار پر آپ نے بتایا کہ مقدار نے آج رات کی دعوت دی ہے۔

ابھی انہی باتوں میں تھے کہ دق الباب ہوا۔ آپ دروازہ پر تشریف لائے دیکھا تو جناب عمار تھے۔

جناب عمار نے بھی وہی خواہش کی جو مقدار کی تھی۔ آپ نے وعدہ کر لیا۔ واپس آئے مسند پر بیٹھے ہی تھے کہ پھر دق الباب ہوا دروازہ پر آئے تو جناب ابوذر تھے۔

ابوذر نے بھی وہی خواہش کی جو جناب مقدار اور عمار کر چکے تھے۔ آپ نے جناب ابوذر سے بھی وعدہ فرمایا۔ دوسرے دن جب مسجد میں صحابہ انھنصر کے پاس تشریف لائے تو۔

جناب مقدار ازراہ اتفاق کہا۔ رات ولی خدا حضرت علیؑ میرے گھر تھے ابھی اپنے گھر تشریف لے گئے ہیں۔

جناب عمار نے عرض کیا۔

قدیم یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مقدار درست نہیں کہہ رہے لیکن خود حضرت علیؑ گڑی دیں گے کہ انہوں نے تمام رات میرے گھر گزاری ہے۔ جناب ابوذر نے عرض کیا۔

قدیم یہ دونوں آپ کے پرانے صحابی ہیں میں ان کی نسبت فرمایا ہوں میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ دونوں درست نہیں فرما رہے لیکن آپ حضرت علیؑ سے پوچھ لیں انہوں نے پوری رات میرے غریب خانہ پر گزاری ہے۔ انھنصر نے فرمایا سب میں تمہیں کیا کہوں۔

رات جناب ام سلمہ نے مجھ سے خواہش کی کہ آج حضرت علیؑ اگر ہمارے گھر رات گزار لیتے تو میں آپ دونوں بھائیوں کی علمی گفتگو سے کچھ حاصل کر لیتی چنانچہ میں نے علی سے کہا۔

اور علی تمام رات میرے ساتھ رہے ہیں۔

شہزادہ حسنؑ نے عرض کیا۔

بقدر رات تو ہم دونوں بھائیوں نے اپنے بابا کو باہر جانے ہی نہیں دیا اور وہ ہمیں اسرا امامت سے نوازتے رہے۔

اتنے میں جبریلؑ نے آکر سلام ربانی پہنچانے کے بعد عرض کیا۔ تبدل آپ سب بھی سچ ہی فرماتے ہوں گے لیکن رات تو علیؑ ساتویں آسمان پر ملا لکھ کر کیا تھی سچ و تقدیر میں مصروف رہے ہیں۔

جب منافقین نے یہ بات سنی تو کہنے لگے۔

لونی بات سنو۔

بندہ ایک ہے اور مقام چھ ہیں اور ہر ایک کتابت کے علی میرے گھر میں تھا۔ بھلا علیؑ ایک ہے یا چھ؟

انھوں نے اللہ سے مسکا کر فرمایا۔ تم بھی سچ کہتے ہو کیونکہ تم بعض علی پر ادھار کھائے بیٹھے ہو ذرا سا سمجھنے کی کوشش کر تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ اور وہ یوں کہ۔

علیؑ کو اللہ نے آفتاب کی مانند بنایا ہے۔ علی جب بھی چاہے آفتاب کی مانند بن جائے اور کہہ ارض پر ہر باشندہ جس طرح یہ کہتا ہے کہ۔ آفتاب میرے گھر میں چمک رہا ہے اسی طرح اگر علی چاہے تو بھی کہہ ارض کا ہر بسنے والا کہہ سکتا ہے کہ۔

علیؑ میرے پاس تھا یا میرے گھر میں تھا۔

دجہ واضح ہے کہ ذاتِ احدیث نے ان نفوسِ قدسیہ کو ایسی قدرتِ کاملہ سے نوازا ہے کہ اگر چاہیں تو ان واحد میں چالیس جگہ رہیں اور اگر چاہیں تو ایک جگہ رہیں۔ اس جگہ یہ کہنا کہ دیگر آئمہ سے ایسا کیوں منقول نہیں صرف حضرت علیؑ سے ایسا کیوں منقول ہے۔

یا انھوں نے ایسا کیوں منقول نہیں۔

(تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ جو علیؑ کمالات اور شجاعت حضرت علیؑ سے منسوب ہے وہ انھوں سے کیوں منسوب نہیں۔ یا دیگر آئمہ سے کیوں منسوب نہیں۔ یا شجاعت کے جو جوہر حضرت علیؑ نے انھوں کے ساتھ دکھائے۔ وہ جوہر وفاتِ رسول کے بعد کیوں نہ دکھائے۔

اللہ نے حضرت موسیٰ کو کیوں کلیم بنایا اور انھوں کو کیوں کلیم نہ بنایا جب کہ افضل انھوں میں۔ حضرت عیسیٰ کو کیوں روح اللہ بنایا اور انھوں کو کیوں روح اللہ نہ بنایا جبریل کو کیوں امین وحی بنایا۔ اسرافیل۔ میکائیل یا عزرائیل کو۔ امین وحی کیوں نہ بنایا۔

اولنا محمدؐ انج کے مطابق چونکہ تمام کے تمام نورِ واحد تھے۔ اس لیے جو کمالات ایک میں تھے وہی سب میں تھے۔ ایک سے ظہور کمالات کرادیئے۔ دوسروں سے نہ کرائے۔

ایک کو موقع فراہم کر دیا دوسروں کو نہ کیا۔ یہ بشتِ خدا ہے موقع کا نہ سلب کمالات و قدرت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ بصارتِ الہیہ جات میں جناب صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں۔

لو كانت الجدران  
تجسنا عنكم فما  
الفرق بيننا و  
بينكم -

اگر یہ دیواریں ہمارے اور  
تمہارے درمیان حجاب بن  
جائیں تو پھر ہمارے اور تمہارے  
درمیان کیا فرق رہ جائے گا۔

یہ اعتراضات بالکل ایسے ہیں جیسے منافقین کیا کرتے تھے۔ اگر آنحضور نے  
شق القمر کیا ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور معصوم نے شق القمر نہیں کیا یہی کہا  
جائے گا کہ دوسروں میں شق القمر کی قدرت نہ تھی؟  
اگر حضرت عائشہؓ نے رد شمس کیا ہے اور دیگر آئمہؓ نے رد شمس نہیں کیا تو کیا کہا جائے  
گا کہ دوسروں میں رد شمس کی قدرت نہ تھی؟

ایسا ہرگز نہیں ہر ایک اپنے وقت میں ولی مطلق تھا۔ اور ولی مطلق ہونے کی  
حیثیت سے ہر ایک تمام ان کمالات کا جامع تھا جو آنحضور میں تھے۔ عدم اظہار عدم  
قدرت کی دلیل نہیں ہوتا۔ اور نہ عقلاً اسے تسلیم کرتے ہیں۔

سورج ایک بتا ہے۔ کرن ایک ہوتی ہے شمع ایک ہوتی ہے لیکن دھنک  
میں اس کے رنگ سات نظر آتے ہیں۔ ساتوں میں سے کوئی بھی رنگ غیر اصلی نہیں ہوتا  
اور نہ ہی کوئی رنگ شمع آفتاب کا جسم مثالی ہوتا ہے سب کے سب رنگ جسم حقیقی  
ہوتے ہیں اور اصلی ہوتے ہیں۔

یا اگر بمنز آئینہ پر دھوپ پڑے تو بمنز نظر آتی ہے۔ سرخ پر پڑے تو سرخ نظر  
آتی ہے اور زرد پر پڑے تو زرد نظر آتی ہے۔ کوئی عقل مندیہ کہہ سکتا ہے کہ ایک  
رنگ حقیقی ہے اور دوسرے رنگ مثالی ہیں؟

سب رنگ حقیقی ہیں فرق صرف قابل میں ہوتا ہے سورج ایک ہے چوکی

ظرف مختلف ہیں اس لیے رنگ بھی مختلف ہیں۔

آل محمدؐ کے سلسلہ میں اس قسم کے جتنے اعتراضات ہیں ان کی متعدد دوجوہ ہیں۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں کا نظریہ توحید اتنا محدود ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر فلاں صفت کسی اور میں فرض کر لی گئی تو اللہ بے چارہ تو ختم ہو کر رہ جائے گا اور غیر اللہ میں وہ صفت ماننے والا شرک ہو جائے گا۔

کچھ لوگوں میں حسد ہوتا ہے کیونکہ آل محمدؐ محمود ہیں۔ اس لیے وہ لوگ کوئی بھی صفت آل محمدؐ کے لیے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔

کچھ احمق ہوتے ہیں ان کے پیسے ہی کچھ نہیں پڑتا۔

حالانکہ شرک صرف اور صرف اللہ کے ساتھ کسی غیر اللہ کو معبود سمجھنے میں ہے علاوہ ازیں کوئی صفت ایسی نہیں جو اللہ میں اور مخلوق خدا میں نہ ہو۔

آپ ذرا ٹھنڈے دل سے چند صفات بنوئیہ ہی کا جائزے لیں۔  
اللہ قادر ہے۔

اب کون غیر اللہ ہے جو اپنے مقام پر عاجز ہو، ہر غیر اللہ پر قادر ہے۔  
لیکن فرق ہے اللہ کی قدرت اس کی ذاتی ہے اور غیر اللہ کی قدرت اللہ کی عطیہ ہے۔

اللہ عالم ہے۔

کون غیر اللہ ہے جو عالم نہیں ہے۔ اللہ بھی عالم ہے۔ انبیاء و ائمہ بھی عالم تھے۔ اور شیخ صدوق وغیرہ بھی عالم تھے۔ علم من حیث العلم میں تو شریک ہیں۔ لیکن اللہ کا علم ذاتی ہے۔ ائمہ و انبیاء کا علم وہی ہے اور شیخ صدوق کا علم کسی ہے۔

یہی صورت۔ جی۔ مرید۔ مدرک۔ متکلم۔ اور صادق وغیرہ میں ہوگی۔ اللہ کی  
حیات ذاتی ہے غیر اللہ کی وہی۔

اللہ کا ارادہ ذاتی غیر اللہ کا وہی۔

اللہ کا ادراک ذاتی غیر اللہ کا وہی۔

اللہ کا تکلم ذاتی غیر اللہ کا وہی اور کسی۔

اللہ کی صداقت ذاتی غیر اللہ کی وہی اور کسی۔

کب کوئی غیر اللہ صفات خالق میں شریک نہیں ہے جب غیر معصوم صفات  
خالق میں مذکورہ فرق کے ساتھ ہیں تو معصوم کو صفات خالق میں شریک مان لیتے سے  
کیسے شرک ہوگا۔

صفات سلبیہ کو لیجئے۔

اللہ مرکب نہیں ہے۔ روح مرکب نہیں۔

اللہ کسی شے میں حلول نہیں کرتا۔ اکثر ٹھوس اجسام ایسے ہیں جو ایک دوسرے  
میں حلول نہیں کرتے۔

اللہ محل حوادث نہیں۔ لیکن یہ مطلقاً ایسا نہیں ہے۔ رضا اور غضب حوادث  
سے ہیں۔ ایک گناہ گار پر اللہ ناراض ہوتا ہے اور صالح پر راضی ہوتا ہے۔

اس صفت میں ہر غیر اللہ اللہ کے ساتھ شریک ہے۔ وہ کون ہے جو اپنے  
فرمانبردار پر خوش نہ ہو اور نافرمان پر ناراض نہ ہو۔

اللہ نظر نہیں آتا۔ روح نظر نہیں آتی۔ عقل نظر نہیں آتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ کے صفات ذات خدا سے جدا نہیں۔ سرخ سے سرخی۔ سفید سے سفیدی وغیرہ  
جدا نہیں اگر سرخ سے سرخی جدا ہو جائے تو وہ سرخ نہیں رہے گا۔

غرض قدم۔ ازلیت اور معبودیت ان تین صفات کے علاوہ کوئی صفت ایسی نہیں ہے جس میں غیر اللہ شریک نہ ہوں۔

فرق وہی رہے گا کہ اللہ کے یہ صفات کسی سے حاصل کردہ نہیں ہیں اور غیر اللہ کے صفات کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے عنایت کردہ ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کسی ہوتے ہیں۔

لہذا قدم قدم پر شرک شرک کی رٹ لگانا۔ نفاق، حسد، بغض اور حماقت میں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

(مترجم)

مجھلی میں جناب مقداد سے مروی ہے کہ میں خندق کے کنارے کھڑا تھا۔ اور کفار قریش کی شکست کا منظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے جب جنگ خندق سے بھاگنے والے قریشیوں کے سترہ دستے دیکھے اور ہر دستہ کے تعاقب میں حضرت علیؑ کو دیکھا اور جب اس جگہ دیکھا جہاں حضرت علیؑ کھڑے تھے تو وہاں بھی علیؑ موجود تھے۔ یہی حالت جنگ جمل میں بھی مروی ہے۔

اسی لیے طلحہ سے جب پوچھا گیا کہ تجھے کس نے مارا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے علیؑ نے مارا ہے۔

جناب جابر نے اسے طامت کی کہ منہ خدا اس دنیا سے اب جا رہا ہے پھر بھی تیرے دل سے بغض علیؑ نہیں گیا۔ علیؑ نے تو کبھی اٹھایا ہی نہیں اس کے ہاتھ میں کبھی کبھی تیر نہیں دیکھا اور تجھے تیر لگا ہوا ہے اور کچھ لوگوں نے دیکھا بھی ہے کہ تجھے مردان نے مارا ہے۔

طلحہ نے کہا۔

جابر کا شش تم دیکھ سکتے کہ علی کیا ہے۔ ۶۔

اب اس وقت علی سمجھ میں آ رہا ہے جب میری سمجھ مجھے فائدہ نہ دے گی جب ہمارے لشکر نے شکست کھائی تو میں دیکھ رہا تھا کہ جس کسی کے پاس جو بھی ہتھیار تھا علی اسے اسی کے ہتھیار سے مار رہا تھا۔ مجھے ہر طرف علی ہی علی نظر آتا تھا۔ میں نے علی کو تیر مارنا چاہا لیکن اس کے تیر نے مجھے پہلے نشانہ بنایا۔

(بعض علماء نے لکھا ہے کہ طلحہ کو مارا تو مروان ہی نے تھا۔ لیکن طلحہ کو حضرت علیؑ بشکل مروان نظر آئے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگرچہ حضرت علیؑ اور تمام آدمیوں میں تشکیک بالمشکل مختلف کی قدرت تھی لیکن حضرت علیؑ کا بشکل مروان تشکیک ہونا درست نہیں کیونکہ حضرت علیؑ اپنی قدرت اور قوت متصرف کے باوجود عالم کون میں کبھی ایسا تصرف نہیں کیا جو ان کے شایان شان نہ ہو۔

مروان جو طریقہ رسول تھا کی شکل میں آجانا ان کے شایان شان نہیں ہے۔

میرے خیال میں طلحہ چونکہ بغض حضرت علیؑ کے آخری مرتبہ پر تھا۔ اور بغض علیؑ ہی اس کی موت کا سبب بنا تھا۔

اس لیے اگرچہ اسے مروان نے مارا تھا لیکن اس نے اسے حضرت علیؑ سے تعبیر کیا کہ۔

مجھے بعض علیؑ نے مارا ہے۔ یعنی اگر عداوت علیؑ میں میں اس حد تک آگے نہ جاتا اور آپ کے خلاف لشکر کشی میں برابر کا حصہ دار نہ ہوتا تو آج اس طرح نہ مرنے لگتا۔

(مترجم)



خلاصہ کلام یہ کہ ملائکہ میں اتنی قابلیت ہے کہ وہ بحسن العین کے علاوہ کسی  
 بھی شکل و صورت میں آجائیں۔ اور گیارہ محرم سے تا دفن ملک ہی رہا تھا۔ جو  
 بشکل شیر غریب زہراؑ اور دیگچہ لاشہ ہائے ذریت رسول کی حفاظت کرتا  
 رہا ہے۔



## دفن غریبان کر بلا

سرزمین کوفہ کے فضائل :-

اگر سرزمین کوفہ کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہو تو یہی شرف کوفہ کے لیے یہی کافی ہے کہ ۔

وادی کوفہ امیر المومنین محب رسول رب العالمین اور محبوب خداوند خاتم النبیین کا دفن ہونے کے علاوہ بہتر شہدائے کر بلا کا دفن ہے ۔

سرزمین کوفہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کے شیعوں کا مرکز ہے ۔  
خصال میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ ذات احدث نے کرہ ارض میں سے چار مقامات کو منتخب فرما کر اسے مشرف اور محترم فرمایا ۔  
ارشاد قدرت ہے ۔

خطبتین - خطرتین - کوہ طور  
اور اس پر امن خہر کی قسم

والتین والزیتون  
وطور سیدین و هذا

البلد الامین - کوہ طور سرزمین کوہ ہے اور

پیرامن خیر کہ ہے ۔

بصائر الدرجات میں امام صادق سے مروی ہے کہ ذات احدیث نے ہم ابلیس کی ولایت جب ابالیان ارض پر پیش کی تو سب سے پہلے ابالیان کوہ نے بیک کہی ۔

بصائر میں ابو بصیر نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ ذات احدیث نے جب ہماری ولایت ابالیان ارض پر بشمول بروجر اور وادی کوہ پیش کی تو سب سے پہلے جن لوگوں نے ہماری ولایت کو قبول کرنے کا اعلان کیا ہے وہ اہل کوہ تھے ۔

بصائر میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے کوہ کے متعلق فرمایا کہ کوہ ہمارا شہر ہے ہمارا مقام نزول ہے اور ہمارے شیعوں کا مرکز ہے ۔

بصائر میں امام صادق سے مروی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے سرزمین کوہ کی وہ مٹی ہے جو ہم سے محبت رکھتی ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں ۔

نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ سرزمین کوہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ۔

اے سرزمین کوہ میں نگاہ امامت سے دیکھ رہا ہوں کہ تو اس طرح پھیلے گی جس طرح ادرھوڑی پھیلتی ہے اور تجھے حادثات زمانہ میں رہے ہیں ۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جس بھی جابر اور ظالم نے تجھے نظر بد سے دیکھا اللہ اسے یا تو کسی ملک مرض میں مبتلا کر دے گا یا اسے موت کا جام پلائے گا ۔

سچ فرمایا ہے سید الصادقین نے ۔

سرزمین کوہ نے جتنے حادثات دیکھے ہیں اور جتنا خون اس زمین پر گرا ہے

شاید ہی کسی اور زمین پر گرا ہوگا

تاریخ ان حادثات سے بریز رہے جو سرزمین کوفہ پر جا جا کر آتے رہے  
اور آ کر جاتے رہے۔

محمد بن حسین نے شرح نفع البلاغہ میں لکھا ہے۔

سین ظالموں کو اللہ نے مبتلائے مصائب کیا ہے۔ ان میں سے معروف ترین  
حسب ذیل ہیں۔

زیاد ابن ابیہ :-

اس نے اہل بیان کوفہ کو مسجد کوفہ میں اس لیے جمع کیا تاکہ حضرت علیؑ پر سب  
کیا جانے۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو دربان نے لوگوں سے کہا باب واپس پلے جاؤ۔  
اب زیاد اس قابل ہی نہیں رہا کہ وہ تمہیں کوئی حکم دے سکے۔ اسے ابھی ابھی فاج  
ہو گیا ہے۔

عبید اللہ ابن زیاد :-

اسے جدام ہو گیا تھا۔

حجاج ابن یوسف ثقفی :-

اس کے پیٹ میں سانپ پیدا ہو گئے تھے۔ جو وقتاً فوقتاً اس کی ناک، منہ،  
اور پانہ گاہ سے نکلے رہتے تھے۔ جنہیں دربار میں بیٹھنے والے بھی دیکھتے تھے۔ اسی  
حالت میں یہ ملعون واصل جہنم ہوا۔

عمر و ابن ہمیرہ :-

اسے برس ہو گیا تھا۔

یوسف ابن عمر و ابن ہمیرہ :-

یہ بھی باپ کی طرح برسوں ہو گیا تھا۔

خالد قشیری :-

اسے زندان میں ڈالایا گیا تھا اور کھانے کو کچھ نہ دیا۔ جموک سے مر گیا تھا۔  
جو ظالم حکمران موت سے دوچار ہوئے ان کی تعداد تو کمین زیادہ ہے۔ ان میں  
سے معروف افراد یہ ہیں۔

عبید اللہ ابن زیاد۔

مصعب ابن زمیر۔

ابو السرایا۔

یزید ابن مہلب وغیرہ۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن میں آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا  
کہ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ نبی کریمؐ اپنی مسند سے اٹھے۔ جبین علیؑ کا بوسہ لیا  
اور فرمایا۔

یا علیؑ! اللہ نے تیری ولایت آسمانوں پر پیش کی۔ اب سے پہلے جس نے تیری  
ولایت کو قبول کیا وہ ساتواں آسمان تھا۔ اللہ نے اسے سرش سے آراستہ کر دیا۔

پھر چوتھے آسمان نے تیری ولایت کا اعلان کیا اللہ نے اسے بیت المعمور سے مزین فرمایا۔

تیسرے نمبر پر آسمان اول نے تیری ولایت کا اعلان کیا اللہ نے اسے ستاروں سے روشن فرمادیا۔

اس کے بعد خلاق کو زمین نے تیری ولایت کو ہر ارض پر پیش کی سب سے پہلے جس زمیں نے تیری ولایت کو قبول کیا وہ وادی بطنی تھی جسے اللہ نے کعبہ سے مشرف فرمایا۔

دوسرے نمبر پر ارض مدینہ نے تیری ولایت کا اعلان کیا اسے اللہ نے مجھ سے معزز فرمایا۔

تیسرے نمبر پر سرزمین کوفہ نے تیری ولایت کو قبول کیا۔ اللہ نے اسے تجھ سے محترم فرمایا۔

اور چوتھے نمبر پر سرزمین قم نے تیری ولایت کا اعلان کیا۔ اللہ نے اسے علم کا گوارہ بنا دیا۔ اور درہائے جنت میں ایک درجہ سرزمین قم میں کھولایا۔ تبرکات سرزمین کوفہ کے فضائل میں یہی کچھ کافی ہے۔ ورنہ الحمد للہ بیت سے اس سلسلہ میں جو کچھ منقول ہے اگر تمام کو جمع کیا جائے تو اولیٰ ہم اپنے موضوع سے بڑھ جائیں گے اور ثانیاً ایک ضخیم جلد علیحدہ بنے گی۔

البتہ اس مقام پر ایک انتہائی ضروری نکتہ کی طرف متوجہ کرنا اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

اہالیان کوفہ ہمیشہ بے وفار ہے۔

یہ کوفہ والے ہی تھے جنہوں نے معاویہ کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دیا۔  
یہ کوفہ والے ہی تھے جنہوں نے امام حسنؑ کا ساتھ چھوڑ دیا۔  
یہ کوفہ والے ہی تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو بلا کر نہ صرف تنہا چھوڑ دیا بلکہ فوج  
یزید میں شامل ہو گئے۔

یہ کوفہ والوں ہی کے متعلق تو ضرب المثل ہے ۔

الکونی لا یوفی ۔ کوئی کبھی وفا نہیں کرے گا

اس سوال کا جواب بڑا آسان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ  
نے اپنی ظاہری خلافت کے زمانہ میں کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے  
جنگ جمل میں ہراول دستہ کو فیوں کا تھا۔ پھر جنگ صفین اور جنگ نہروان میں کوئی  
ہی آگے آگے رہے۔ اب ظاہر ہے ان جنگوں میں اگر مارنے والے کوئی تھے۔ تو  
مرنے والے بھی تو کوئی ہی تھے۔ بھتے جنگ میں جاتے تھے اتنے ہی تو واپس نہیں  
آتے تھے۔

صلیاء اور ابراہار کوفہ کی ایک وافر مقدار ان جنگوں میں قربان ہو چکی تھی۔ یہی  
وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کے آخری ایام خلافت میں جو خطبات ہیں ان میں آپ اہل کوفہ  
کا شکوہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے جانثاروں کی معتد بہ تعداد کو جمل، صفین۔ اور  
نہروان کھا گئے تھے۔ دوسری طرف معاویائی پرو پگنڈہ اور جاسوسی کا بچھا ہوا جال  
تھا جو محلہ محلہ میں اپنا کام کر رہا تھا۔

پھر حضرت علیؑ کے بعد زیاد معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ اب تاریخ سے  
پوچھے کہ زیاد نے کس طرح حجان آل محمدؑ کے خون سے ہولی کھیلی کس طرح شیعیان  
آل محمدؑ کے گھر لوٹ کر پھسکا ڈالے۔ زیاد نے شیعہ چھوڑے ہی کب تھے جو فرزند رسول

کی حمایت کرتے۔ زیادہ کی تو اس سے تو وہی بچ گئے تھے جو حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے۔

اس جبر و تشدد۔ اور ظلم کی پکی پیسی کے بعد کب بہت رہ جاتی ہے۔ اور کب کسی سے تعاون کیا جاسکتا ہے۔

بے چاروں کے جذبات تو چاہتے تھے کہ آل نبیؐ کی مدد کریں لیکن حوصلہ اور بہت جواب دے جاتا تھا۔ جب بھی انہیں حوصلہ میسر آتا تھا اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

یہ کوئی ہی تھے جنہوں نے مظلومین آل محمدؐ سے انتقام کی آواز دینے پر مختار کو لبیک کہی تھی۔ اور چن چن کو قاتلین شبیر اور ذریت شبیر کو تیر تیغ کیا۔ سلیمان ابن محمد خزاعی اور ابراہیم ابن مالک اشتر کا ساتھ دے کر قاتلان ذریت رسولؐ کو واصل جہنم کرنے والے بھی تو اہل کوفہ ہی تھے۔

امام حسینؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے اپنے ایک کوئی مجاہد کو دیکھا جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا بوڑھے بہت ہو چکے ہو۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی محبت میں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ کچھ سنڑے گی۔

اس نے عرض کیا۔ آپ کی محبت میں مٹنے والی سنڑ تو ہر پڑھ ہوتی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ابھی تیری عمر کافی ہے۔

اس نے عرض کیا۔

اللہ کرے آپ کی محبت میں گزرے۔



وہ بھی تو کوئی ہی تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کو سب نہ کیا لیکن اپنی جان دے دی  
وہ بھی تو کوئی ہی تھے جن سے پوچھا جاتا تھا کہ۔ دو میں سے ایک قبول کر  
لو موت یا علیؑ پر سب۔ اور وہ کہتے تھے علیؑ پر سب کرنا مشکل ہے اور محبت علیؑ میں  
جان دینا آسان ہے۔

بحال میں عبد اللہ ابن ولید سے سروی ہے کہ ہم امام صادقؑ کی خدمت میں  
حاضر ہوئے۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو؟

ہم نے عرض کیا۔ کوفہ سے۔

آپ نے فرمایا۔ روئے ارض پر کوئی شہر ایسا نہیں جس میں ہمارے شیعوں کی تعداد  
شیان کو کچھ برابر ہو۔

اللہ نے آپؑ کو ایسے امر کی ہدایت دی ہے جس سے دوسرے لوگ جاہل  
رہے ہیں۔

تم لوگوں نے ہم اہل بیتؑ سے محبت رکھی۔

جب دوسروں نے ہم سے بغض کیا۔

تم لوگوں نے ہماری تصدیق کی اور دوسروں نے ہمیں جھٹلایا۔

تم لوگ ہمارے نقش قدم پر چلے جب کہ دوسروں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ اس  
کے عوض اللہ نے ہماری زندگی ہمارے جیسی اور ہماری آخرت ہمارے جیسی مقدر  
کر دی ہے۔

عیون اخبار الرضا میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا۔

میں نظر امامت سے دیکھ رہا ہوں کہ قبر حسینؑ کے گرد بڑے بڑے محلات بن

چکے ہیں۔ اور کوفہ سے جوق در جوق لوگ میرے حسینؑ کی زیارت کو چلے آ رہے ہیں۔  
 اس سلسلہ کی آخری بات جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ امام سجادؑ اور بنات  
 زہراؑ نے اپنے خطبوں میں اہل کوفہ کی خدمت کی ہے تو اس خدمت کا تعلق تمام اہل  
 کوفہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف ان لوگوں سے ہے جنہوں نے آلِ محمدؑ کی نصرت  
 نہیں کی۔ جن کے متعلق تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے دل امام حسینؑ کے ساتھ تھے اور  
 تنواریں یزید کے ساتھ تھیں۔ ان سے بھی اس خدمت کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وقت اور  
 حالات کے مطابق وہ لوگ خدا معلوم کتنے بے بس اور مجبور تھے۔



## دفن شہداء

یہ تو مسلم ہے کہ دفن غاصریہ میں رہتے والے ان بنی اسد نے کیا ہے جن سے آپ نے زمین کر بلا خریدی تھی۔ اور جنہیں جناب حبیب ابن مظاہر نوین محرم کی رات کو لینے گئے تھے اور عمر سعد کی فوج نے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ اس بات میں مورخین کا اختلاف ہے کہ بنی اسد کے دفن کا سبب کیا بنا تھا۔

اس سلسلہ میں مورخین کے دو نظریات ہیں۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ چونکہ امام حسینؑ نے خریدار ارضی کے بعد بنی اسد کے لیے اس زمین میں تصرف کو جائز قرار دیا تھا اور انہیں تین شرائط کا پابند کیا تھا۔ یعنی اگر تم نے ان شرائط کی پابندی کی تو جو زمین میں نے تم سے نقد رقم کے عوض خریدی ہے۔ اس زمین سے کھانا تمہارے لیے جائز ہوگا۔ اور اگر تم نے ان شرائط کی پابندی نہ کی تو پھر تمہارے لیے اس کا تصرف حرام ہوگا۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ تم ہماری لاشوں کو دفن کرو گے چنانچہ ایضاً شرط کے لیے بنی اسد نے شہدائے کربلا کو دفن کیا۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ بنی اسد ابن زیاد کے خوف سے ہم گئے تھے۔ اور وہ اس شرط پر عمل کرنے کو تیار نہ تھے۔ بنی اسد کی مستورات جب دیارے فرت سے پانی پانی کی خاطر آئیں اور انہوں نے میدان کو خالی دیکھا۔ سوائے آل محمد کی بے سر لاشوں کے انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ تو انہیں یقین ہو گیا کہ ظالم اپنے مقتولین کو دفن کرنے کے بعد مظلوموں کے وارثوں کو دین بسترہ کر کے چلے گئے ہیں۔ اب تو نہ ظالموں کی طرف سے کوئی ننگانہ ہے اور نہ مظلوموں کے لاشوں کا کوئی پاسبان ہے۔ یہ دیکھ کر مستورات بنی اسد واپس چب اپنے گھروں میں آئیں تو انہوں نے پانی کے مٹکیزے زمین پر پھینک دیئے۔ دھپٹے اتار دیئے۔ سروں میں خاک ڈالی اور زور و بکا میں مصروف ہو گئیں۔ بنی اسد کے مردوں نے جب ان مستورات کا یہ حال دیکھا تو ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان سے اس گریہ کی وجہ پوچھی۔ جب تک تمام مرد جمع نہ ہو گئے۔ اسی وقت تک ان مستورات نے کسی کو کچھ نہ بتایا جب تمام مرد جمع ہو گئے تو ان مستورات نے کہا۔

آج تیسرا دن ہے اولاد رسول کے بے گناہ مقتولوں کے لاشوں بے گورو کفن پڑے ہیں۔

کیا تم مسلمان نہیں ہو؟

کیا تم ان مقتولوں کو اہل اسلام نہیں سمجھتے؟

جب وہ تین دن کے بھوکے اور پیاسے فوج ہوتے رہے اسی وقت تم نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ اس وقت تو تمہیں ابن زیاد کا خوف تھا۔ اب تو وہ کلی سے واپس چلے گئے ہیں۔ آج میدان میں آل رسول کی پارہ پارہ بے سر لاشوں کے سوا میدان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ جدید ہے کہ یزیدیں نے اپنے ہزاروں لاشے تو

دُفن کر دیے ہیں لیکن آلِ محمدؐ کے انگلیوں پر گنے جا سکتے والے ان ملامین نے دُفن نہیں کیے۔

آخر تم روزِ محشر سرورِ انبیاء کو کیا منہ دکھاؤ گے اگر ہم سے مادرِ حسینؑ نے پوچھ لیا تو ہم کیا جواب دیں گی۔  
تمام مردوں نے کہا۔  
زیادہ جذباتی نہ بنو۔ کچھ سوچو۔

آخر ابنِ زیاد وقت کا حکمران ہے اور حکمران وقت کے مقتولِ خواہ کوئی بھی ہوں انہیں اس کی اجازت کے بغیر دُفن نہیں کیا جاسکتا۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ آلِ رسولؐ کی طرح ہم سب قتل ہو جائیں اور نہ ہر ازادیوں کی طرح تمہیں رسن بستہ کر کے قیدی بن ڈال دیا جائے۔

مردوں کا یہ جواب سن کر تمام مستورات نے باہمی مشورہ کیا۔ اور مردوں سے کہا۔

ٹھیک ہے تمہیں ابنِ زیاد سے اپنے لیے خطرہ بھی ہے اور ہمارے لیے بھی خوف ہے۔ جب کہ ہمیں نہ تمہاری جان کی فکر ہے اور نہ اپنی رسن بستگی کا ڈر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر تم ابنِ زیاد کے ہاتھوں مارے جاؤ گے تو تمہارا خون اولادِ رسولؐ کے خون سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ اور اگر ہمیں آلِ رسولؐ کے دُفن کے جرم میں قید کر لیا گیا تو تمہارا پردہ نہرِ ازادیوں سے زیادہ نہیں ہے۔ تم آرام سے گھروں میں بیٹھے رہو۔ ہم خود جاتی ہیں اور جا کر ان مظلوموں کی لاشوں کو دُفن کرتی ہیں۔

یہ کہہ کر تمام مستورات اپنے اپنے گھروں کو گئیں اور ہر مستور نے قبر کھودنے کا سامان ہاتھ میں لیا اور میدانِ کربلا کی طرف جانے لگیں۔ جب مردوں نے یہ حالت

دیکھی تو ان کی خفہ غیرت جاگ اٹھی۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے اب دو طرف سے موت ہے۔

ایک یہ موت ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے ہماری مستورات تو شہدائے آل رسول کو دفن کریں اور ہم آرام سے گھر بیٹھے رہیں۔

اور دوسری یہ موت ہے کہ اگر ابن زیاد کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں قتل کر دے گا۔ ان دونوں موتوں سے آسان اور باعث موت یہی ہے کہ ہم خود جا کر ان غریبوں کو دفن کریں اور اگر ابن زیاد اس کی سزا دے تو قبول کر لیں کیونکہ یہ سزا زندگی میں صرف ایک مرتبہ ملے گی۔

اور اگر ہم دوسری موت کو قبول کریں تو یہ ہمیشہ کی لعنت ہوگی جو مرنے کے بعد بھی رہے گی اور زندگی میں بھی ہوگی

یہ فیصلہ کر کے مردوں نے ان مستورات سے کھدائی کا سامان لے لیا۔ اور میدان کی طرف چلے گئے۔

جب میدان میں آئے تو دیکھا کہ تمام لاشیں ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں۔ اور کسی لاش کے ساتھ سر نہیں ہے۔ اب یہ حیران ہو کر سوچنے کہ اگر ہم انہیں دفن کر بھی دیں تو ہمیں کیا معلوم ہوگا کہ کون سا منہ کس شہید کا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے سب سے پہلے تو وہ فرزند رسول کے لاش پر آئے اور وہاں قبر کھودنے کا ارادہ کیا۔ اپنے تحفظ کی خاطر ان لوگوں نے اپنے دو تین آدمی کو ذرا کی راہ میں بٹھا دیئے تھے تاکہ اگر ابن زیاد کی طرف سے کوئی فوج وغیرہ آئے تو وہ اطلاع دیں اور ہم کوئی مقول نذر تراش لیں۔

ان لوگوں نے ابھی تک چند بیٹے مٹی کے اٹھائے تھے کہ ان کے خبر دوڑے آئے

اور اگر بتایا کہ کوہ کی طرف سے ایک شہسوار آرہا ہے۔ انہوں نے کھدائی روک دی اور آنے والے کا انتظار کرنے لگے یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ اگر آنے والا ایک یا دو ہوئے اور ابن زیاد کے سپاہی ہوئے تو پھر معاملہ آسان ہے پہلے انہیں یہاں دفن کر دیں گے اس کے بعد ان شہداء کو دفن کریں گے۔ انہی باتوں میں وہ شہسوار قریب آگیا۔ اس نے آکر سلام دیا۔

جب انہوں نے اس شہسوار کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ شخص ابن زیاد کا سپاہی تو قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں رسیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں اور انتہائی بیمار ہے۔

انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

شہسوار نے پوچھا۔ یہاں کیا کر رہے ہو ؟

انہوں نے کہا۔ سیدھی سی بات ہے ان بے گور لاشوں کو دفن کرنے کی خاطر آئے تھے۔

شہسوار گھوڑے سے اترا اور ان کے قریب آکر بولا۔ تمہیں مزارات کھودنے کی تکلیف نہیں کرنا پڑے گی۔

خاتم الانبیاء ان سب کے مزارات کھود کر گئے ہیں۔ میں تمہیں نشانہ دیتی کرتا ہوں میری نشانہ دہی کے مطابق تم صرف اوپر سے مٹی ہٹاتے جاؤ اس کے نیچے تمہیں کھدائی کھدائی قبر ملے گی

جہاں وہ کھڑے تھے اس آنے والے بیمار نے ان کے دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا۔ اس جگہ سے مٹی ہٹاؤ۔ جب انہوں نے مٹی ہٹائی تو نیچے سے قبر تیار ملی۔

اب انہوں نے چاہا کہ لاشہ غریب زہرا کو اٹھائیں تو اس بیمار نے فرمایا انہیں  
تم اس لاشہ کے قریب نہ آؤ میرے ساتھ میرے معاون موجود ہیں۔  
انہوں نے عرض کی۔

حضور! آپ یہ لاشہ بھلا اٹھائیں گے کیسے؟

اس کے نہ بازو ہیں، نہ پاؤں ہیں۔ نہ سینہ ہے اور نہ پسلیاں ہیں بازو کہیں  
ہے۔ پاؤں کہیں ہے۔ پسلیاں چور چور ہیں اور سینہ پامال سم اسپاں ہے۔ آخر  
آپ کیسے اٹھائیں گے۔  
آپ نے فرمایا۔

تم ایسا کر دو ایک بورے کا ٹکڑا لے کر آؤ۔ ایک نو جوان دوڑ کر گیا۔ اپنی  
بستی سے ایک پاکیزہ بورے کا ٹکڑا اٹھا کر لایا۔ اور بیمار کے حوالہ کیا۔  
بیمار نے وہ ٹکڑا لیا۔ قبر کے کنارے رکھا۔ اور بھری ہوئی لاش کے ٹکڑوں کو  
چن چن کر اس ٹکڑے پر رکھنے لگا۔ جب تمام ٹکڑے جمع ہو گئے آخر میں بورے میں سینہ  
کو رکھا۔ پھر انہیں اس طرح ترتیب دی کہ مکمل لاشہ نظر آنے لگا۔ پھر بورے کا دایاں  
سر ابائیں طرف اور بایاں سر ادائیں طرف ڈال کر لاشہ کو اس میں پٹا اور بسم اللہ و باللہ  
علی ملہ رسول اللہ پڑھ کر اٹھایا۔

بقول بنی اسد ہم دیکھ رہے تھے کہ اٹھانے والا ایک نہ تھا۔ اس کے ساتھ کچھ  
اور بھی تھے۔ لیکن وہ ہمیں نظر نہیں کر رہے تھے۔

جب اس نے قبر میں اتارنا چاہا تو پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیاں، ہاتھوں کی ریاں  
اور گلے کے طوق اور خودینچے گر گئے۔  
لیکن وہ کمزور اس قدر تھا کہ کئی مرتبہ جھکنے کا ارادہ کیا لیکن جھک نہ سکا۔



آخر کار اس نے ایک پاؤں قبر میں لٹکایا۔ دونوں ہاتھوں پر لاش کے ٹکڑے تھے پھر دوسرا پاؤں قبر میں لٹکایا۔

ادریوں آہستہ آہستہ قبر میں اترے لاشہ قبر کے سپرد کیا۔ پٹے ہوئے پورے کو کھولایا۔ لاشہ کے اوپر جھکا اپنا سینہ اس پامال سم اسپان کے سینے پر رکھا۔ اپنا منہ گونے بیدہ پر رکھا۔ اور کافی دیر تک اسی عالم میں رہا۔ پھر اٹھا ہم نے دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات لگی ہوئی تھی۔

اس کے بعد اس نے ہمیں کنار دریا آئے کو کہا۔ وہاں بھی ایک لاشہ رکھا ہوا تھا جس کے بازو نہیں تھے۔ اس نے دیکھا ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے وہاں سے مٹی ہٹائی نیچے قبر تیار تھی۔ اس لاشہ کو بھی اس نے خود ہی اٹھا کر اس کو سپرد قبر کیا۔

(میرادل کہتا ہے جناب سجاد نے کہا موگا بچا عباس آپ کا سجاد بیمار ہے بڑی مشکل سے آیا ہوں۔ زیادہ بیٹھ نہیں سکتا۔ کہیں آپ کی آٹا نادی نہ بلائے)

مترجم

پھر دوسرے لاشوں کو ایک جگہ دفن کرنے کا حکم دیا۔ آخر میں دو لاشہ بچ رہے ایک نوجوان کا تھا اور دوسرا کس لاشہ تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ بے ساختہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ راد فرزند رسول کے پابنتی دائیں طرف جوان لاشہ اور بائیں طرف کس لاشہ دفن کرنے کا حکم دیا۔

جب اس کام سے فارغ ہو چکے تو فرزند رسول کے مراز پر انگلی سے یہ عبارت لکھی۔

هذا قبر حسين ابن علي ابن طالب الذي قتلوه عطشاناً -  
یہ علی ابن ابی طالب کے جگر گوشہ حسین کا مزار ہے وہ حسین جے تین دن کا  
بیاہ بلا جرم شہید کیا گیا ۔

ہم نے عرض کیا ۔  
حضور آپ کون ہیں ؟  
اس نے جواب دیا ۔

میں اسی حسین کا بیار بیٹا ہوں میرا نام علی ہے بابا کے بدادب میں تمہارے  
لیے حجت خدا ہوں ۔

تم گھبرانا مت اگر ابن زیاد اس کے سپاہی تم سے پوچھیں کہ تم نے ان  
لاشوں کو کیوں دفن کیا ہے تو صاف صاف بتا دینا خوشنودی خدا اور رسول کے لیے  
دفن کیا ہے ۔

اس کے بعد وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے ۔

### تکفین و تغسیل امام :

امام ہی کرتا ہے ہمارے مسلمہ معتقدات شیعہ سے ہے کہ معصوم کی تغسیل و  
تکفین معصوم ہی کرتا ہے ۔ خواہ وہ اس موقعہ و مقام پر موجود ہو یا نہ ہو ۔  
اسماعیل ابن سہل نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ ۔

میں امام رضا کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس علی ابن حمزہ ، ابن براج ،  
اور ابن مکاری آئے ۔ اور امامت کے سلسلہ میں گفتگو شروع ہو گئی ۔ ان لوگوں نے  
استعاضی کیا کہ اگر آپ کا یہ نظریہ درست ہے کہ امام کو امام ہی غسل و کفن دیتا ہے

تو پھر جب آپ کے والد امام موسیٰ بغداد میں شہید ہوئے اور آپ اس وقت مدینہ میں تھے تو انہیں غسل و کفن کس نے دیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ۔

فرزند رسول حسینؑ امام تھے یا نہیں؟

انہوں نے کہا امام تھے۔

آپ نے فرمایا۔

انہیں کس نے غسل و کفن دیا تھا؟

انہوں نے کہا۔ امام بجاؤ نے۔

آپ نے فرمایا۔

امام سجاد توقید ابن زیاد میں تھے وہ کیسے آئے تھے؟

انہوں نے کہا باعجاز امامت آئے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

اگر امام سجاد باعجاز امامت کو فرسے کر بلا سکتے ہیں تو پھر باعجاز امامت میں

مدینہ سے بغداد کیسے نہیں آسکتا۔

انہوں نے کہا۔ حدیث یا ابن رسول اللہ۔

خروج میں خلافت سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں امام محمد تقی کے پاس تھا آپ

نے مجھے فرمایا گھوڑے پر سوار ہو جا۔

میں نے عرض۔ کہاں جانا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

تجھے جو حکم دیا گیا اس پر عمل کر۔

میں سوار ہو گیا۔  
 وہ خود بھی ایک گھوڑے پر سوار ہو گئے۔  
 ہم ایک وادی میں آئے مجھے حکم دیا یہیں رک جائیں رک گیا خود ایک طرف  
 چلے گئے اور میری نظروں سے غائب ہو گئے۔  
 کافی دیر بعد جس طرف گئے تھے اسی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیے  
 جب قریب آ گئے تو میں نے عرض کیا۔  
 قید کہاں تشریف لے گئے تھے؟  
 فرمایا۔ خراسان میں والد کو غسل و کفن دینے۔ ان کی شہادت ہو گئی  
 ہے۔

میسب ابن زبیر سے مروی ہے کہ یہی ایک دن اجازت لے کر امام موسیٰ سے  
 زندان میں ملاقات کو آیا۔  
 کافی دیر تک آپ مجھے چشمہ فیض اللہیت سے سیراب فرماتے رہے۔ اسی  
 دوران فرمایا۔

شاید سندی ابن شاکب ملعون اس انتظار میں ہے کہ شیعہ کا یہ دعویٰ اب  
 غلط ہو جائے گا کہ امام کو امام کے سوا کوئی دوسرا غسل و کفن نہیں دے سکتا۔ کیونکہ  
 امام موسیٰ بغدادیوں سے اور اس کی اولاد مدینہ میں ہے حالانکہ وہ غلط سمجھتا ہے امام  
 نے امام کو اتنی قدرت سے نوازا ہے کہ وہ آں واحد میں متعدد مقامات پر چاہے  
 موجود ہو۔

جناب امیر مدینہ سے ملائی جناب سلمان کی تفصیل دیکھیں کہ یہ بھی اس لیے  
 تشریف لائے تھے کہ جناب سلمان حضرت عیسیٰ کے اولیاء میں سے آخری وحی تھے۔

شیخ صدوق نے عیون اخبار الرضا میں مرتبہ ابن اعیان سے روایت کی ہے کہ۔

دم آخر امام رضا نے دیگر احکامات کے علاوہ مجھے یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد مامون تجھے چھت کے اوپر سے جھانک کر کہے گا مرنے اب بتاؤ تمہارا تو عقیدہ ہے کہ امام کو امام کے سوا کوئی دوسرا غسل و کفن نہیں دے سکتا اب کیا کرو گے ہم طوس میں ہیں اور تیرا بعد والا امام مدینہ میں ہے۔

اس سوال کے جواب میں اسے بتا دینا۔ طوس اور مدینہ کا فاصلہ تو بہت کم ہے اگر ایک امام مشرق میں شہید ہو اور اس کا دسی مغرب میں ہو تو بھی وہی اگر اسے غسل و کفن دے گا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا امام کو غسل دے سکتا ہے نہ کفن۔

رہی یہ بات کہ امام سجادؑ ابن زیاد کی قید سے نکل کر آئے کیسے تھے؟ تو یہ ایک سوال ہے جو کم از کم کسی ایسے شیعہ کے ذہن میں تو نہیں آ سکتا جو امام کو اپنے جیسا مجبور محض اور عاجزانہ سمجھتا۔ اور جو لوگ امام کو عاجز اور مجبور محض سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ آ سکتے ہیں یا نہیں۔

کیونکہ ختم اللہ علی قلوبہم۔

اس قسم کے واقعات سے تاریخ بریز رہے کہ آئہ کہاں کہاں کس طرح اور کب

پہنچے ہیں۔

جب اللہ نے انہیں ولایت مطلقہ کے منصب اعلیٰ پر فائز کر دیا ہے اور انہیں عالم میں ہر تصرف کی قدرت دے دی ہے تو پھر یہ سوچنا کہ وہ کیسے آئے دانشمندانہ

سوال نہیں ہوگا۔

علامہ شہر آشوب نے مناقب میں زہری سے روایت کی ہے کہ۔  
میں اس وقت موجود تھا جب عبد الملک ابن مروان کے حکم سے امام سجاد کو  
زنجیر پہنائے گئے۔ ان کا وزن بہت بھاری تھا۔ اور عبد الملک کے سپاہی آپ کو  
لے کر شام چلے گئے۔

بعد میں میرا بھی شام جانا ہوا ابھی تک آپ راستہ ہی میں تھے۔ میں نے  
سپاہیوں سے اجازت ملاقات مانگی۔  
انہوں نے اجازت دے دی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رو کر  
عرض کیا۔

قبہ کا شہزادہ زنجیر میرے گلے اور ہاتھوں میں ہوتے۔

آپ نے فرمایا۔

زہری۔ ایسی بات نہ کہ یہ تو صرف اپنے شیعوں کو مصائب برداشت کرنے  
کی تربیت دینے کی خاطر قبول کر رکھے ہیں ورنہ یہ زنجیر بے چارے کیا کر  
سکتے ہیں۔

یاد رکھنا مدینہ سے دو منزل تک میں ان کے ساتھ جاؤں گا میں ان کا پابند  
نہیں ہوں۔

اس کے بعد چار راتیں ہی گزری تھیں کہ عبد الملک کے سپاہی مدینہ میں آپ کو  
ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

ہم نے پوچھا۔ کیا ہوا۔

وہ کہنے لگے سمجھ نہیں آتی ہمارے ساتھ ہی چل رہے تھے۔ ہمارے کو کبھی

نہیں موتے تھے پہرہ ہی دیتے رہتے تھے۔ آج صبح دیکھا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے کہ زنجیروں میں رہ گئے ہیں اور آپ موجود نہیں ہیں۔

اس کے بعد میں عبد الملک کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے امام سجاد کے متعلق پوچھا۔  
میں نے کہا۔

کہ اب اس غریب کو تنگ نہ کیا کرو وہ تمہارے لیے کسی قسم کا خطرہ نہیں بن سکتا۔

وہ ہر وقت مصروف عبادت رہتا ہے۔

عبد الملک نے کہا۔

اگر تو مجھے یہ نصیحت نہ بھی کرے تو بھی میں خود اس سے خوف کھا چکا ہوں جس دن وہ میرے سپاہیوں کے ہاتھوں سے نکلا ہے اسی دن میرے پاس آیا تھا اور مجھے کہا تھا۔

ما انا و انت ۔ تجھے میرے ساتھ کیا میرے

میں نے کہا۔

میں تو چاہتا تھا کہ آپ میرے پاس یہیں شام میں رہتے۔  
اس نے کہا۔

میں یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔

میں آگے بول تک نہیں سکا۔ تجھے کیا معلوم ہے کہ اس میں کتنا رعب تھا۔  
اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر یقین کر میرے کپڑے جس ہو گئے تھے۔

ان واقعات اور ان جیسے دیگر میسوں واقعات سے قابل اعتماد علماء کی معتبر  
کتب لبریز ہیں۔  
لہذا ان واقعات کے بعد یہ سوچنا کہ کیا کر سکتے ہیں۔ اور کیا نہیں کر سکتے  
یا مقصدین کا کام ہے یا منافقین کا کام ہے اور یا عقل سے خالی کھوپڑی کا کام  
ہے۔





# کوفہ میں ذریت رسول کے استقبال کی تیاریاں

عمر سعد چونکہ خود کربلا میں اپنے مقتولین کو دفن کرنے کی خاطر رک گیا تھا۔ اور آل محمد کو اس نے سوائے کوفہ بھیج دیا تھا۔ اس لیے انتہائی برق رفتاری سے کوفہ سے ایک منزل دور قائد آل محمد سے آکر ملا۔ اور ابن زیاد کو اپنی آمد سے مطلع کیا۔

اپنے پیغام میں کہا۔

اے امیر! ذریت رسول کو جس حال سے میں لارہا ہوں۔ آپ اور آپ کے محب دیکھ کر خوش ہوں گے اور محبان آل محمد کے دل کباب ہو جائیں گے، ہمیں بتایا جائے کہ آپ کوفہ میں ان قیدیوں کے اور ان کے شہداء کے سرور کو کس طرح داخل کرنا چاہتے ہیں۔ کھلے عام یا رازداری سے۔

جب ابن زیاد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے اسی وقت گیلوں۔ بازاروں اور کچھوں میں خوشی اور مسرت کی منادی کرانی ہو جگر و حوصلہ بجائے جانے لگے۔ رقص و سرود کی محفلیں جنمے لگیں۔

ابن زیاد نے اپنے دوسرے حکم میں ادبائش قسم کے سرداران قبائل اور ننگھنے قسم

کے دو لقمہ دوں کو بلایا۔ ہر ایک کو فوج کی اچھی خاصی تعداد دے کہ ہر محلہ کے راستہ ہر گلی کے موڑ ہر چوک اور ہر کوفہ میں انہیں تعینات کیا۔ تاکہ مہمان آل محمدؐ کی طرف مزاحمت کے ہر امکانی خطرہ کا بروقت بندوبست کیا جاسکے۔ کم و بیش دس ہزار افراد کو کوفہ میں مامور کیا گیا۔ ان انتظامات کے بعد تمام شہر میں منادی کرائی گئی کہ ہر محلہ اور ہر بازار کا باشندہ ہر محلہ کے استقبال کی خاطر بیرون کوفہ جائے۔ لیکن کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ پولیس کو حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شخص مسلح نظر آجائے۔ یا کسی کے پاس سے پوشیدہ ہتھیار برآمد ہو جائے تو اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لایا جائے۔

ابن زیاد نے خولی کو حکم دیا کہ سرحدیں کو ابن سعد کے استقبال کی خاطر بلند ترین نیزہ پر سوار کر کے بیرون کوفہ لے جایا جائے ابن سعد سے کہا جائے کہ تمام سروں کو نیزوں پر بلند کیا جائے اور اپنے معتد ترین سپاہیوں کو سروں کی حفاظت پر معین کیا جائے۔ ہر محل کے گرد بہادر اور قابل اعتماد سپاہیوں کا گھیرا ہوا فوجیت نبی کی قیدی مستورات سے کوئی قابل احترام سلوک نہ کیا جائے۔

ان احکام کے ملتے ہی تمام کوفہ پر بد معاشوں اور لنگوں کا راج ہو گیا۔ ہر گلی سے گانے کی صدائیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ ہر کوفہ میں ڈھول پٹنے لگنے ہر چوک پر ترنم و سرود کی محفلیں مچنے لگیں۔ ہر خورد و کلاں اور سیر و جوان نے ایک دوسرے کو گلے مل کر مبارک باد دینا شروع کر دی۔

دوسری طرف جو چند شیعیان آل محمدؐ تھے ان کے جگر چلتی ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو برسات بنکے بننے لگے۔ نوحہ و بکا اور نالہ و شہیون کی جگہ دفر و صداؤں سے آسمان سے اڑنے لگا۔ اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے ہمانہ ہو گا کہ اعدائے آل محمدؐ کے لیے

یہ دن روزِ عید تھا۔ اور مہمان آلِ محمد کے لیے یہ دن روزِ ماتم و مظلومیت تھا۔ کوفہ میں کتنا عجیب و غریب منظر تھا۔ ایک طرف گانے بجانے کی آواز دوسری طرف گریہ و بکا کی صدا ایک طرف رقص و سرود کی محفل دوسری طرف غم و اندوہ کی صف ایک طرف عید کا سماں دوسری طرف غربت و نوحہ خواں۔ ایک طرف یزیدیت کی خوشیاں اور دوسری طرف حسرت کی محرومیاں تھیں۔ کوفہ کے عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ شیعیاں آلِ محمد کا ہر نوحہ و بکا اور گریہ ماتم و حصولِ سبطیۃ اور مینڈا جا کی آوازیں دب کر رہ گیا۔

روضۃ الشہداء کے مطابق جب عمر سعد کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہنچا تو اس کے استقبال میں فرزندِ رسول کا سر پہنچایا گیا اور اسے ابنِ زیاد کا پیغام دیا گیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب سرِ سید الشہداء کو طویل ترین نیزہ پر بلند کیا گیا تو سر اس طرح نورانی اور درخشاں تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے گھیسر بادلوں کی تہ در تہ تاریکی سے چودھویں کا چاند نکل آئے۔ جب سر کو باقاعدہ بلند کیا گیا تو عمر سعد کے لشکر نے باوازِ بلند اللہ اکبر کہا۔

یہ دیکھ کر ثناءِ نہرا ام کلثوم زینب بنت علی نے ایک دلدوزِ صدا لے کر نوحہ بلند کیا کہ کیونکہ خیام سے آخری الوداع کے بعد آج پہلی مرتبہ بھائی کے سر کو دیکھا تھا تمام بات نہرا نے داحمہ و علیہ و احسیناہ کی جگر دوزِ صدا بلند کی جناب ام کلثوم زینب نے سرِ مظلوم کو دیکھ کر یہ مرثیہ پڑھا۔

اخی یا ملا لا غاب طلوعہ  
اے میرے چاند سے جیسا آپ  
کہاں غاب ہو گئے تھے آپ کے  
فمن فقدہ اقصیٰ نہاری کا لیلتی۔

نظر آنے سے میرا دن بھی

تاریک رات کی مانند سیاہ ہو  
گیا تھا۔

بھیا میں آپ کو آپ کے بد اپنی  
کوئی مصیبت کا شکوہ کروں۔

تیری جدائی کا غم بتاؤں یا چادر  
کا اتنا بتاؤں یا خیم سے لکنا

بتاؤں یا سفر میں تنہائی بتاؤں  
تیرے تیرے لباس کا چھنا بتاؤں

یا تیرے جسم کی غربت بتاؤں۔  
یا تیرے زخمی سینہ پر چمکتی تلواروں

کے ہنسنے بہنے وار بتاؤں۔  
بھیا کیا میں تیری لاش پر گھوڑوں

کا دوڑنا بتاؤں یا تیری سفید ریش کا  
خون سے خضاب ہونا بتاؤں یا

ماہ دو ہفتہ کی طرح تیرہ پر بلند  
سر کی منظومت کو دوں۔

بھیا میں تجھے خیم کے نشے کی کیفیت  
بتاؤں یا دوا الخدج کی خبر شہادت

سناؤں یا گرم بیت تیرے کیے  
ہوئے سر کے رکھنے کا مات سناؤں

اخى يا اخى اى المصائب ائتكى

فراقك ام هتكى وذى وغربتى

ام الثوب مسلوبا ام الجسم عاريا

ام الفرم مخورا ببیض حقيلة

ام اظہر مرضوصا ام التیب قانیا

ام الرأس مرقوعا کید الدجیة

ام الرجل فہویا ام اظہر ناعیتا

ام الوجه کلیوبا بحر الظہرۃ

ام الضایعات القاقذات حواسرا

کھٹل الاماد شیم ہون فی کل بلوۃ  
یا کیا تجھے بے نوا مستورات سرو بہن  
مستورات کی حالت زار سناؤں  
جنہیں کینروں کی طرح شمر شہر چلایا  
جار ہے۔

و یالیت ہذا السہم کان مہجستی  
بھیا کاشش یہ خنجر میرے گلے میں  
چل جاتا اور کاشش میرے دل میں  
لگنے والا تیر میرے دل سے گزر  
جاتا۔

وقل ام کلثوم بکرب و محنة  
بھیا صاحب طر اور مصطفیٰ نانا کو  
ہمارا سلام عرض کر دینا اور انہیں  
بتا دینا آپ کی ام کلثوم مصاب کے  
گرداب میں حیران ہے۔

وقل زینب اصحت تساقل بذلة  
بھیا کرار بابا کو میرے سلام عرض  
کر کے بتا دینا بابا تیری زینب  
بے موقع و چادر مجبور ہاتھوں سے  
تشہیر کیا جا رہی ہے۔

سب کے آگے سر مظلوم نہرا تھا۔ اس کے بعد دیگر شہداء کے سر تھے سروں کے بعد  
ذریت نہرا کی سواریاں تھیں جن پر بے پالان کے اولاد بنی کو سوار کیا گیا تھا۔  
تاریخ طبری کے مطابق ذریت رسول کے سروں پر چادریں اور دانٹوں پر پالان  
نہیں تھے۔ جو نبی یہ قافلہ کوذ کے قریب پہنچا تو ہر طرف سے فتح یزید کے فرے۔

گاہن کی بلند آوازیں۔ ڈھول تالیاں۔ اور شادیانوں کی آوازوں کا ایک ٹھک ٹھک گانہ  
 شور بلند ہوا۔ ایسی آوازیں جن سے کان چھٹ رہے تھے۔ دل دہل رہے تھے ذہن  
 رسول کے ڈرے ہوئے بچے اور ہم رہے تھے۔ استقبال کرنے والوں نے سروں کے  
 گرد دھن کرنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ انگشت بدندان ہو کر سروں کے حن اور تازگی کو  
 دیکھنے لگے جن سے آج تیسرے دن بھی تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ فوج یزید کی چند ٹولیوں  
 نے بے کجا وہ محمدوں کے گرد گھیرا ڈال کر فوج یزید کے نرے لگا لگا کر ناچنا شروع کر  
 دیا۔ کچھ لوگ سروں اور بنات رسول کے یکسی پر آنسو بہانے لگے۔ کچھ اپنی جباتیں اور سروں  
 سے رمال اتار کر کرنی بنی کے سروں پر نیچے سے پھینکنے لگے۔ دوسری طرف فوج یزید  
 کے سپاہی نیزوں سے چادریں اور رمال اتارنے لگے۔

ابن زیاد نے اعلیٰ پولیس آفیسر کو خاص طور پر ہدایت کر رکھی تھی کہ۔ دختران رسول  
 اور سرائے شہداء کا خاص خیال رکھا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بیٹھریں کوئی محب  
 آل محمد موقع پا کر کسی سہریا کسی دختر رسول کو اپنی پناہ میں نہ لے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ  
 سروں اور سولہویوں کے گرد ایک طرف تماشاں بینوں کا دوسری طرف کا بوس کا اتنا ریش  
 ہو گیا کہ ایک مرتبہ گر جانے والے آدمی کے لیے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ممکن نہ تھا۔  
 اونٹوں کے لیے چلن دشوار ہو گیا۔

جناب ام کلثوم زینب نے پولیس آفسر سے فرمایا۔ ہندو خدا! اس وقت جیرے پاس کچھ بھی  
 نہیں تھا جو تم کو بلا میں لوٹ لیا سوائے منت اور ساجت کے کچھ بھی نہیں دے سکتی۔ تیرا  
 احسان ہو گا اگر تو سروں کو ذرا آگے لے جاتا کہ تماشاں بین سران کی عظمت ان کا حسن و  
 جمال اور ان کی مظلومیت اور غربت دیکھنے میں مصروف ہو جائیں اور ہم  
 دختران رسول کا پردہ بچ جائے۔

پولس انفرنے کچر دیر کے لیے تو ایسا کیا لیکن پھر علم رسد اور شمر کی ڈانٹ سے اس نے سروں کو اونٹوں کے درمیان لانا پڑا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق شہر زور کا ایک حاجی کہتا ہے کہ اتفاقاً اسی سال میں حج سے واپس آ رہا تھا اور میری بد قسمتی مجھے ان دفن کو ذرے آئی جب اہل محمد کو نہ میں آ رہے تھے۔ میں نے دیکھا تمام بازاری بند ہیں ہر طرف عید کا سماں ہے۔ ہر چوک پر طوائف ناچ رہی ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو گلے مل کر مبارکبادیاں دے رہیں ہیں ہر طرف طبعی کی تھاپ پر گلے گلے جا رہے ہیں میں دل میں سوچنے لگا کہ مسلمان ہونے کے ناطے عالم اسلام کی تمام عیدیں مجھے معلوم ہیں۔ آج تو مجھے کوئی بھی عید نظر نہیں آتی لیکن آج کو فرم عید بنا ہوا ہے۔ یہ کیسی عید ہے اور کونسی عید ہے؟ انہی خیالات میں میں نے ایک مقامی بوڑھے سے پوچھا۔ اے عبد خدا! اگر تجھے معلوم ہو تو مجھے بتا دے کہ اس عید کی کونسی عید ہے۔ میں نے آج تک اس عید کے متعلق کبھی نہیں سنا۔

جو نہی میں نے پوچھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا ہے اس کی آنکھوں کا کار کا ہوا خون ٹوٹ گیا وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا اور رونا ہوا مجھے مجمع سے ایک عینچہ اور تنہا جگہ لے گیا۔ میں اسے اس قدر بے تحاشہ رونا دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یا اللہ! یہ معاملہ ہے! ایک طرف ہنسنے مسکرنے اور تالیوں بجانے والے زیادہ سے زیادہ ہر سہے ہیں اور دوسری طرف یہ بوڑھا روتے جا رہا ہے۔ اللہ خیر کرے۔

جب وہ مجھے عینچہ لے گیا تو میں نے اس سے پوچھا اے عبد خدا! کیا بات ہے؟ اس نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تو اس شہر میں نوادر اور مسافر ہے۔ میں نے کہا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ میں شہر زور کا سا فرم ہوں۔ حج پر گیا تھا حج سے فارغ ہو کر گھر واپس جا رہا ہوں آج کو فرم میں یہ جشن عید دیکھ کر اس میں شامل ہو گیا ہوں

اور اس عید کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔

اس بوڑھے نے کہا۔ اگر نہ پوچھے تو بہتر ہے ہم لٹ گئے ہیں۔

میں نے کہا۔ اگر واقعاً ہم لٹ ہی گئے ہیں تو پھر بھی تو مجھے معلوم ہونا چاہیے تاکہ میں جب واپس گھر جاؤں گا اور اپنے حالات سفر میں کوئی عید کا ذکر کروں گا تو مجھ سے لوگ پوچھیں گے میں کیا جواب دوں گا۔

اس نے کہا۔ یہاں قریب یہی صحرائے کربلا ہے تو نے اس کا نام تو سنا ہوگا۔

میں نے کہا۔ ہاں میں نے سنا ہوا ہے۔

بوڑھے نے کہا بس اسی صحرائے کربلا پر یسویں قیامت ٹوٹ گئی ہے۔

میں نے کہا۔ وہ کوئی قیامت ٹوٹی ہے۔

اس نے کہا۔ پرسوں میدان کربلا دو فوجوں کا آپس میں ٹکڑاؤ ہوا ہے ایک فوج کم تھی دوسری زیادہ تھی، زیادہ فوج نے کم فوج کو شہید کر دیا ہے۔ آج یہ فاتح فوج کا جشن ہے۔

میں نے کہا۔ یہ دونوں فوجیں کس کس کی تھیں؟

اس نے کہا۔ ایک طرف فرزند رسول حسین ابن فاطمہ کے چند سپاہی تھے۔ اور

دوسری طرف یزید کی لاکھوں پر مشتمل فوج تھی۔ فرزند رسول کے ساتھ کم ہونے کے

ساتھ ساتھ تین دن کے جھوٹے اور پیاسے تھے۔ مقابل میں یزید کی تازہ دم فوج تھی

آج فوج یزید کا سالار فرزند رسول اور اس کے ساتھیوں کے سر اور دھڑن زہرا کو

تید کر کے ابن زیاد کے پاس لارہا ہے۔ یہ جشن فتح یزید اور دھڑن زہرا کے استقبال

کی خاطر منعقد ہو رہے ہیں۔

انہی باتوں میں ڈھول کی آواز قریب آگئی اور ساتھ ہی منادی کی آواز آئی۔



فرزند رسول حسین ابن علی اور اس کے ساتھیوں کے سر آگئے ہیں۔ میں نے دیکھا سب سے  
 آگے فرزند رسول کا سر تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے شہداء کے سر تھے۔ اور ان کے بعد  
 بے پالان کے اونٹوں پر چند بے مقنع و چادر مستورات تھیں جن کے ہاتھ پس گردن  
 بندھے ہوئے تھے جب ایک چوک پر آئے تو ایک مستور نے با آواز بلند کہا۔

یا اهل الکوفة تحن سبایا	اے کو فیو! آنکھیں جھکا لو۔ ہم
عقد غصوا ابصارکم عنا وعن	نبی زادیاں ہیں۔ ہم سے رخ موڑ
النظر الینا اما تسعیون من الله	لو کیا تمہیں اللہ رسول علی اور
ومن رسوله ومن المرتضى ومن فاطمة الزهراء	و فرزند رسول زہرا سے جہانیں آئی

اس کے بعد اس تافلم کو باب بنی خزیمہ پر کافی دیر تک رکھا رہا اور سر غریب رسول  
 سورۃ کف کی تلاوت کرتا رہا۔ اس تافلم کو اس چوک پر اتنی دیر تک روکا گیا کہ سر  
 مظلوم نے اول سے آخر تک سورۃ کف کی تلاوت مکمل کر لی۔

## کوفہ میں ورود

جب آل محمد کو کوفہ میں لایا گیا تو کوفہ کی گلیاں اور کوپے مردوں۔ عورتوں، بوڑھوں، جوانوں۔ بچوں اور بزرگوں سے اٹے پڑے تھے۔ ان میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ اپنے بھی تھے اور پرانے بھی ماننے والے بھی اور نہ ماننے والے بھی۔ کچھ رو رہے تھے اور کچھ ہنسی ہنسی کرتا لیاں بجا رہے تھے۔

ہبل بن سعید نے بنی ہاشمی سے روایت کیا ہے کہ میرا بھائی اس دن میں کوفہ میں موجود تھا جس دن اسیران آل محمد کو کوفہ لایا گیا۔ میں نے بے پالان کے اونٹوں پر لٹھی ہوئی مستورات کو دیکھا جنہوں نے بالوں سے پردے بنا رکھے تھے۔

میں نے ایک بزرگ سے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟  
اس نے کہا۔

ہماری بد بختی ہے۔ تو نہیں دیکھ رہا۔ کہ بلند نیزے پر دختر رسول کے بیٹے حسین کا سر ہے اور ان بے پالان کے اونٹوں پر نہ ہزارادیوں بچے مقنع در چادرانوں سے پردے بنائے ہوئے ہیں۔

جب سردی دالے نیرے گزر گئے اور قیدیوں کے اونٹ آنا شروع ہوئے  
تو میں نے پہلے پہلے اونٹ پر ایک بھار کو دیکھا جس کے ہاتھ پس گردن بندھے  
ہوئے تھے۔

اس کے گلے میں ایک رسی تھی جو اونٹ کی گردن سے بندھی تھی اس کے  
دونوں پاؤں اونٹ کے پیچھے سے بندھے تھے۔ اور دونوں سے خون رس رہا  
تھا۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔

اس نے جواب دیا۔ یہ علی ابن حسین ہے۔

اس کے بعد دوسرا اونٹ آیا اس پر ایک مستور تھا بیٹھی تھی۔ پالان نہیں  
تھا۔ اس مستور کے ہاتھ بھی پس گردن بندھے تھے۔ بالوں سے وہ بھی منہ  
چھپائے تھی۔

میں نے اونٹ والے سے پوچھا۔

یہ مستور کون ہے؟

اس نے جواب دیا علی و بتول کی بڑی بیٹی ام کلثوم زینب ہے۔  
پھر تیسرا اونٹ آیا اس پر ایک بچی تھا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ پس  
گردن بندھے تھے۔ اس کے بال چھوٹے تھے اس نے اپنی دونوں کہنوں میں منہ  
چھپا رکھا تھا۔

مجھے پوچھنے پر بتایا گیا۔

یہ سیدہ بنت حسین ہے۔

پھر چوتھا اونٹ آیا اس پر تین کسبچیاں اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں اونٹ

پر پالان نہیں تھا۔ تینوں کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ اور تینوں کے گلے میں ایک رسی تھی جسے اونٹ کی گردن سے باندھ گیا تھا۔  
مجھے بتایا گیا کہ۔

دو جناب مسلم کی بیچیاں ہیں ایک زبیرہ فاطمہ کبریٰ ہے۔

پھر ایک اونٹ آیا اس پر تنہا ایک عورت تھی اس نے بھی بالوں سے پردہ بنا رکھا تھا۔ اور اس کے ہاتھ بھی پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ مادر علی اکبر ام لیلیٰ ہے۔

اتنے میں میں نے دیکھا کہ جن مستورات کی آغوش میں بچے تھے۔ چھتوں سے کوفی مستورات نے کجھریں اور روٹی کے ٹکڑے دینا شروع کیے۔ اس وقت ام کلثوم زینب بنت علیؑ نے ایک طرف عورتوں سے فرمایا۔  
او کوفی عورتو!

ہمیں صدقہ مت دو۔ ہم آل محمد ہیں۔ ہم پر صدقہ حرام ہے۔ دوسری طرف سے بچوں سے فرمایا۔

کوئی بچہ صدقہ کی کجھور نہ کھائے۔ میں نے دیکھا تمام بچوں نے اپنے منہ میں لے ہوئے کجھور کے دانے پھینک دیئے۔

ایک روایت کے مطابق ایک عورت چھت پر بیٹھی ان مستورات کو دیکھ دیکھ کر بڑی خوش ہو رہی تھی۔

پھر اس نے اس خوشی میں سوال کیا۔

تم کہاں کے قیدی ہو؟

جناب ام کلثوم زینب نے پوچھا تو کس لیے پوچھتی ہے؟

اس نے جواب دیا۔

بنجائیں نے بہت سے قیدی دیکھے ہیں۔ لیکن تم جیسے معزز، محترم، مظلوم اور  
تم رسیدہ قیدی نہیں دیکھے۔

جناب ام کلثوم زینب نے فرمایا۔

ہم آل محمد کے قیدی ہیں۔

یہ سنکر اس عورت نے وامحماہ، واعلیاء کے بین کرنا شروع کیے۔ مکان سے

نیچے اتری۔ اپنی بیٹیوں، بہنوں اور پڑوسنوں سے چادرین لٹک کر بازار میں آئی اور دختر  
علی سے اگر درخواست کی کہ آپ قبول فرمائیں۔

اتنے میں زجر ابن قیس نے دیکھ لیا یہ ظالم تازیانہ نے کہ اس مستور کی طرف

بڑھا۔ وہ تمام چادریں وہیں بازار میں پھینک کر زجر کو لعنت کرئی ہوئی واپس  
پٹ گئی۔

علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ جب قافلہ آل محمد بازار کوفہ میں آیا تو ایک شخص

بیان کرتا ہے کہ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ام کلثوم زینب بنت علیؑ نے۔

لوگوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

اسکو تا۔

تمام لوگ اس طرح خاموش ہو گئے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ سانس

حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہر طرف ایسے

سناٹا مچا گیا۔ جیسے اس بازار میں کوئی بے بسے والا نہیں ہے۔ حالانکہ اس لفظ کہنے

سے پہلے ڈھول بجا رہے تھے۔ تالیاں بکھری تھیں کسی طرف سے مہینے پڑے

جا رہے۔ عجب سے اونٹوں کے گھگھے میں چڑی ہوئی گھنٹیوں کی آواز تک خاموش ہو گئی۔

بھلا! میں نے کبھی کوئی ستم رسیدہ عورت ایسی نہیں دیکھی جو اتنی قادر الکلام ہو جتنی بنت علی تھی۔

اس کے بعد نبی بی نے فرمایا۔

یا اهل الكوفة يا  
اهل النخى والحذل۔

فلا رقات المعبرة  
ولا رقات الرنة

فانما مثلکم مثل التی  
نقضت غزلها

من بعد قوۃ  
انکاثا تتخذون

ایمانکم دخلا بینکم  
الا وهل فیکم

الا اللغو والرف۔  
خواصون فی

اللقاء عاجزون  
عن الاعداء۔ ناکثون

بسیغة مفیعون للذفة  
جنتی ما قدمت لکم انفسکم

اسے قریب کار اور دھوکے باز  
کو فیض! نہ کبھی تمہارے آنسو رکیں گے اور  
نہ کبھی تمہارا گریہ بند ہو گا تمہاری  
مثال اس عورت جیسی ہے جس  
نے اپنا سڑک کاٹنے تم نے  
ایمان کو ایک دوسرے کا خون  
بھانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے بھلا  
تم میں سوائے بے کار۔ اور  
بے قاعدہ کے علاوہ بھی کوئی  
ہے۔ میدان جنگ میں بزدل ہو  
دشمن کے مقابلہ میں عاجز بیعت  
کر کے توڑنے والے اور وعدہ  
کر کے ضائع کرنے والے ہو تم  
نے بہت برے اعمال آگے بھیجے  
ہیں۔ اللہ تم سے ناراض ہے تم

ان سخط الله علیکم وفی  
العذاب انتم خالدون۔  
ایکون ای واللہ  
فابکو کثیرا واضحکو  
قتلا فلقد فزتم  
بعار و شنار  
ولن تعسوا د تسها  
ایدر فیسل خاتم  
الرسالة وسید  
شباب الجنة ولاذخیرکم  
ومفزع نازلتم  
امارة محبتکم ومدرجة  
حجتکم خذ لمتوه  
وقسلمتوه الا ساء  
ما تذرون فتعسا  
ونکسا ولقد خاب  
السعی وتبت  
الایدی وخسرت  
الصفقه وبؤتم  
بغضب من الله

ہمیشہ کے لیے عذاب میں رہو  
گے۔  
آج روتے ہو ہاں بجا تمہیں  
رونا زیادہ اور ہنسنا کم پاب ہے  
تم نے دائمی ملامت اور ہمیشہ  
کی لعنت حاصل کر لی ہے۔ یہ  
وہ داغ ہے جسے قیامت تک  
تم نہ مٹا سکو گے۔ خاتم الانبیاء کا  
فرزند جو انان جنت کا سردار  
جو تمہارے نیکیوں کی جائے پناہ  
اور تمہارے مصائب میں ٹپا تھا  
جو تمہاری راہ کی علامت اور  
تمہارے دلائل کی میسر تھی  
اسے تم نے بے یار و مددگار  
کر کے شہید کر دیا ہے تم نے  
بہت برا بھلا کیا ہے۔ تق  
ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر تمہاری  
ہر کوشش رائیگاں گئی تمہارے  
ہاتھ سوا ہو گئے تمہاری تجارت  
خسارے میں رہی تم نے غضب

وخریت علیکم  
الذلة والمسکنة  
وینکم اندروت  
ای کبد لمحمد  
فریتہ وای دم له  
سفکتہ لقد جدتم  
شیئا ادا

تکاد السباوات  
تتفطرن منه  
وتنس الارض  
وتخر الجبال هذا  
ولقد ایتتم بها  
خرما شوها اطلاق  
الارض والسماء  
فعجبت ان قطر  
السماء دما و  
لعذاب الاخر  
فاخری فلا  
یستحقنکم المهل  
فانه لا یعجزه

غضب الہی خریدار ہے دائمی  
ذلت اور سوائی تمہارا مقدر  
ہو چکی ہے ہلاکت ہو تمہارے  
لیے بھلا جانتے محمدؐ کے کس  
پارہ جگر کو تم نے ٹکڑے کیا ہے  
محمدؐ کا کون سا خون تم نے زمین  
پر بہایا ہے؟

محمدؐ کی کن بیٹیوں کے سروں سے  
تم نے چادریں پھین کر انہیں  
قیدی بنایا ہے؟  
تم نے بہت برا کام کیا ہے  
یہ وہ بد عملی تھی جس سے آسمانوں  
کا حق ٹھاگر جاتے زمین پھٹ  
جاتی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو  
جائے۔ ارض و سما کی تمام وسعتیں  
میں تم نے بہت بڑا رختہ ڈال  
دیا ہے۔ تمہیں اس بات پر  
تعجب ہے کہ آسمان سے خون  
کیوں برس رہا ہے جب کہ قیامت  
کا عذاب زیادہ رسوا کن ہو گا۔



البداس ولا يخاف  
عليه الستار  
كلا ان سر بلك  
لبا المرصاد۔

اللہ کی طرف سے دی گئی یہ  
مہلت سے بے فکر نہ رہنا کسی  
بھی جلدی سے وہ عاجز نہیں  
ہے۔

اس سے کسی انتقام کے رہ  
جانے کا خطرہ نہیں ہوتا یقیناً  
اللہ نگرانی رہے۔

اس کے بعد یہ مخدرہ خاموش ہو گئی۔ میں نے دیکھا لوگ انگشت بردن ایک  
دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔

میں نے ٹیک سن رسیدہ کو دیکھا جس کی روتے روتے تمام داڑھی بھیگ چکی  
تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

بجدا ان کے جوان جوانوں سے، بوڑھے بوڑھوں سے اور عورتیں عورتوں  
سے اچھی ہیں۔

اہل کوئٹہ کے لوح و بکا کی آواز اتنی بلند ہوئی کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں  
دی تھی۔ بچے تھے یا بڑے، عورتیں تھیں یا مرد تمام کے تمام زار و قطار رو  
رہے تھے۔

پھر اسی مخدرہ نے فرمایا۔

تقتلنا سر جالکم  
وتبکینا نساءکم۔

تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں  
اور تمہاری عورتیں ہمیں روتی  
ہیں۔

مذکرہ الامم میں ہے کہ جب تائفہ آل محمد کو فہ میں آیا تو جو لوگ امیران آل محمد کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے ان میں سے ایک بد نصیب نے جناب سجاد کو انتہائی مظلومیت سے جب اونٹ پر بیٹھے دیکھا تو کہنے لگا ۔

اللہ نے واقعاً اچھا کیا ہے ۔ ان لوگوں نے دین میں بدعات شروع کر دی تھیں اور امت میں انتشار پھیلا رہے تھے ۔

دنصر علی نے اس کی یہ بات سنی تو رکن بستہ ہاتھوں کے باوجود سوائے آسمان رخ کیا اور عرض کیا ۔

بارالہ! یہ کہہ رہا تو نہیں ہے کہ جیسا کہتے رہیں ہم برداشت کرتے رہیں ۔ اس ظالم کو اپنا انجام دکھا تا کہ دوسروں کے لیے عبرت ہو ۔ اسی وقت آسمان سے پتھر گرا اس حدیث کے منہ پر لگا دہ وہیں گرا اور فی النار والسقر ہو گیا ۔

منتخب میں مسلم جصاص سے روایت ہے کہ میں دارالامارہ کے بیرونی حصہ کی ابن زیاد کے حکم سے سفیدی کر رہا تھا کہ بازار سے گریہ وزاری اور آہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں ۔ میں اپنا کام چھوڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگا ۔ پہلے تو نيزوں پر سر آنا شروع ہوئے ۔ ہر نيزہ بردار خوشی سے ناچ رہا تھا ۔ اور ہر جزیرہ اشعار پڑھ رہا تھا ۔

سروں کے بعد اونٹ آنا شروع ہوئے میں نے اونٹوں کو گنا تو ان کی تعداد چالیس تھی ہر اونٹ پر ایک رکن بستہ مستور سوار تھی جس نے بالوں سے پردہ بنا رکھا تھا ۔ صرف دو یا تین اونٹ ایسے ہوں گے جن پر دو یا تین بچیاں رکن بستہ سوار تھیں ۔

ایک مخدرہ بڑی دروناک آواز کے ساتھ مرثیہ پڑھ رہی تھی۔ جب ایک مقام پر بھیڑ کی وجہ سے قافلہ کا تواں مخدرہ نے فصیح و بلیغ خطبہ دیا کہ لوگوں کو حضرت علیؑ کا یاد آگئے۔

ایک نابینا نے تو مجھ سے پوچھ بھی لیا کہ کیا بازار کوفہ میں پھر سے علیؑ آگئے ہیں؟

میں نے کہا بندہ خدا علیؑ کہاں ہے؟

اس نے کہا علیؑ کی آواز آرہی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ علیؑ کی بڑی بیٹی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ غش کھا کر گر گیا۔

شیخ صدوق نے امالی میں ابن زیاد کے دربان سے روایت کی ہے کہ چودہ محرم کو جب امیران آل محمدؑ کا قافلہ کوفہ میں آیا تو چونکہ دربار حب و دلخواہ نہیں سجاتھا۔ اس لیے جناب سجاد کو مع مستورات کے زندان میں بند کر دیا گیا۔

جب تک امیران آل محمدؑ زندان میں رہے اس وقت تک نہ تو انہیں کھانا پورا ملتا تھا اور نہ پینے کو پانی پورا دیا جاتا تھا۔

زندان اتنا تنگ تھا کہ اس میں تمام مستورات اور بچے بیک وقت سوتک نہیں سکتے تھے۔

بحار میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ۔

جب عمر سعد امیران آل محمدؑ اور سرہانے شہداء کو لے کر کوفہ آیا۔ اور ابن زیاد اور عمر سعد ایک جگہ بیٹھے تو۔

ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا۔

جو عہد نامہ میں نے تجھے حکومت دی اور نقد انعام کی صورت میں لکھ دیا تھا

وہ کہاں ہے مجھے دے۔

عمر سعد نے کہا۔ وہ تو مجھ سے گم ہو گیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

چلو یہ تو اور اچھا ہوا کہ گم ہو گیا ہے۔ اب ہم کسی عہد کے پابند تو نہیں

رہے ہیں۔

عمر سعد نے کہا۔ اگر میں تلاش کروں اور مل جائے تو؟

ابن زیاد نے کہا۔ تو کیا تلاش کرے گا مجھے معلوم ہے تو میرے ساتھ دھوکا

کر رہا ہے وہ تیرے پاس ہے صرف اسے یزید کے سامنے سنبھانے کی خاطر

مجھ سے چھپا رہا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ آپ اس سے کیوں گھبراتے ہیں جب آپ نے حکم دیا تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں نے تجھے کب کہا تھا کہ حسین کو قتل کر دے۔

عمر سعد نے کہا۔

اب اس کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ساری دنیا گواہ ہے کہ میں نے

صلح کی کوشش کی اور تو نے میری کوشش کو ناکام بنایا۔ صرف وہ ایک معاہدہ

ہی تو نہیں ہے تیرے وہ خطوط بھی تو ہیں جو تو مجھے کر بلا میں بھیجتا رہا۔ وہ خط بھی

ہے جس میں تو نے لکھا تھا کہ میں نے تجھے صلح کے نہیں بھیجا۔ اگر حسین

اپنے کو میرے حوالہ نہیں کرتا تو اس کا سر مجھے چاہیے۔

وہ خط بھی تو ہے جس میں تو نے لکھا تھا کہ یزید کا حکم آیا ہے کہ لاش حسین

کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے تاکہ نہ تلاش کا نشان ہوگا۔ اور نہ قبر حسیٰ

بنے گی۔

ابن زیاد نے کہا۔

اچھا تو نے میرے خلاف کافی ثبوت فراہم کر رکھے ہیں۔ اب تو بھی لے  
لے گا رے کی حکومت۔

عمر سعد کہا کرتا تھا۔

بخدا مجھ جیسا بد نصیب کوئی نہ ہوگا۔ سچ کہا تھا حسین نے عمر سعد سے مجھے  
عراق کی گندم نصیب نہ ہوگی۔ جس قدر میں نے خوارے کا سودا کیا ہے اس قدر  
کوئی بھی نہ کرے گا۔



## دربار کوفہ میں پیشی

دعا ہے خدائے قدوس ان آنکھوں کو کبھی نہ لائے جو غم زہر میں رو رہی ہیں جب سیدہ کوفہ سر یہ چادر پہنے کر گھر سے مسجد نبوی تک گئی تھیں جہاں تمام مہاجرین و انصار جمع تھے اور دختر رسول نے اپنے سخی کا مطالبہ کیا تھا تمام مہاجرین و انصار نے اسے سنا بھی تھا سمجھا بھی تھا مگر کسی نے کوئی پروا نہیں کی تھی۔

جناب زہراؑ کا پہلی حکومت کے دربار میں جانا ہی بنات زہراؑ کا ابن زیاد کے دربار میں جانے کا پیش خیمہ تھا۔

اور جناب سیدہ نے دبار سے محرومہ واپس آنے کے بعد جناب فضا کے اس سوال پر کہ۔

اے دختر رسول ایسا کیوں ہوا ہے؟

امت مسلمہ سے یہ توقع تو نہ تھی؟

جواب دیا تھا۔

فضا سمجھے توقع نہیں ہوگی۔ مگر ہمیں مالالت کا پہلے سے علم تھا۔

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ میرے محسن انسانیت بابا کا جنازہ تین دن گھر کھارہا

اور امت مسلمہ حصول اقتدار میں مصروف رہی۔

فضیہ جنگ بدر کے کینے ہیں جو میرے بابا کے انتظار میں تھے۔ اب ابھر  
ابھر کر سامنے آئیں گے۔ اگر بنت رسول کی عصمت اور علم لدنی سے قطع نظر کر کے بھی  
دیکھا جائے تو یہ بی بی کی بصیرت کی بڑی واضح دلیل ہے۔ کہ سالہ میں بی بی فراتی  
ہیں۔ فضہ۔

ملک احقاد بد دیۃ یہ بدر کے کینے ہیں۔

اگر وفات رسول کے بعد بنت رسول کو دربار میں آنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو  
ابن زیاد جیسے حرام زادوں کی کب جرات تھی کہ وہ بنات زہرا کے بے مقنع و چادر  
پس گردن دست بستہ پیش ہونے کا حکم دیتے۔

میرادل کہتا ہے عرض کروں اسے دختر رسول تو تو خوش نصیب تھی ذرا آج  
پندرہ محرم کو دربار کوثر کا منظر دیکھ۔

اسے بنت رسول تو صرف گھر سے مسجد تک گئی تھی۔

تیری بیٹیاں زندان سے دربار میں آئی ہیں۔

تو اپنی میراث لینے گئی تھی۔

تیری بیٹیوں نے کوئی حق نہیں مانگا تھا صرف اس جرم میں بے جانی گئیں ہیں کہ

وہ تیری بیٹیاں ہیں۔

تو اپنی مرضی سے گئی تھی۔

تیری بیٹیوں کو مجبور کر کے بے جایا گیا ہے۔

تو نے سر پہ چادر کر رکھی تھی۔

تیری بیٹیوں کے سروں سے چادریں اتار لی گئی تھیں۔

تیرے ارد گرد ہاشمی مستورات کا حلقہ تھا۔  
 تیری بیٹی کے گرد بے روباہوں تیری پوتیاں اور تیری نواسیاں تھیں۔  
 تیرا خطبہ سننے والے مہاجرین و انصار تھے۔  
 لیکن تیری بیٹی کے خطبے سننے والے بازار کی لوگ تھے۔  
 تیرے سامنے تیرے بابا کا منبر تھا۔  
 تیری بیٹی کے سامنے ایک حرامزادہ تھا۔  
 تجھے صرف ایک بابا کی وفات کا داغ تھا۔  
 تیری بیٹی نے ستر قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو کر اپنے بھائی کو پیاسا ذبح  
 ہوتے دیکھا تھا۔

نو بھائیوں کی شہادت جو ان بھتیجیوں کی لاشوں کے ٹکڑے اور کمن بیٹیوں کی  
 پامال شدہ لاشوں کا درد تھا۔

تو اپنے بابا کا مزار دیکھ کے دربار میں آئی تھی۔  
 تیری بیٹی بہتر پامال اور بے سرائے گرم ریت پر دیکھ کے آئی تھی۔  
 جب پندرہ محرم کی صبح ہوئی ابن زیاد نے دربار لگایا۔ تمام امراء شہر اور  
 سالاران لشکر جمع ہو گئے۔ ہر ایک اپنے اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق کسی نشین  
 ہو گیا۔

پولیس اور فوج ہر طرف پھیل گئی ہو۔  
 اس ملعون نے پہلے تو سرِ مظلوم زہرا اور دیگو سر ہائے شہدار لانے کا حکم دیا۔  
 فرزندِ رسول کا سر چاندی کے طشت میں اور دیگو سر نیزوں کی نوک میں پر دو کر پیش کیے  
 گئے۔



جب تمام سرپیش کر دیئے گئے پھر اس نے حکم دیا کہ۔

اب تمام قیدیوں کو حاضر کیا جائے

جب محذرات عصمت کو دربار میں لایا گیا مورخین کے مطابق سب سے آگے  
جناب سجاد قمی ان کے بعد بصورت قطار ایک رسی میں مقید تمام ذریت رسول کو  
پیش کیا گیا۔

بعض محذرات نے بالوں سے پردہ بنا رکھا تھا اور جن کے بال کسی کی وجہ  
سے چھوٹے تھے انہوں نے پس گردن بندھے ہاتھوں کے درمیان کہینوں میں منہ  
چھپا رکھے تھے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق تمام مستورات کھڑی رہ گئیں۔ لیکن ثانیہ زہرا  
بیٹھ گئیں۔

شیخ مفید کے مطابق بنت علی نے انتہائی میلاد اور بوسیدہ لباس پہن رکھا  
تھا۔ اور مسجد میں بیٹھ گئیں۔

جب ابن زیاد نے دیکھا تو سوال کیا کہ۔

میری اجازت کے بغیر یہ بیٹھ جانے والی مستور کون ہے۔

اس کے سپاہیوں نے بتایا کہ یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ہے۔

ابن زیاد نے بی بی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

الحمد لله الذي

فضحككم وقتلكم

واكذب احد و

شتكم۔

بدعت کو باطل کر دیا۔

دفتر زہرائے جواب دیا۔

الحمد لله الذی  
اکرمنا بنبیه  
محمد و طهرنا  
من الرجس  
تطهیرا۔  
اسی اللہ کی حمد ہے جس نے  
ہمیں اپنے نبی محمدؐ سے شرف فرمایا  
ہے اور ہمیں اسی طرح پاک  
رکھا ہے جن طرح پاک رکھنے  
کا حق ہے۔

انما یفتضح الفاسق  
ویکذب الفاجر  
و هو غیرنا والحمد  
لله۔  
شاید تجھے معلوم نہیں کہ رسول  
بدکردار ہوتے ہیں اور جھوٹ  
زنا کار ہوتے ہیں جب کہ  
بھلا اللہ وہ ہمارے اختیار ہیں۔

ابن زیاد نے کہا۔

کیف رأیت  
فعل الله باهل  
بیتک۔  
بھلا اب بتا کہ تم نے کیا محسوس  
کیا ہے کہ اللہ نے تیرے اہل بیت  
سے کیا سلوک کیا ہے۔

دفتر زہرائے فرمایا۔

کبت الله علیهم  
القتل فیروزا الی  
مضاجعهم و سیجمع  
الله بینک و بینهم  
فی حاجون الیه  
اللہ نے میرے اہل بیت کے تقدیر  
میں شہادت لکھی تھی وہ اپنی قتل  
میں آئے اور اپنا حق وصول کیا  
عنقریب اللہ تجھے اور ان کو ایک  
جگہ (میدان محشر میں) جمع کرے گا

و یختصمون عنده  
فانظر لن  
الفلح یومئذ  
ثکلتک امک یا بن  
مرحیانه  
وہ اپنا دعویٰ دائر کریں گے اور  
اللہ سے انصاف کی درخواست  
کریں گے اس دن دیکھ لینا  
ابن سر جان تیری ماں تیرے غم میں  
روئے کہ کون کامیاب ہے۔

شیخ مفید کے مطابق ابن زیاد پھر گیا اور اس نے جلا د کو دختر زہرا کے  
قتل کا حکم دیا۔

لیکن عمر و ابن حریث نے کہا۔

اسے میرے درد رسیدہ عورت ہے۔ اور عورتوں سے مواخذہ نہیں کیا جاتا  
چنانچہ اس نے اپنا حکم واپس لے لیا۔  
اور کہا۔

قد شفنی اللہ  
نفسی من طاعتک و  
العصاة من اهل بیتک  
اللہ نے تیرے باغی اور سرکش  
اہل بیت کے قتل سے میرے دل  
کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

بنت زہرا نے ایک مہرہ آہ کھینچی پھر رو کر فرمایا۔

لعمری لقد  
قتلت کھلی و ابرزت  
اهلی و قطعت قرعی  
واجستتت اصلی  
فان یشفک هذا  
بجدا تو نے میرے بڑے شہید  
کیے۔ ہمیں درد بردہ کیا تو نے ہماری  
شاخیں کاٹ ڈالیں۔ ہماری جڑیں  
منقطع کر دیں اگر تیرا دل اسی طرح  
ٹھنڈا ہونا تھا تو واقعی تیرا دل

فقد اشتفیت - ٹھنڈا ہوا چکاپ ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

ان هذه سبابة ولقد كان ابو هاشمًا شاعرًا - یہ عورت بڑی قاضیہ بندی کرتی ہے اس کا باپ بھی بڑا قاضیہ بند اور شاعر تھا۔

بی بی نے فرمایا۔

اسے ابن زیاد۔

ما للمرأة و السبابة ان لي من السبابة لشغلا ولكن صدرى نفث بما قلت - بھلا عورت اور قاضیہ بندی کا کیا جوڑ ہے میرے پاس تو ویسے ان چیزوں کے سوچنے کا وقت نہیں ہے (بستر لاشہ گرم ریت پر بے گور و کفن دیکھ کر آئی ہوں) یہ تو صرف تیری باتوں کا جواب تھا جو مجھے ہوئے دل نے کہہ دیا۔

وانى لا عجب من يشتفى بقتل آتته ويعلم انهم منتقمون منه فى اخرته - ویسے مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو اپنے آئمہ حق کو قتل کر کے دل کو ٹھنڈا سمجھتا ہے اور اسنے یہ بھی یقین ہے کہ قیامت میں مجھ سے انکا انتقام بھی لیا جائیگا۔

مؤلف -

چونکہ ابن زیاد کو بنی ہاشم سے بالعموم اور حضرت علی سے بالخصوص بغض و عداوت تھی اس لیے وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اولاد علی میں سے ایک فرد بھی زندہ نہ رہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اس نے یہ سوچا کہ مرد تو وہی تھے جو کہ بلا میں شہید ہو گئے ہیں۔ اب کسی نہ کسی طریقہ سے عورتوں کو قتل کرنے کا بہانہ بھی مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے دختر زہراؑ سے اشتعال انگیز باتیں کیں تاکہ جواب میں بنت علیؑ بھی اشتعال انگیز باتیں کرے اور مجھے موقع مل جائے۔ لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ۔

بنت زہراؑ نے میری اشتعالی انگیزی کے باوجود انتہائی حلم اور بردباری سے ایسے مناسب جواب دیئے ہیں کہ نہ صرف مجھے موقع نہیں مل سکا بلکہ اہل دربار کی ہمدردیاں بھی اس نے اپنی طرف کر لی ہیں تو پھر یہ خبیث جناب سجاد کی طرف متوجہ ہوا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔

الی کم تہمتک عمتی بین  
من تعرفھا و بین من لا یعرفھا  
قطع اللہ یدیک ورجلیک۔  
یہ تو اسی موقع کی تلاش میں تھا اس نے پوچھا۔  
من انت۔  
تو کون ہے۔  
جناب سجاد نے فرمایا۔

اللہ تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع  
کرے اے ظالم کب تک تو  
بنت زہراؑ کا دل جلاتا رہے گا

انا علی ابن الحسین - میں علی ابن حسینؑ بنوں -

ابن زیاد نے کہا -

اَلیس قد قتل الله علیؑ کیا اللہ نے علیؑ ابن حسینؑ کو قتل نہیں کر دیا - ابن الحسینؑ -

جناب سجادؑ نے فرمایا -

الله یتوفی الانفس اللہ موتہا -

اللہ تو ہر نفس کو اس وقت وفات سے دوچار کرتا ہے جب طبعی عمر پوری ہو جاتی ہے -

ابن زیاد پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا -

بک جراً علی جوابی وفیک بقیة لله و علی اذ هیوا به فاضربوا عنقه -

ابھی تک سمجھ میں تیرہ کی جواب دینے کی جرات ہے اور تو میری بات میرے منہ پر مارنے کی ہمت کرتا ہے ماسے لے جاؤ اور گردن اڑا دو -

یہ سنتے ہی بنت زہراؑ اپنی جگہ سے اٹھی اور مجبور ہاتھوں سے جناب سجادؑ پر

گر گئی -

اور فرمایا -

لئن قتلته فاقتلنی معہ - ظالم اگر اسے قتل کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے -

جناب سجادؑ نے عرض کیا -

پھر بھی جان آپ ایک طرف ہو جائیں مجھے اس بات کر لینے دیں۔ پھر آپ  
ابن زیاد کی طرف متوجہ ہوئے۔

اور فرمایا۔

أبَا لَقْتُ قَتْلَ تَهْدُونِي      اے ابن زیاد تو مجھے قتل کی  
يَا بِنَ زِيَادَ مَا عَلِمْتُ      دھمکی دیتا ہے۔ ابھی تک مجھے  
أَنَّ الْقَتْلَ لَنَا عَادَةٌ وَ      یقین نہیں ہوا کہ قتل ہماری عادت  
كُوَامَتُنَا الشَّهَادَةُ ۴۔      ہے اور شہادت ہمارا فرض ہے  
ابن زیاد نے کہا۔

سنا میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر اس میلہ کو قتل کیا گیا تو یہ مخدّرہ اپنی جان اس  
پر دے دی گی۔

اسے چھوڑ دو۔ میں دیکھ رہا ہوں یہ بیمار ہے۔

ایک مرتبہ پھر دختر زہرا کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

لَقَدْ كَذَبْتُمْ وَ كَذَبَ      تم نے بھی جھوٹ بولا تھا اور  
جَدُّكُمْ وَ افْتَضَحْتُمْ      تمہارا جدا مجد بھی (نور اللہ)  
وَ كَلَنِي اللَّهُ مِنْكُمْ۔      جھوٹا تھا سب اللہ نے مجھے تم  
پر غلبہ دیا ہے۔

دختر زہرا نے فرمایا۔

يَا عَدُوَّ اللَّهِ بَابُ      اے دشمن خدا! اے حرام زادے  
الدَّعَىٰ إِنَّمَا يَكْذِبُ      کی اولاد جھوٹا ناسق بتلائے  
الْفَاسِقُ وَ يَفْتَضِمُ النَّاقِ      اور منافق رسوا ہوا کرتے ہیں

وانت والله حق بالکذب والفجور  
بشر بالنار۔  
بخدا تو کذاب ہے۔ اور تو  
فاجر ہے۔ تجھے دائمی جہنم مبارک  
ابن زیاد نے کہا۔

ان صرت الى النار  
فقد شفيت صدري منك۔  
اب اگر جہنم بھی چلا بھی گیا تو  
پر وائیں ہے تمہارے خون  
منکم۔  
دختر زہرا نے فرمایا۔

فقد رويت الارض  
من دم اهل بيت۔  
ظالم تر نے اہلبیت محمد کے خون  
سے زمین سیراب کر دی ہے۔  
ابن زیاد نے کہا۔

يا ائمة السجاع لولا  
انك امرأة لا موت  
بضرب عنقك۔  
اے شامر کی بیٹی اگر تو عورت  
نہ ہوتی تو میں تیری گردن اٹھا  
دینے کا حکم دیتا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے مختار کو دربار میں لانے کا حکم دیا۔ تاکہ مختار جن  
کی مدد کے لیے تیار تھا وہ بھی پچشم خود ان کا حال دیکھے جب مختار کو لایا گیا  
تو اس نے دربار کی حالت دیکھی جناب سید الشہداء اور فریت رسول کے سر دیکھے  
تو بے ساختہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ ابن زیاد اور مختار کے باہن کا کافی دیر تک یہ  
مکالمہ جاری رہا۔

پھر ابن زیاد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ۔



اب امیروں کو زندان میں بے جا ڈال دیا اور سرہائے شہد ار کو کو ذمہ کے ہر گلی اور کوچہ میں پھرا۔

مؤلف۔

سر غریب کو بلانے جہم اطہر سے جدا ہونے کے بعد متعدد مقالات پر کلام کیا ہے۔ جن میں سے بعض مقالات پر تو صرف خواص نے کلام سنا ہے اور بعض مقامات پر خاص دعام ہر ایک نے سنا ہے۔

سب سے پہلے مرتبہ سر نے اس وقت کلام کیا جب شمر نے سر مبارک کو جہم اطہر سے جدا کیا یہ کلام شمر نے سنا اور وہی اس کا راوی ہے۔ کہ سر سے تین مرتبہ جیساں جیساں کی آواز آئی۔

دوسری مرتبہ زوہر شمر نے تو برس سے زیر طشت سر کا گریہ سنا۔ تیسری مرتبہ دربارین زیاد میں سر نے کلام کیا سابقاً ہم ذکر کر چکے ہیں بیسے دربار میں موجود ہر شخص نے سنا۔

چوتھی مرتبہ جیساں امیران آل محمد کا قافلہ کو ذمہ میں آیا تو سر نے جناب مسلم کے سر سے کلام کیا۔

پانچویں مرتبہ سر نے (اتحسبن اللہ غافل عما یعمل الظالمون کی تلاوت بازار کو ذمہ میں کی۔

چھٹی مرتبہ سر نے دوران طواف بازار کو ذمہ تلاوت کی جسے زید ابن ارقم صحابی رسول نے سنا اور روایت کی کہ سر غریب کو بلانے اصحاب اکہف والرقیم کا ذرا من یا تانا عجبا کی تلاوت کر رہا تھا۔

میں نے جواب میں عرض کیا۔

اسے فرزندِ رسولی آپ کا واقعہ تو اصحابِ کہف سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔  
 علاوہ ازیں ناشام سر کا کلام کرنا اپنے مقام پر آگے گا۔ اب سب مسئلہ حقانیت سے  
 دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ ولیِ خدا میں موجود قوت متصرفہ بحکمِ منصری کی محتاج نہیں ہوتی۔ ولی  
 ظہرِ وقت ہر حالت میں ہر جگہ اور ہر حیثیت سے تمام تر تصرفات میں خود  
 مختار اور قادر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ سر سے کلام کا موجد اللہ ہو۔ یعنی یا تو اللہ خود مکلم ہو یا اللہ سر  
 میں آواز کا موجد ہو۔ بہر صورت سب نکات قابلِ غور و فکر ہیں۔



## عبداللہ ابن عفیف کی شہادت

جب اس ظالم نے امیر آل محمدؐ کو زندان میں بھیج دیا اور سرہانے شہداء  
تشریف کا حکم دے چکا۔

تو اس کے بعد یہ نمبر پڑا اور یوں خطبہ دیا۔

الحمد لله الذي	اس اللہ کی حمد ہے جس نے
اظهر الحق و	حق اور اہل حق کو غلبہ دیا اور
نصر امير المؤمنين	امیر ..... یزید اور اس کے
يزيد وحزبه وقتل	گروہ کو قتل دیا۔ کذاب ابن
الكذاب ابن الكذاب	کذاب اور اس کے انصار کو
وشيعته۔	قتل کیا۔

جناب عبداللہ ابن عفیف جو صحابہ حضرت علیؑ سے تھے اسی مجمع میں تشریف فرما  
تھے۔

فرما اٹھے اور فرمایا۔

ياعدو الله ان الكتاب اے دشمن خدا۔ تو کذاب ہے

انت و ابوك والذى  
ولاك وابوه باين  
مرجانہ ققتل  
اولاد النبیین وتقوم  
على المنبر مقام  
الصديقين -

تیرا باپ کذاب تھا جس نے  
مجھے گور زبنا یا ہے وہ کذاب  
ہے اور اس کا باپ کذاب  
تھا۔ اے مرجانہ کے بیٹے یہ  
ذریعہ رسول کو قتل کر کے اس  
بہر پر بیٹھا ہے جو صدیقین کا

مقام ہے۔

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ جو نبی  
سپاہی گرفتاری کو دوڑے۔ جناب عبداللہ نے چونکہ ازو سے تھے اس لیے انہوں  
نے نبی ازو کا نفر لگایا۔ نبی ازو سے سات سو تلوار باز اٹھ کھڑے ہوئے انہوں  
نے سپاہیوں کو روک دیا۔ جب رات ہو گئی تو ابن زیاد نے سپاہی بھیجے جو اس مرحوم  
کو شہید کر کے اس کا سر لے آئے۔

مقتل ابو مخنف میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے ہے۔ اور وہ یوں کہ جب نبی ازو  
نے سپاہیوں کو جناب عبداللہ کی گرفتاری سے روکا تو اس وقت ابن زیاد خاموش  
ہو گیا۔

رات کے وقت اس نے غولی کو پانچ سو سپاہی دے کر بھیجا تاکہ جناب عبداللہ  
کا سر لے آئیں۔

جب غولی اس کو چہرے میں داخل ہوا جس میں جناب عبداللہ کا گھر تھا تو جناب  
عبداللہ کی کمسن بیٹی نے گھوڑوں کی ہتھابٹ کی آواز سنی اور عرض کیا۔ ابا جان میرا  
خیال ہے دشمن آگئے ہیں۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

بیٹی تلوار مجھے دے دے اور ایک طرف کھڑے ہو کر مجھے بتاتی رہ کہ دشمن  
دائیں ہیں یا بائیں ہیں۔

اس مخدوم نے حسرت سے کہا۔

بابا کاش آج میں آپ کا بیٹا ہوتی۔

اتنے میں سپاہی دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ جناب عبداللہ امادہ جنگ

ہو گئے۔ بیٹی کی نشاندہی پر دشمنان خدا اور رسول کو واصل جہنم کرنے لگے۔ بالآخر گرفتار  
ہوئے۔ ابن زیاد کے پاس لائے۔

ابن زیاد نے کہا۔

اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کو  
نابینا کر دیا ہے۔

الحمد لله الذي  
اعى يمينك۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے  
تیرے دل کو اندھا اور میرے دل  
کو با بصیرت کیا ہے۔

الحمد لله الذي  
اعى قلبك و ابصر  
قلبي۔

ابن زیاد نے کہا۔

اللہ مجھے ہلاک کرے اگر میں نے  
تجھے بدترین طریقہ سے قتل  
نہ کیا۔

قتلني الله ان  
لم اقتلك اشر  
قتلة۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

میں اللہ سے ہمیشہ دعا کرتا تھا کہ مجھے شہادت نصیب فرما لیکن جب سے جنگ صفین میں میری بیانی ضائع ہوئی ہے اس وقت سے ایس ہو گیا تھا لیکن آج نظر آ رہا ہے کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمائی ہے۔ اور مجھے اپنی مخلوق میں سے بدترین فرد کے ہاتھوں شہادت دلوار رہا ہے۔

پھر ابن زیاد نے اس محب آل محمد کے قتل اور بعد از قتل جسم کو سولی چڑھانے کا حکم دیا۔

منتخب میں علامہ طبرسی نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے یوں بیان کیا ہے کہ۔

جب بنی ازد نے جناب عبداللہ کو اپنے گھر پہنچایا، تو ابن زیاد اس افسوس سے کہ بھرے دربار میں کیوں ایک شخص نے مجھے ٹوکنے کی جرات کی ہے منبر سے اترا اور کمرہ کے اندر چلا گیا۔ ابن زیاد مزاج مصاحب اس کے ساتھ تھے انہوں نے کہا۔

اے امیر اگر آپ اسی طرح خاموش ہوتے رہتے تو شیعیان آل محمد کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔

آپ بنی ازد کو معاف نہ کریں۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو قبائلی طور پر ازد کے دشمن تھے۔

ابن زیاد نے روماء بنی ازد میں سے ایک ایک کو بلایا اور انہیں زندان میں ڈال دیا۔ پھر عمرو بن حجاج، شہت ابن ربیع اور ابن اشعث کو فوج دے کر بھیجا کہ جا کر ابن عقیف کو قتل کر ڈالو۔ جب بنی ازد کو معلوم ہوا تو وہ مسلح ہو کر

بابر آگئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ بنی ازد کا پلہ بھاری رہا۔ عمرو ابن حجاج نے ابن زیاد کو حالات سے آگاہ کیا۔

چنانچہ ابن زیاد نے بنی مضر کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ بنی مضر کے جانے سے جنگ کا پانسہ زبردستی مسلمانوں کے حق میں پلٹ گیا۔ یہ لوگ جناب عبداللہ کا دروازہ توڑ کر اندر جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد وہی واقعہ ہے جو سابقہ گزر چکا ہے۔

مؤلف۔

کاشل ہی لوگ میدان کربلا میں نذر رسول کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سرکار ابن طاووس نے لوف میں جناب عبداللہ کے گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس آنے کا واقعہ یوں لکھا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

الحمد لله الذي اخذاك - اس اللہ کی حمد ہے جس نے تجھے رسوا کیا ہے۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

يا عدو الله يما - اے دشمن خدا اللہ نے مجھے کیسے ذلیل کیا ہے۔

اخزانی۔

خدا اپنے کتوں سے پر چھوٹے کر بینائی نہ ہونے کے باوجود میں نے کتنے قتل کیے ہیں۔ اگر بینائی ہوتی تو پھر تجھے اندازہ ہوتا کہ میں کون ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔

تیرا عثمان ابن عفان کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

اے بنی حلاج کے غلام۔ اے سر جانہ زادے نبی عثمان سے کیا واسطہ۔ عثمان اللہ کے پاس پہنچ چکا ہے اور وہ عادل ہے جو فیصلہ کرے گا عدالت سے کرے گا۔ تو اپنے اور اپنے باپ کے متعلق مجھ سے پوچھ۔ تو یزید اور اس کے باپ کے بارے میں مجھ سے سوال کر۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں تجھ سے کچھ بھی نہ پوچھوں گا۔ تجھے قتل کروں گا۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین۔

سابقہ بات چیت کے ہیں کہ جناب مختار ابن زیاد کی قید میں تھے۔ جس دن جناب عبداللہ شہید ہوئے اسی دن اس نے جناب مختار کو بھی شہید کرنے کا پروگرام بنایا لیکن عین وقت پر عبداللہ ابن عمر ابن خطاب اور عمر ابن سعد کی سفارش سے اسے جناب مختار کو رہا کرنا پڑا۔ کیونکہ جناب مختار کی ایک بہن عمر سعد کی بیوی اور دوسری عبداللہ ابن عمر کی بیوی تھی۔

البتہ ابن زیاد نے جناب مختار سے یہ شرط کی تھی کہ قید سے رہائی کے بعد تو کوفہ میں تین دن سے زیادہ نہیں رہے گا۔

جناب عبداللہ کی شہادت کے بعد جو تک جناب مختار کوفہ میں رہے جمعہ کے خطبہ میں ابن زیاد نے جب حضرت علیؓ جناب زہراؓ اور جناب حسنینؓ کے خلاف لاف زنی کی تو جناب مختار نے اٹھ کر اس کا گریبان پکڑا اور اسے اس لاف زنی سے روکا۔



چونکہ عید نے ابن زیاد کو جناب مختار کے سلسلہ میں رہائی کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ خبردار پھر مختار کو قید نہ کرنا۔ اسی لیے یہ خبیث مجبور تھا۔ کچھ کہہ نہ سکا۔ لیکن جناب مختار نے بھی پھر کوفہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور کوفہ سے بھی نکل گئے۔

سرکار ابن نمانہ شیر الاحزان میں لکھا ہے کہ جناب عبداللہ کو شہید کرنے کے بعد ابن زیاد نے جناب ابن عبداللہ ازوی کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ جب جناب جناب گرفتار ہو کر آئے تو۔

ابن زیاد نے پوچھا۔

کیا تو ابو تراب کا صحابی نہیں ہے؟

جناب جناب نے کہا۔

میں نے کب انکار کیا ہے۔ نہ پہلے انکار کیا ہے اور نہ اب معذرت کرتا ہوں میں ابو تراب کا صحابی تھا اب اس کا محب ہوں اور آخری سانس تک اس کا محب رہوں گا۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں تیرے الی اللہ تجھے قتل کروں گا۔

جناب جناب نے فرمایا۔

غلط سوچ رہا ہے۔ میرے قتل سے تجھے قرب خدا نہیں بلکہ اور دوری نصیب ہوگی۔

صاحب روضۃ الصفا نے جناب جناب اور ابن زیاد کی گفتگو یوں لکھی ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ اے دشمن خدا کیا تو جنگ صفین میں علی ابن ابوطالب کے ساتھ نہیں تھا؟

جناب جناب نے فرمایا۔ میں نے کب انکار کیا ہے۔ میں نے تو آنکھ ہی  
 محبت علیؑ میں کھول ہے۔ اور تادم آخر اسی محبت پر رہوں گا اور مجھے اس پر فخر  
 ہے۔ محبت علیؑ کو اپنی عزت اور شرف سمجھتا ہوں۔ میں سمجھے اور تیرے باپ کو ساری  
 زندگی ناپسند کرتا رہا۔ اور اب جب سے تو نے فرزند رسول کو شہید اور ذریت رسول  
 کو بے مقتع و چادر کیا ہے میری تجھ سے عداوت میں اور اضافہ ہو گیا ہے اس کے  
 بعد ہی شیر الا حزان والا داقعہ ہے۔



## مدینہ میں خبر شہادت

لہوف۔ ارشاد، بحار۔ وغیرہ کا محض۔

پندرہ محرم کو اسیران آل محمد کو زندان میں بھیجے ابن معیف کو شہید کرنے اور مختار کو رہا کرنے کے بعد ابن زیاد نے تمام مملکت کو مبارک بادی کے خطوط بھیجے ابن میں سے ایک خط عمرو ابن سعید گورنر مدینہ کے نام اور دوسرا خط زید ابن معاویہ کے نام بھی تھا۔

البتہ دیگر خطوط اور نام زید میں فرق یہ تھا کہ۔  
ابن زیاد نے زید سے مزید ہدایات مانگی تھیں کہ اب ان سروں اور قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے۔

انہیں یہی کو ذ میں قید رکھا جائے۔  
یا سروں کو کر بلا یا کو ذ میں دفن کر کے قیدیوں کو رہا کر دیا جائے؟  
یا سر آپ کو بھیجے جائیں اور قیدی کو ذ میں رکھے جائیں؟  
یا سر آپ کو بھیج کر قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔  
یا سر اور قیدی دونوں آپ کے پاس بھیجے جائیں۔

جب یزید کو خط ملا تو اس نے پہلے تو لوگوں کے دکھاوا کی خاطر مکاری سے کام لیا۔ اور کہنے لگا۔

ابن زیاد نے بہت برا کیا ہے۔ میں نے تو اسے صرف یہی لکھا تھا کہ اگر حسینؑ بیعت نہیں کرتا تو نہ کرے اسے کسی سرحد پر رہنے دے۔ لیکن اندرونی طور پر یہ بڑا خوش تھا۔ کہ چلو یہ کاٹنا ب نکل گیا ہے۔ ابن زیاد کو جواب یوں لکھا۔

شہداء کے سر: امیر ان آل محمد۔ اور ان کے خیام سے لوٹا ہوا مال سب کا سب میرے پاس بھیج دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ امیر ان آل محمد کی کوفہ میں زیادہ رہائش لوگوں میں انتشار کا باعث نہ بن جائے۔ اور تیرے ہاتھ سے معاملہ نکل جائے۔ چنانچہ ابن زیاد نے۔ ثمر بن ذی الجوشنؓ مذہب ان تیس۔ اور خولی کو پانچ ہزار کا شکر دے کر شام کی طرف روانہ کر دیا۔

دوسرا خط عبد الملک ابن ابوالحکث سلمیٰ کو دے کر مدینہ بھیجا اور اسے کہا کہ باعمر دان سعید کو فتح کی مبارک باد دے۔

عبد الملک کہتا ہے کہ میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا طے منازل کے بعد جب داخل مدینہ ہوا تو ایک قمری لاشی ملا اس نے پوچھا۔

کوئی نئی خبر ہے؟

میں نے کہا۔

ہاں ہے لیکن گورنر کے پاس چل کر سن لو۔

اس نے کہا۔ کیا جا کر سنا تا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون فرزند رسول شہید ہو گیا ہے۔

میں جب عمر بن ابی سعید کے پاس گیا تو اس نے پوچھا۔

کیا حال ہے؟

میں نے کہا۔

وہ حال ہے جسے سکر آپ خوش ہو جائیں گے۔ فرزند رسول اپنے انصار کے ساتھ شہید ہو گیا ہے۔

یہ سکر عمر مسکرایا مجھ سے خط لیا اور کہا۔ جب اتنا لمبا سفر کیا ہے تو ایک کام اور بھی کر دے

میں نے کہا وہ کونسا؟

عمر نے کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ جس طرح میں نے قتل حسین کی بشارت تیری زبان سے سنی ہے۔ اسی طرح تمام اہل مدینہ پر خوشخبری تیری زبان ہی سے سن لیں۔

چنانچہ میں اسی گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ کی تمام گلیوں میں قتل حسین کا اعلان کیا۔

میں نے اپنی پوری زندگی اتنا توحید کا کہیں نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ بتائیں اس اعلان سے مدینہ میں ہوا۔ کوئی تمیز نہیں تھی کہ روئے والے ہاشمی ہیں یا غیر ہاشمی بس جو جو سنتا گیا خواہ عورت تھی یا مرد۔ بچہ تھا یا جوان۔ اور بوڑھا تھا یا ضعیف و دھارنہ مار کر رونے لگا۔

مردوں میں سے کچھ نے جناب محمد ابن حنیفہ کے گھر کا رخ کیا۔ کچھ جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کے گھر کی طرف آئے اور عورتیں کچھ جناب ام مسلمہ کے پاس۔ کچھ جناب ام البنین کے پاس اور کچھ جناب ناطقہ صغریٰ بنت حسین کے پاس جمع ہونا شروع

ہو گئیں۔

صرف دو گھر ایسے تھے جہاں میں کوئی نہ گیا۔ ایک امام حسنؑ کا گھر۔ اور دوسرا جناب مسلمؑ ابن عقیل کا گھر کیونکہ ان گھروں میں کوئی نہ تھا۔ یہ گھر مقفل اور خالی تھے ان گھروں میں رہنے والے تمام کے تمام کر بلا میں جا چکے تھے۔

دیسے بعض مورخین کے مطابق امام حسینؑ کی سوتے کر بلا روانگی کے بعد اس عمر و ابن سعید غصیث نے امام حسینؑ۔ امام حسنؑ۔ اور جناب مسلمؑ کے گھر گرا دیئے کا حکم دیا تھا۔

اور اب یہاں کسی مکان وغیرہ کا نشان تک نہ تھا۔ جناب ام البنین حضرت علیؑ کے گھر میں اور جناب ناظمہ صفری بنت حسینؑ جناب ام المومنین ام سلمہؑ کے گھر میں رہتی تھیں۔

جب تمام مستورات مدینہ ان تمام گھروں میں جمع ہو گئیں تو جناب ام البنین اپنے گھر آنے والی تمام مستورات کو لے کر جناب ام المومنین ام سلمہؑ کے گھر آئیں جناب ناظمہ بنت حسینؑ غش پر غش کھا رہی تھیں۔ کافی دیر تک زح و دبا کے بعد جناب ام المومنین ام سلمہؑ نے فرمایا کہ۔

میرا دل چاہتا ہے چلو کہ روئے رسولؐ پر جا کر ان حضورؐ کو اس کے راکب دوش کا پرہ دین۔ چنانچہ مستورات کا پہلا پہلا ماتی جڑوں جناب ام المومنین ام سلمہؑ کی قیادت میں خانہ رسولؐ سے نکلا اس جگہ کے آگے آگے جناب ام المومنین ام سلمہؑ۔ جناب ام البنین۔ جناب ناظمہ صفری بنت حسینؑ اور زینب بنت عقیل تھیں۔

جناب ام سلمہؑ فرماتی ہیں کہ جب ہم روئے رسولؐ پر آئے اور میں نے اگر پرہ دیا اور عرض کیا۔

اے رسول عالمین ہم آپ کو آپ کے عزیز بیٹے کی شہادت کا پر سر دینے آئی ہیں۔

تو مدینہ کی ہر عورت نے دیکھا کہ روضہ رسول لڑنے لگا۔ حتیٰ کہ بعض مستورات سنبھل نہ سکیں اور بیٹھ گئیں۔ اور بعض مستورات خوف سے باہر آ گئیں۔

قتلت شرار بنو امیہ بنی امیر کے لنگوں نے ایسے  
سیداً خیر ابریۃ سردار کو شہید کر ڈالا ہے جو فضل  
مجاہداً اداشان - کائنات - صاحب مجد اور ذی  
شان تھا۔

پھر اسی رات کو اہل مدینہ میں سے ہر شخص نے مغرب اور عشاء کے درمیان یہ آواز سنی۔

ایہا القاتلون جہلا حسینا ابشروا  
بالعذاب والتسکيل کل اهل السماء  
یدعو علیکم من بنی و ملک و قبیل  
قد لغم علی لسان ابن داؤد و  
موسیٰ و صناب الانجیل۔  
اے فرزند رسول کو شہید کرنے والے جا بوا تمہیں دائمی عذاب اور سزا کی بشارت ہو اہل ہمارے کا ہر باسی خواہ وہ نبی ہے یا ملک اور ملائکہ کی ہر قسم تمہیں بددعا دے رہی ہے۔ تم پر تو قبل ازیں حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبانی بھی لعنت کی جا چکی ہے۔

جعفر ابن محمد ابن نمک کے مطابق اپنے گھروں کو خالی چھوڑ گئے تھے۔ بنی امیہ کے حکم سے وہ تمام گھر اور مکان صفحہ زمین سے مٹا دیئے گئے تھے۔ اور ان کے گھروں کی جگہ خالی میدان بن گیا تھا۔ ان تمام میں سے زیادہ متاثر اولاد جناب عقیل ہوئی تھی۔

جناب مختار نے اپنے درانتدار میں جناب سجاد کی خدمت میں کچھ رقم بھیجی تھی۔ اور جناب سجاد نے اسی رقم سے تمام وہ مکانات جو بنی امیہ نے گرا دیئے تھے دوبارہ تعمیر کرائے۔

ۛ ۛ ۛ



# کوفہ میں قاتلین فرزندِ رسول پر چند ایک حادثات

منتخب التواریخ کے مطابق کوفہ کا ایک لوہار تھا جو بڑا اچھا صحت مند اور  
تندرست تھا۔ ایک دن وہ صبح سے پہلے بیدار ہوا تو اس کا نصف نیچلا جسم خشک  
ہو چکا تھا۔ اور اس کی زبان لہر لہر میں لکڑی کی طرح خشک ہو جاتی تھی جب  
اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو پہلے تودہ بتانے پر راضی نہ ہوتا تھا اور جب بتانے  
پر راضی ہوا تو بڑی مشکل سے اس نے اپنا یہ واقعہ پورا کیا۔

میں کوفہ کے لوہاروں میں ایک ہوں۔ جب میں نے جنگ کر بلا کی خبر سنیں  
تو میں بھی دوسرے پیشہ در لوگوں کے ساتھ فندہ، خون، تلوار اور نیزے وغیرہ کی  
اصلاح کا سامان لے کر کر بلا میں پہنچ گیا۔ میں پانچ محرم کو کر بلا پہنچا۔ میں چونکہ  
سرف لوہاروں سے تھا اس لیے میرے پاس دافر کام رہا۔ میں خیموں کی تینیں  
نیزوں کی انیاں اور گھوڑوں کی نعلیں وغیرہ بناتا رہا۔

ساتویں سے آٹھویں پانی بند کر دیا گیا۔ چونکہ میرا پیشہ اس قسم کا تھا جس میں ہر قسم کے افراد کو ہمارے پاس آنا پڑتا تھا۔ ان آنے والوں میں مزدور بھی ہوتے تھے۔ سپاہی بھی ہوتے تھے اور فوجی افسران بھی ہوتے تھے اس لیے ایک تو ہمارے پاس ہر وقت مجمع لگا رہتا تھا۔ اور دوسرے تازہ تازہ اطلاعات بھی ہمیں پہنچتی رہتی تھیں۔ رات کو جو کچھ بھی صلاح مشورے اور منصوبہ بندی یا مذاکرے ہوتے تھے۔ وہ سب کے سب صبح صبح ہمیں اپنے مکان پر بیٹھے بٹھائے معلوم ہو جاتے تھے۔

ہم نے یہ بھی سنا کہ ایک طرف یزیدی مسلمان ہیں اور دوسری طرف نواسہ رسول ان کے اجاء اقربا۔ اور اللہ رحمہم ہیں۔

ہم نے یہ بھی سنا کہ نواسہ رسول نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے واپس مدینہ جانے دو۔

ہم نے نواسہ رسول کی یہ پیش کش بھی سنی کہ مجھے کسی دور پار کی سرحد پر جانے دو۔

ہم تک یہ اطلاع بھی پہنچ گئی کہ نواسہ رسول نے مملکت حجاز و عراق سے نکل جانے کی اجازت بھی مانگی ہے۔

ہم نے یزیدی مسلمانوں کو کھلے عام شراب پیتے بھی دیکھا۔ ہم نے رات کے وقت یزیدی لشکر میں راگ درا نگ کی محفلیں اور رقص و سرور بھی دیکھا۔

ہم نے شب عاشور خیام حسین سے تملادت قرآن کی آواز بھی سنی اور فوج یزید سے ڈھول اور طبل کی صدا بھی سنی۔

ہم نے خیام حسینؑ سے بچوں کے بک بک کر رونے اور لعش کی جگر خراش  
آوازیں بھی سنیں۔ اور لشکر یزیدی کی طرف سے اعداء بدر کے انتقام کے نعرے  
بھی سنے۔

ہم نے صبح عاشور پیدے اصحاب حسینؑ پھر خود فرزند رسولؐ کی طرف سے تمام  
حجت بھی سنا اور یزیدی لشکر کی طرف سے یہ جواب بھی سنا کہ اب موت ہی تمہیں  
ہمارے انتقام سے بچا سکتی ہے۔

ہم نے یوم عاشور آل محمدؑ کی شجاعت بھی دیکھی اور یزیدی فوج کی بزدلی  
بھی دیکھی۔

ہم نے پیاسوں کے جلسے بھی دیکھے اور تازہ دم یزیدی مسلمانوں کو بھاگتے  
بھی دیکھا۔

ہم نے قمری ہاشم کی مجبوری بھی دیکھی ہے اور ہم شکل بنی کھابے بسی  
بھی دیکھی۔

ہم نے شیر خوار کے گونے نازنین پر حمل کے تیر کا نشانہ بھی دیکھا اور قاسم  
نوشہ کے لاشہ پر دوڑتے گھوڑے بھی دیکھے۔

ہم نے فداۃ رسولؐ کی شجاعت کے جوہر بھی دیکھے۔ اور ان کی مظلومیت  
بھی دیکھی۔

ہم سفر زندہ را کو گھوڑے سے اتارتے بھی اور تین گھنٹے تک زین اور زین  
کے درمیان تیروں کی نوکوں پر بحالت سجدہ دیکھا۔

ہم نے پسر علیؑ کے وہ اسی رکوع بھی گنے جو انہوں نے تیروں سے زمین پر  
آنے کے بعد قتل کے پہنچنے تک کہے۔

ہم نے سنان ابن انس، عمر و ابن جراح، خولی، شمر اور دیگر ظالموں کے طمانچے  
مظلوم کے پہلو میں نیزے۔ حلق میں تیر۔ اور سینہ پر نیزے کے وار بھی دیکھے۔  
پھر ہم نے تارا جی خیام کا وہ اندھناک سماں بھی دیکھا جس میں چاروں طرف  
آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل تھے اور انہیں گہری ذریت رسول بھی۔  
ہم نے وہ دقت بھی دیکھا جب نعلین گھوڑوں سے آل محمد کے لاشوں کو  
پامال کیا گیا۔

ہم نے ایک بے غیر کے مدفن لاشہ کو تلاش کرنے کی خاطر نیزہ بردار دستوں  
کو زمین کر بلا کو چلاتے بھی دیکھا۔

گیارہ محرم کو یزیدی مسلمانوں کے لاشوں کو دفن ہوتے ہوئے اور آل رسول  
کے لاشوں کو ریگ صحرا پر بے گورد کفن بھی دیکھا۔

اور آخر میں رسول نادیدوں کو پابند رسن ہوتا بھی دیکھا۔

بلکہ محرم کو میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ واپس آیا۔ اچھی خاصی دولت  
کما کر لایا تھا۔

کچھ دن تو آرام سے گزر گئے۔ دل میں بڑا خوش تھا کہ مختصر دنوں میں بہت  
کچھ کما لیا ہے۔

کچھ دنوں بعد حسب عادت رات کو سو رہا تھا، عالم خواب میں اپنے کو اس  
مد تک پیاسا دیکھا کہ میری زبان سوکھ کر کٹڑی بن گئی ہے۔ ہر طرف گرمی ہی گرمی ہے  
ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے زمین آگ اگل رہی ہو اور آسمان آگ برسا رہا ہو۔ میری  
طرح دوسرے بے شمار لوگ بھی پیاس سے بد حال تھے۔ کسی کو کسی کا خیال نہ تھا۔ ہر  
ایک پریشان اور حواس باختہ تھا۔

میں بھی سنا کوئی کہہ رہا تھا کہ قیامت آگئی ہے میں پانی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ۔

ایک آنکھوں میں روشنی کی ایسی کرنیں آنے لگیں جن سے سورج کی روشنی ماند پڑ گئی۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سامنے ایک شہسوار نظر آیا جس کی جبین مبین سورج کی طرح جگمگا رہی تھی اس کے گرد بہت سے سفید جبینوں کا جم غفیر تھا وہ میرے قریب سے گھوڑا دوڑاتے ہو گاڑا اور میدان کے وسط میں جا کر کھڑا ہو گیا۔  
پھر ایک اور نوجوان آیا جس کا پر نور چہرہ ماہ دہ بخت کی طرح نکلا رہا تھا اس کے مائیں ہاتھ میں علم تھا اور اس کے گرد بھی ایک بہت بڑا جم غفیر تھا۔ دوسرا نوجوان پہلے کے قریب باادب ہو کر کھڑا ہو گیا۔

پہلے نے ان کو حکم دیا ان سب کو گرفتار کر لو۔  
دوسرا نوجوان اپنے آدمیوں کو لے کر چلا اور حکم دیتا بلبلاتا تھا کہ اس کو گرفتار کر لو۔  
اگر گرفتار کر لو۔ اس کے ملازم گرفتار کرنے لگے۔ ایک میرے پاس آیا اور میرے کندھے پر زنجیر ڈال دی۔

میں نے پوچھا۔

تو کون ہے؟

وہ حکم دینے والا شخص کون ہے؟

اور گرفتار والا کون ہے؟

اس نے جواب دیا۔

میں داروغہ جہنم کے ملازموں سے ہوں۔ حکم دینے والا نبی کریم ہے۔

اس کے ساتھ انبیاء اور ملائکہ ہیں۔

جسے حکم دیا گیا ہے وہ امیر المؤمنین علیؑ میں اور جن کی گرفتاری کا حکم دیا گیا ہے وہ قاتلان حسینؑ ہیں۔

میں نے کہا۔

میں کہہ بلا میں گیا تو ضرور تھا لیکن فرزند رسول کے خلاف میں نے تو ایک تیر بھی نہیں مارا تھا۔

میرا کندھا جیسے کٹ رہا ہے مہربانی کر کے زنجیر کا دزن تھوڑا سا ہلکا کر دیں اس نے وزن کم کرنے کی بجائے پہنے سے دگنا کر دیا اور کہا۔

اپنی بے گناہی چل کر اتاد مولا کے سامنے پیش کرنا ہمیں جو حکم ملا ہے ہم وہی بجالا رہے ہیں۔

جب میں اس فوجوان کے پاس پیش کیا گیا۔ تو وہ ان حضور کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا۔

یا علی کیا کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

تبدہ تمام گرفتار کر لیے ہیں۔

ان حضور نے فرمایا۔ انہیں میرے پیش کرو۔

حضرت علیؑ نے ملائکہ کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

ملائکہ نے پیش کیا۔

میں نے دیکھا تو مجھے تمام وہ افراد جو میدان کربلا میں لشکرِ یزید میں شامل تھے سب نظر آنے لگے۔ عمر سعد بھی تھا۔ شمر بھی تھا۔ غرض اعلیٰ اودنی کی تمام بصورت مجرم

سامنے کھڑے تھے۔

انسفوز ایک ایک کو اپنے قریب بلا کر اس سے پوچھنے لگے۔ تو نے کیا کیا تھا۔

ہر ظالم اپنا ظلم بتانے لگا۔

کوئی کہتا تھا کہ میں نے قمر بنی ہاشم کے بازو کاٹے تھے۔ کوئی کہتا تھا میں نے ہم شکل بنی کے سبب میں نیزہ مارا تھا۔

مرض ایک ایک سے مفصل واقعہ سن کر آپ خود بھی روتے تھے اور آپ کے گرد بستے انبیاء تھے سب روتے تھے آپ کسی وقت فرماتے تھے میرے محترم بابا آدم آپ ذرا میری ذریت پر ہونے والے مظالم سنیں۔ کسی وقت فرماتے تھے بھائی نوح میری اولاد کی مظلومیت دیکھیں۔

آپ ایک ایک سے تفصیل پوچھنے کے بعد ملائکہ سے فرماتے تھے اسے جہنم میں لے جاؤ۔

میں دل میں خوش تھا کہ چونکہ میں نے اولاد رسول پر کوئی ظلم نہیں کیا اس لیے امید ہے آقا مجھے معاف فرمادیں گے۔

پھر ایک شخص کو پیش کیا گیا۔

انسفوز نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھی تھا؟

اس نے عرض کیا۔

ہاں حضور میں بڑھی تھا۔ لیکن میں نے آپ کی ذریت میں سے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا۔

تو بھول رہا ہے تو نے تین ظلم کیے ہیں۔

۱۔ تو نے میری ذریت کے خوف میں اس طرح اضافہ کیا ہے کہ تو نے فتح میریدیں ایک عدد کا اضافہ کیا ہے۔

۲۔ تو نے میری آل پر دوسرا ظلم یہ کیا ہے کہ میرے حسینؑ کی صدائے استغاثہ سنکر بھی تو نے اس کی مدد نہیں کی۔

۳۔ تو نے تیسرا ظلم یہ کیا ہے کہ تو نے اس وقت حصین ابن غیر کے خیمہ کی وہ لکڑی درست کی تھی جو قتل حسینؑ کے بعد چلنے والی آندھی سے ٹوٹ گئی تھی۔

پھر آپ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ۔ اس وقت میں بھی مایوس ہو گیا کہ اب میری جان بھی مشکل سے بچے گی۔ اسی نکر میں تھا کہ مجھے پریش کیا گیا۔

میں نے جاتے ہی ان حضورؐ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور عرض کی کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں جو نیزے میری ذریت پر ٹوٹتے رہے تو انہی کی مرست کرتا رہا اور تو نے کچھ نہیں کیا۔

میں نے آپ کے قدم پکڑ لیے۔

آپ نے رخ پھیر لیا اور ملائکہ سے فرمایا۔ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ چنانچہ ملائکہ مجھے جہنم میں لے جانے لگے۔ میں خوف سے بے دار ہو گیا۔ جب بے دار ہوا تو میری زبان اسی طرح خشک تھی جس طرح خواب میں میں نے دیکھی تھی۔ اور اب تک



ویسے ہی خشک ہے۔ اور میرے جسم کا نصف نچلا حشر بے کار تھا۔ جس نے بھی اس سے یہ داستان سنی اس نے اس سے تبر کیا۔ اور وہ اسی عذاب میں مبتلا رہ کر واصل جہنم ہوا۔

سرکار علامہ ابن طاووس نے لوف میں قاضی عبداللہ ابن رباح سے روایت کیا ہے کہ مجھے ایک نابینا شخص ملا۔ میں نے اس سے پوچھا تیجھے کیا ہوا ہے تو تو اچھا بھلا تھا؟

اس نے جواب دیا۔  
جب بد نصیبی آتی ہے تو پھر سب کچھ ہو جاتا ہے۔  
میں نے پوچھا۔  
پھر بھی بتا تو سہی کہ ہوا کیا ہے۔

اس نے کہا میں ان دس افراد میں شامل تھا جنہوں نے فرزند رسول کو تیر دس سے زمین پر آنے کے بعد جاگیر اتھا۔ اور ہم میں سے صرف شہر نے موت کی تھی اور اس نے جگر گوشہ زہرا کا سر تلیم کیا۔ جب بارہ محرم کو واپس گھر آیا تو رات کو عالم خواب میں ایک شخص نے آکر کہا۔

چل تجھے سرد کوئین نے بلایا ہے؟  
میں نے کہا۔ مجھ سے آنحضرت کو کیا کام ہے؟  
مجھے کس لیے بلایا ہے؟

اس نے میرے گریبان سے پکڑا اور کہنے لگے کیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اپنے دوسرے نورائیدوں کو آنحضرت کے سامنے کھڑے دیکھا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک پاک سا تھا۔ اور آپ کے پاس ایک فرشتہ کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ آپ کے حکم سے

باری باری ایک ایک کی پشت پر تلوار مارتا تھا اور تلوار کی ضرب کے بعد ایسے آگ کے شعلے نکلتے تھے کہ ان کی ہڈیاں پگھل جاتی تھیں۔ انہیں پھر اٹھایا جاتا تھا۔ اور پھر تلوار سے انہیں پگھلایا اور جلایا جاتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر کانپنے لگا۔  
آنحضور نے فرمایا۔

اد ظالم! تجھے مجھ سے کیا بیر تھا؟  
میں نے عرض کیا۔

قبیل میں نہ تو تلوار اٹھائی ہے۔ نہ تیر چلایا ہے۔ نہ نیزہ مارا ہے۔ نہ پتھر پھینکا ہے اور مٹھنک ڈالی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

ایک تو تو نے فوج یزید میں ایک عدد کا اضافہ کیا ہے۔ اور دوسرے تو ان لوگوں کے اس ظلم پر خوش تھا جو میری ذریت سے روار کھا گیا۔ پھر آپ نے مجھے گرفتار کرنے والے سے فرمایا اسے میرے قریب لا۔ اس نے مجھے آپ کے قریب کیا۔ آپ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ میں بے وار ہوا تو بینائی سے محروم تھا۔ ابو رجاہ عطاردی سے مروی ہے کہ۔ اہلیت کا تذکرہ سوائے سچائی کے نہ کیا کرو میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے بدنصیب کو دیکھا ہے جو امام حسینؑ کو ناسزا بکتا تھا۔ اللہ نے اسے آنکھوں سے محروم کر دیا۔

امالی طوسی میں سدی سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا اس سے سار کول کی بدبو آتی تھی میں نے اس سے پوچھا کیا تو سار کول کی خرید و فروخت بھی کرتا ہے۔

اس نے کہا نہیں۔

میں نے کہا پھر تجھ سے یہ تار کول کی بدبو کیوں آتی ہے۔  
اس نے کہا میں ابن زیاد کے لشکر میں میخیں فروخت کرتا تھا۔ کربلا سے  
واپس آنے کے بعد ایک رات خواب میں آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کو دیکھا۔ حضرت علیؑ کے  
ہاتھ میں جام کوثر تھا۔ اور پانی پلا رہے تھے۔

چونکہ میں بھی پیاسا تھا۔

میں نے جا کر پانی مانگا۔

حضرت علیؑ نے مجھے پانی دینے سے انکار کر دیا۔

پھر میں نے آنحضرتؐ سے پانی مانگا۔

آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو بھی ان لوگوں سے نہیں جتنوں نے میری ذریت پر  
کربلا میں ظلم کیے تھے؟

میں خاموش ہو گیا۔

آپؐ نے فرمایا یہاں علیؑ اسے تار کول پلا دے۔

حضرت علیؑ نے مجھے تار کول دیا۔

اور میں نے خواب میں پی لیا۔

بیدار ہونے کے تین دن بعد تک تو مجھے پیشاب میں تار کول آتا رہا اب وہ سلسلہ  
تو بہت کم ہو گیا ہے لیکن میرے جسم سے تار کول کی بدبو آتی ہے۔

ابن حاشر کی روایت ہے کہ کوثر میں ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جو  
میدان کربلا میں یزید کا فوج کا سپاہی تھا۔ جب وہ واپس آیا تو خیام اہل بیت کی لوٹ  
سے زعفران اور ایک اونٹ لایا یہ لوگ جب بھی زعفران کو کھل کرتے تھے تو بھی آگ  
ہو جاتا تھا۔ اس کی عورت نے وہی زعفران ہاتھوں پر لگایا اسی وقت اس کا تمام جسم

میریں ہو گیا۔

جب اونٹ کو انہوں نے نہر کیا اور اس کا گوشت پکایا تو وہ تمام کا تمام پتھر بن گیا۔ اور پکانے والے کھانے کی بجائے اپنے دانتوں سے محروم ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق اونٹ کا گوشت تھمر کی مانند کڑوا ہو گیا۔ شہادت مظلوم کر بلا کے بعد تین ہفتوں تک سورج گرہن رہا۔ زمین پر جہاں سے بھی مٹی اٹھائی جاتی یا پتھر اٹھایا جاتا ہے نیچے سے خون

اُبلنے لگتا۔

ایک برس تک قوم جن مزار رسول پر صبح و شام گریہ و زاری کر کے انھیں دیکھ کر رہتے رہتے رہے۔

انساب النواصب میں مروی ہے کہ ثمر کو خیام اہل بیت سے کچھ دینار ملے تھے جب یہ انہیں گمراہا تو اس نے ان میں سے کچھ اپنی بیٹی کو دیے۔ دختر ثمر نے ایک دینار ایک زرگر کو دیا تاکہ اسے زیور بنا دے زرگر نے جب اسے کٹھالی میں رکھ کر آگ دی تو تمام سونا دھواں بن کر اڑ گیا۔ زرگر حیران ہوا اس نے اگر دختر ثمر کو بتایا تو اس نے اپنے باپ کو بتایا۔ ثمر نے اسے اسے انکار کر دیا۔ اور دو تین دینار اور اٹھا کر زرگر کے پاس لایا اور اسے کہا انہیں میرے سامنے لکھلا تاکہ تیرا سچ یا جھوٹ معلوم ہو جائے جب زرگر نے ان دیناروں کو کٹھالی میں رکھ کر آگ دی تو وہ بھی ثمر کے سامنے دھواں بن کر اڑ گئے۔

پھر اس غیبت نے تسبیح کیا کہ واقعی تو سچا تھا۔

سند کہہ الامم میں ہے کہ فوج یزید میں سے جو بھی خیام اہل بیت سے کچھ اٹھا کر لایا۔ یا وہ خون ہو گئی۔ یا پتھر بن گئی۔ کسی کے نصیب میں کچھ نہ آیا۔

بختری ابن ربیعہ بھی شرکائے میدان کربلا سے تھا۔ جب یہ واپس آیا ایک دن گھر میں بیٹھا تھا اس کا ایک مرغ تھا اس نے اچھل کر اس کی آنکھ کا ڈھیلا چوچے سے نکال لیا۔

جب اس کا وہ زخم مندمل ہو گیا تو مرغ نے پھر دوسرا ڈھیلا نکال لیا۔ یوں یہ دونوں آنکھوں سے مرغ کے ہاتھوں محروم ہو گیا۔

سجاد الانوار بن یعقوب ابن سلیمان سے مروی ہے کہ ایک رات ہم چند افراد جمع تھے گھر میرا ہی تھا۔ باتوں باتوں میں ذکر جنگ کربلا آ گیا۔ ہم تمام نے کہا کہ جو شخص بھی کہ بلا میں فوج یزید میں شامل تھا وہ آج تک محفوظ نہیں رہا۔ یا اس کی جان چلی گئی یا اس کا مال چلا گیا اور یا اس کے گھر کو آگ لگ گئی۔

ان ہی افراد میں ایک شخص بیٹھا تھا اس نے یہ سب اس طرح اتفاقی حادثات ہیں درجہ جنگ کربلا کی وجہ سے کوئی بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔

ہم نے کہا۔

اگر اتفاقی حادثات میں تو پھر ان لوگوں کو ایسا کوئی حادثہ کیوں درجہ نہیں ہوا جو فوج یزید میں شامل نہ تھے۔

اس نے کہا۔ اگر ان اتفاقی حادثات کو تم لوگ فوج یزید پر اللہ کا عتاب سمجھتے ہو تو پھر میں بھی تو ان افراد سے ہوں۔ آج تک میں کیوں محفوظ ہوں۔ حالانکہ میں نے پیار کربلا کو بستر سے الٹ کر ان کے نیچے سے بستر کھینچا تھا۔

ہم اسے دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور لاشعوری طور پر ہمارے ذہن میں اس کے خلاف نفرت بھی پیدا ہو گئی

اتفاقاً چراغ کی لافداں دھیمی ہوئی میں اسے درست کرنے کی خاطر اٹھا۔ چونکہ چراغ

اس شخص کے قریب پڑا تھا اس لیے اس نے مجھے کہا۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ اسے میں ہی درست کیے دیتا ہوں۔

جو نہی اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اور لوگوں کو درست کرنے لگا اس کی انگلی کو آگ لگ گئی۔ اس نے انگلی کو منہ کے قریب کیا تاکہ پھونک مار کر آگ بجھائے اس نے پھونک ماری اور آگ بجھنے کی بجائے اس کی داڑھی کو لگ گئی۔ اب اس کے تو حواس گم ہو گئے۔ وہ دوڑا اور نہر فرات میں کود گیا۔ ہم سب اس کے عقب میں دوڑے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ پانی میں غوطہ کاتا تھا تو آگ پانی پر تیرے لگ جاتی تھی۔ جو نہی سر نکالتا تھا۔ آگ اسے جلاتا شرم کر دیتی تھی۔ کافی دیر تک یہ تماشہ جاری رہا۔ ہمارے ساتھ دوسرے بھی کافی لوگ کنرے پر جمع ہو گئے تھے۔ میں دل ہی دل میں اسے ملامت بھی کر رہا تھا اور خوش بھی ہو رہا تھا کہ۔

چلو آج اس ظالم کو خود بھی تصدیق ہو گئی ہے کہ میدان کربلا میں جو شخص بھی فوج یزید میں شامل ہوا اس کی موت یا اس کے مال نقصانات یا اس کے خاگی نقصانات اتفاقی نہیں تھے۔ بلکہ اللہ کی طرف سے عذاب تھا۔ اور دوسرے دیکھے والوں کو بھی درس عبرت مل گیا۔ اور وہ خبیث بالآخر بیٹے ہوئے کوئلے کی طرح مردہ ہو کر پانی پر تیرنے لگا۔

امامی مفید میں محمد بن سلیمان سے مروی ہے کہ زمانہ حجاج میں ہم چند افراد نے زیارت غریب زہرا کا پروگرام بنایا۔ چونکہ حجاج ملعون شیعیان آل محمد کے نام کا دشمن تھا۔ اور غریب زہرا کے مزار کی زیارت شیعیان آل محمد کے سوا کوئی نہ کرتا تھا اس لیے ہم چھپ چھپ کر کوثر سے نکلے۔

جب کربلا میں پہنچ گئے تو چونکہ اس وقت تک کربلا میں اموی حکومت کی طرف سے

آل محمد کے اسی ظلمانہ قتل میں شریک نہ تھے۔

اس نے کہا۔

جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر یہ سچ ہے تو پھر میں تمہارے سامنے اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہوں کہ اس وقت میری عمر ستر اور اسی کے درمیان ہے میں اولاد نہرا کے خلاف جنگ میں فوج یزید کا ایک سپاہی تھا اور اسکا فی طور پر مجھ سے جو ہو سکا تھا وہ کیا تھا۔ لیکن آج تک میں کیوں محفوظ ہوں۔

ہم خاموش ہو گئے۔ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ دیسے دل میں اس سے نفرت کرنے لگے کہ خدا معلوم ذات احدیث نے اس خبیث کو کیوں مہلت دے رکھی ہے۔

اتنے میں چراغ کی لوزر ادھیسی ہوئی وہ اسے ٹھیک کرنے کی خاطر اٹھا اس نے ہاتھ لو کے قریب کیا آگ لپک کر اس کے ہاتھ کو چٹ گئی۔

اس نے فریاد کی اور دریا میں کود گیا۔ ہم کنارے پر کھڑے ہو کر یہ تماشا دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ آگ نے پانی میں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور وہ جل کر کوئلہ ہو گیا۔

منتخب میں سدی سے مروی ہے کہ ایک رات کو فریم میں بہت پریشان تھا اور دل چاہتا تھا کہ آج کوئی ایسا ساتھی مل جاتا جو ساری رات اچھے اچھے واقعات سناتا رہتا اور میری رات کٹ جاتی۔ اسی نگر میں تھا کہ ایک شخص آگیا۔ میں نے اسے بٹھایا دو چار باتوں میں پتہ چل گیا کہ وہ شخص انتہائی قادر الکلام شخص تھا۔ اس کی باتوں نے میرا کافی غم غلط کر دیا۔ باتوں باتوں میں ذکر کر بلا بھی چل نکلا۔

کسی کو آباد ہونے کی اجازت نہ تھی اس لیے میدان کو بلا جوں کا توں صحرا تھا وہاں کوئی مناسب جگہ نہ تھی جس میں دھوپ یا سردی سے بچا جاتا۔ دور میں ایک جھونپڑی سی نظر آئی ہم اسی میں آکر بیٹھ گئے۔ ہم بیٹھے ہی تھے کہ باہر سے ایک مسافر شخص آیا۔ اس نے کہا۔

میں ایک مسافر ہوں اگر اجازت دو تو میں بھی تمہارے ساتھ رات گزاروں صبح کو چلا جاؤں گا۔

ہم نے کہا۔

ہم بھی مسافر ہیں ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ شوق سے رات گزاریں چنانچہ وہ بھی اسی جھونپڑی میں آگیا۔

چونکہ ہمارے پاس رات کو روشنی کرنے کی خاطر چراغ کا انتظام تھا اس لیے ہم نے چراغ جلایا۔ اور واقعات کو بلا پر تبصرہ کرنے لگے۔ ہم میں سے ایک شخص نے کہا جتنے افراد نے بھی ذریت رسول کے خلاف فوج یزید میں حصہ لیا تھا۔ ان کا بڑا بھیاں اور عبرتناک انجام ہوا۔ کوئی بھروسہ ہوا ہے کوئی جزام سے مرے کچھ مختار کے ہاتھوں مبتلائے عذاب ہو کر مرے ہیں۔ کچھ پاگل ہو گئے ہیں کچھ نابینا ہوئے ہیں۔ کچھ مفوج ہو گئے ہیں۔ جو مسافر بیٹھا تھا اس نے کہا۔ یہ سب بکواس ہے۔ ذریت رسول کے مقتول سے پہلے بھی لوگ ان حادثات کا انکار ہوتے تھے۔ جن چیزوں کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں۔ ان کا تعلق ذریت رسول کی مخالفت یا ان سے جنگ نہیں ہے بلکہ یہ اتفاقی حادثات اور طبعی واقعات ہیں۔

ہم نے کہا۔

اگر ایسا ہی ہے تو پھر وہ لوگ ان اتفاقی حادثات کا شکار کیوں نہیں ہوئے جو



میری سرد آہ نکل گئی۔

اس نے کہا۔ کیا بات ہے آپ کی آنکھیں کیوں بھیگ گئی ہیں۔  
میں نے کہا۔ کون کم نصیب ہے جو واقعات کر بلا سنگر گریہ کو روک  
سکتا ہے۔

اس نے پوچھا۔ کیا تو کربلا میں نہیں تھا؟  
میں نے کہا۔ الحمد للہ میں کربلا میں نہیں تھا۔  
اس نے کہا۔ تو کس چیز پر حمد خدا کر رہا ہے؟  
میں نے کہا اس بات پر کہ میں جنگ کربلا میں آل رسول کے خلاف فوجِ یزید  
میں شامل نہ تھا۔

اس نے کہا۔ آخر کس لیے۔

میں نے کہا۔

حدیث پر غیر ہے کہ جس شخص سے میرے حسین کا خون کا مطالبہ یومِ شتر کیا گیا  
اس کا کوئی نیک عمل اس برائی کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔  
اس نے کہا۔ کیا واقعاتِ بدر حسین نے یہ فرمایا ہے۔  
میں نے کہا۔

واقعاً اسی طرح فرمایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ میرا حسین بیٹاِ مظلوم شہید  
ہوگا اور اس کے قاتل کو تمام اہلِ جہنم کا نصف عذاب دیا جائے گا۔  
وہ جہنم کے تابوت میں ہوگا اس کے ہاتھ اور پاؤں آتشیں زنجیروں میں بندے  
ہوں گے۔

قاتلِ حسین کی بدولت تمام اہلِ جہنم اللہ کی پناہ مانگیں گے۔ بسنے لگے قتلِ حسینؑ

پر بیعت کریں گے۔ جتنے لوگ تائین حسینؑ کا ساتھ دیں گے اور جتنے لوگ تائین حسینؑ اور قتل حسینؑ پر مراضی ہوں گے انہیں اس طرح معذب کیا جائے گا کہ جب ان کا ایک چہرہ جل جائے گا تو انہیں دوسرا چہرہ پہنا کر معذب کیا جائے گا۔ وہ کہنے لگا۔

بھائی جان یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ ان پر زیادہ ایمان رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے کہا۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور نہ ہی اللہ نے مجھے کبھی جھٹلایا ہے۔

وہ کہنے لگا۔ اگر یہ سب باتیں سچ ہیں تو پھر یہ بات بھی تو سچ ہونا چاہیے جو آنحضرتؐ سے منسوب ہے کہ میرے حسینؑ بیٹے کے قاتل کی عمر طویل نہیں ہوگی۔ میں نے کہا۔

ہاں یہ بھی آنحضرتؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ تائین حسینؑ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے۔

وہ مکرادیا۔

اور کہنے لگا کاش تو مجھے پہچانتا۔ اس وقت میری عمر نوے برس سے گزر رہی ہے۔ اور میں واقف کہ بلا میں نہ صرف موجود تھا۔ بلکہ میں اس شہسواروں کا سالار تھا جنہیں عمر سعدؓ لاش حسینؑ پامال کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ میں وہ کیفیت نہیں بتا سکتا کہ کس طرح ہم نے لاش حسینؑ کو پامال کیا تھا۔ صرف اتنا بتا سکتا ہوں۔ کہ ہمارے نعل بند گھوڑوں کے بار بار دوڑانے سے غریب زہراؑ کی ایک ایک پسلی کے

کئی کئی ٹکڑے ہو گئے تھے۔

میں ہی وہ شخص ہوں جس نے کم سن دختر حسین کے کانوں سے گوشوارے اتارے تھے اور میں جلدی میں تھا گوشوارے نہیں اتار رہے تھے تو میں نے گوشواروں کے کنڈے کھولنے کا وقت سچانے کی خاطر دونوں گوشواروں میں ہاتھ ڈال کر جب کھینچا تو مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے کہ دختر حسین زین سے کئی فٹ بلند ہو کر زین پر گری تھی۔ میں اخس ابن زید ہوں۔

میں یہ سن کر بے ساختہ رونے لگا ردل میں سوچ رہا تھا کہ خدا معلوم فاتحہ نے اس غیبت کو کیوں اتنی چھوٹ دی ہے کہ آج یہ بیٹھ کر نہ صرف میدانِ کربلا میں اپنے مظالم پر فخر کرتا ہے بلکہ رسول کو بھی جھٹلاتا ہے۔ اور فدیت رسول سے تو میں اہمتر سلوک کو اپنے لیے باعثِ عزت بھی سمجھتا ہے۔

وہ یونہی بکے جا رہا تھا اور میں انگشتِ عبرت منہ میں ڈالے روئے جا رہا تھا۔ چراغ کی لوزدا دھیمی ہوئی میں لو کو درست کرنے کی خاطر اٹھنے لگا۔ اس نے کہا آپ تکلیف نہ کریں۔ میرے قریب رکھا ہوا ہے۔ میں درست کیے دیتا ہوں۔

جونہی اس نے ہاتھ بڑھایا آگ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ اس نے ہاتھ فوراً مٹی میں دبا دیا۔ لیکن آگ نے نہ چھوڑا اور جیسے مٹی میں بھی آگ تھی۔ اس نے ہاتھ باہر نکالا اور میرا نام لے کر پکارا کہ پانی لاؤ میں اٹھا۔ پانی کا جام لیا۔ اور اس کے ہاتھ پر ڈال دیا۔ جونہی میں نے پانی ڈالا یہ معلوم ہوا جیسے میں نے پانی نہیں تیل ڈال دیا۔ باہر آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔

میں نے کہا۔ دوڑ کر دریا میں چھلانگ دو وہ آگے دوڑا میں اس کے پیچھے تھا

اس نے دریا میں چھلانگ لگائی میں کنارے پر کھڑا دیکھتا رہا۔ ایسے معلوم ہوا جیسے پورا دریا پانی کا نہیں تھا۔ تیل سے بریز تھا پانی کو آگ لگ گئی۔ اور جب تک وہ جل کر کوئلہ نہ ہو گیا اس وقت تک آگ کے شعلے پکٹتے رہے۔ جب وہ جل کر سطح آپ پر تیرنے لگا پھر آگ از خود بجھ گئی۔

مقتب التواریخ کے مطابق ایک مومن صالح نے عالم خواب میں دیکھا کہ میدان کربلا ہے۔

ایک طرف آل رسول کے پیاسے مقتولین کے لاشے ہیں دوسری طرف جلے اور ٹپے ہوئے خیام اہل بیت رسول ہیں۔ ایک سیاہ پوش مستور ہے جو کبھی خیام کی را کو پر جاتی ہے۔ اور کبھی لاشوں میں جاتی ہے۔ ایک ایک لاش کے قریب جا کر کہتی ہے۔

اے رسول بابا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حسین کو کس طرح پیاسا تشید کیا ہے۔

اے نبی بابا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حسین کو کس طرح پس گردن ذبح کیا ہے۔

اے رحمت للعالمین بابا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ہیں۔

اے فخر کائنات بابا آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کی امت نے میری بیٹیوں کے نیچے کس طرح لوٹ کر جلائے ہیں۔

بابا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ۔  
فاطمہ میرا کھڑا ہے۔

بابا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ جو فاطمہ کو اذیت دے گا وہ مجھے اذیت دیگا جس نے مجھے اذیت دی وہ کافر ہوگا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ مجھے آپ کے غم میں آپ کی امت نے رونے نہ دیا۔  
بابا آپ نے دیکھا کہ میرے دروازے کو جلایا گیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میرے صدف عصمت میں میرے محسن کو شہید کر دیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ مجھے میرے حق اور آپ کی میراث سے محروم کر دیا گیا۔  
بابا مجھ سے پہلے کسی نبی کی بیٹی سے اس کی امت نے ایسا سلوک کیا

تھا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ میرا بیت الحزن منہدم کر دیا گیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ میرے شوہر کا قبر گریا گیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میرے شوہر کو محراب مسجد میں بحالت سجدہ

شہید کیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میرے لال حسنؑ کو زہر سے شہید

کر دیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میرے حسنؑ کے جنازہ پر بھی

تیر برسائے۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میری زینب کو رکن بستہ کیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میری کبھی بچیوں کو بے پالان کے اوتھوں

پر رکن بستہ سوار کیا۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میری بیٹیوں کو درباروں اور بازاروں میں بے مقصد و ردائیں کیا۔

بی بی کے اس زحمت و کد کے جواب میں آنحضرت نے فرمایا۔

میری زہرا میں دکھوں سے غافل نہیں ہوں۔

میری بیٹی کل فرمائے مختصر دربار خالق میں میں خود مدعی ہوں گا اور تیری اولاد کے بے گناہ خون کا دعویٰ بھی میں خود دائر کروں گا۔

عبداللہ ابوازی سے مروی ہے کہ ایک دن میں بازار کو فہ میں جا رہا تھا کہ ایک بھکاری پر میری نظر پڑ گئی۔ اس کی شکل عجب طرح سے بد وضع تھی۔ اس کا نصف چہرہ اس طرح سیاہ تھا جیسے آگ سے جلایا گیا ہو اور نصف چہرہ اس طرح سفید تھا جیسے اس پر چونا پلستر کیا گیا ہو۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔

اور زبان خشک تھی۔ انتہائی بد وضع اور بد شکل تھا۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا خوف کے مارے بھاگ جاتا تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ اچھا خاصا کھانے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ معروف قبیلے سے تھا۔

میں نے اسے بلایا۔

جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا۔

تیرا یہ حال کیسے ہو گیا حالانکہ تو بڑا خوب رو تھا۔

میرے پوچھنے پر اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

میں نے کہا۔ تجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم مجھے ضرور بتا کہ اس حال کو

کیسے پہنچا۔

اس نے کہا۔ بتاؤں گا۔

مگر ایک شرط پر

میں نے کہا وہ کون سی شرط ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے کھانا کھلا دے پھر بتاؤں گا میں آج کئی روز سے بھوکا ہوں۔ جو بھی مجھے دیکھتا ہے وہ ہلکا ہوتا ہے۔

میں نے کہا۔

میرے ساتھ گھر چل دیں بیٹھ کر میں تیرا حال بھی سنوں گا۔ اور کھانا بھی

کھلاؤں گا۔

اس نے قبول کر لیا۔ میرے ساتھ چلا آیا۔ جب میں اسے گھر لے آیا تو اسے

کہا کہ۔

اب اپنا حال بیان کر۔

اس نے کہا۔

کہ پیسے کھانا کھلا دے پھر بتاؤں گا۔

میں نے دیکھا کہ وہ اپنا حال بتانے سے کتر رہا ہے۔ مجھے خطرہ کا بھی احساس ہوا کہ کہیں کھانا کھانے کے بعد ٹال ہی نہ جاتے۔ چنانچہ میں نے کہا۔ کہ میں نے گھر کھانے کو کہہ دیا ہے۔ کھانا تیار ہو رہا ہے۔ جب تک کھانا تیار ہوتا ہے۔ تک تم اپنا دانتہ سنا دو۔

اس نے کہا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میں اسحاق ابن غنوه حضری ہوں۔

میں نے کہا ہاں یہ تو جانتا ہوں۔

اس نے کہا۔

واقفہ کر بلا بھی آپ نے سنا ہوگا اور جو کچھ فرزند رسول کے ساتھ ہوا ہے وہ بھی آپ نے سن رکھا ہے۔

میں نے کہا۔

ہاں وہ بھی کچھ کچھ سنا ہے۔

اس نے کہا۔

میں عمر سعد کے سالاروں میں سے ایک سالار تھا۔ اور پانی پر میرا پھرہ تھا۔ شب عاشور مجھے معلوم ہوا کہ فخر بنی ہاشم کسی تدبیر سے خیام حسینؑ میں پانی پہنچاتا چاہتا ہے۔

چنانچہ میرے پاس پانچ ہزار سوار تھے۔ میں نے تمام کو حکم دیا کہ کسی شخص کے پاس پانی کا جام نہیں ہونا چاہیے۔ جس شخص نے پانی پینا بروہ دریا سے ہاتھوں کے ذریعہ پانی پی لے۔

تمام جام میں نے اپنے پاس جمع کرایے۔ مجھے یہ خطرہ تھا کہ کہیں کوئی سپاہی جام کے ذریعہ بھی پانی خیام حسینؑ تک نہ پہنچاتے۔ پانی تو خیام اہل بیت میں نہ پہنچا۔ لیکن کر بلا سے پلٹنے کے بعد میں اس حال کو پہنچ گیا ہوں۔ جو تو دیکھ رہا ہے۔

میں نے کہا۔

میں وہ تمام تفصیل پر چھٹا چاہتا ہوں کہ تم اس حال کو کیسے پہنچے۔

اس نے بہت کوشش کی کہ میں ٹل جاؤں۔ لیکن میں کسی طور پر راضی نہ ہوا۔

مجھے معلوم تھا کہ وہ بھوکا ہے۔ اور جب تک کھانا نہیں کھا لیتا اس وقت تک وہ



میری بہرات مانے گا۔

جب اس نے دیکھا کہ میں اصرار کر رہا ہوں تو اس نے کہا۔

یوم عاشور کی صبح کو جب قمر بنی ہاشم پانی لینے آئے اور میں دریا سے ہٹا کر دریا پر قبضہ کر لیا۔ اور دریا میں مشکیزہ لے کر دریا میں کودے۔ اور میں نے دیکھا کہ اگر کچھ نہ کیا گیا پانی ختم میں چلا گیا تو ان زیادہ کی طرف سے سترائے گی چنانچہ میں نے پہلے تو راستہ روکنے کی کوشش کی جب راستہ نہ روک سکا تو پھر میں نے مشک کا نشانہ لینے کا حکم دیا۔

اس کے بعد جب مظلوم زہراؑ علیؑ دریا سے فطرت پر آئے اور ہمیں بھگا کر دریا پر قبضہ کیا۔ چلوں پانی لیا۔ جب پانی منہ کے قریب لاتے میں نے دہن شبیر کا نشانہ لے کر تیر مارا میرا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا۔ میں نے دیکھا کہ فرزند رسول کے ہونٹ زخمی ہو گئے۔

کر بلا سے واپس آکر میں گھر سو رہا تھا۔ کہ عالم خواب میں نبی کریمؐ کو دیکھا انتہائی بغض و غضب کی صورت میں میرے پاس آئے۔ اور فرمایا۔

ارے ظالم۔ میں نے یا میرے حسینؑ نے تیرا کیا جرم کیا تھا۔ میں گھبرا کر معافی مانگنے اٹھا۔ مجھے کسی نے پیچھے سے پکڑ لیا۔ آنکھوں نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور جب اٹھا تو میں اس حالت میں تھا۔ صبح جب میرے گھر والے اٹھے تو انہوں نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا اور مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا۔

اب میں اپنے شہر میں ہوتے ہوئے مسافر ہوں۔ گھر ہوتے ہوئے بے گھر ہوں۔

اور دولت ہوتے ہوئے بھی ایک وقت کی روٹی کا محتاج ہوں۔ جس اولاد کی خاطر میں نے ابن زیاد کی ملازمت کی تھی اسی اولاد نے گھر سے نکال دیا ہے۔ اور آج در بدر کی ٹھوگریں کھا رہا ہوں۔ بھیک مانگتا ہوں تو کوئی نہیں دیتا۔ جو دیکھتا ہے وہ دور ہٹ جاتا ہے۔

آپ نے بھی اس لیے کھانا کھلایا ہے کہ اپنی لعنت کا واقعہ سناؤں تو آپ کھانا کھلائیں گے۔



## کوفہ سے سوتے شام

معاویہ کتنا دانا تھا اور یزید کتنا احمق تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ معاویہ جب ولی عہدیہ یزید کے سلسلہ میں حجاز میں آیا تو اس نے پہلے مروان سے مشورہ لیا کہ۔

تیرے خیال میں مجھے حسینؑ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟  
مروان نے کہا۔

میرا تو خیال ہے کہ تو حسینؑ کو اپنے ساتھ شام میں رکھ۔ نہ تو اسے مدینہ میں آزاد چھوڑ۔ اور نہ اسے اہل عراق کے ساتھ مذاہ باز کرنے کی خاطر ان سے رابطہ قائم کرنے دے۔

یہ سب معاویہ مسکرا دیا اور کہا۔

تو خود کو دانا سمجھتا ہے۔ لیکن مجھے کیوں احمق سمجھتا ہے؟

مروان نے کہا۔ آپ نے مجھ سے مشورہ لیا۔ جو میں نے مناسب سمجھا وہ دے دیا۔ اب آپ کی مرضی۔

معاویہ نے کہا۔

تیرے اس مشورہ کے پس پردہ جو کچھ پوشیدہ ہے دوسرا کوئی نہیں سمجھے گا  
لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں۔

مروان نے ان جان نکر کہا۔ میں نے تو کوئی ایسی بات کہ جسے آپ اتنا طول  
دے رہے ہیں۔

معاویہ نے کہا۔

چونکہ تو مدینہ میں رہتا ہے۔ اس لیے فرزند رسول تیرے لیے ایک خطرہ ہے  
تو یہ چاہتا ہے کہ میں سمجھے اس خطرہ سے نجات دلاؤں اور خود اپنے پاس خطرہ  
کو رکھوں۔

لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔

پھر معاویہ نے سعید ابن عاص کو بلایا اور اس سے کہا۔

حسینؑ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟

سعید نے کہا۔

معاویہ ہمیں بھی معلوم ہے اور سمجھے بھی معلوم ہے کہ فرزند رسول تیرے لیے  
خطرہ نہیں ہے تو جتنا بھی سوچ رہا ہے یزید کی خاطر سوچ رہا ہے۔ اور تیری یہ نکر  
نفسول ہے۔ کیونکہ فرزند رسول یزید پر ہر طرح سے ہماری ہے تو نے دین و دنیا  
کو کس کر رکھا ہے اور اپنے باطن کو ظاہر نہیں ہونے دینا لیکن یزید کا ظاہر باطن  
سے اور باطن ظاہر سے بدتر ہے۔ اگر یزید نے فرزند رسول پر تان بکرا سے قتل کر  
ڈالا تو بھی اموی حکومت کی اینٹ سے اینٹ پیچ جائے گی اور اگر فرزند رسول نے  
یزید کو زیر کر لیا تو بھی اموی حکومت کا تیا پانچا ہو جائے گا۔ اس لیے اس سلسلہ

میں جو کچھ کر سکتا ہے وہ یزید ہی کر سکتا ہے۔ اور یزیدی میں اتنی گہری اور دور کی سوچ نہیں ہے۔ بحیثیت باپ ہونے کے بجائے جو کچھ یزید کے لیے کرنا تھا تو نے کر دیا ہے۔ یزید کو ولی عہد بنادیا ہے۔ اب اسے سنبھالنا یزید کا کام ہے اگر اس میں اہلیت ہوگی تو سنبھالے گا اگر اہلیت نہ ہوئی تو بجائے کوئی بھی دوش نہ دے گا۔

لہذا میرا مشورہ یہ ہے کہ تو اس سلسلہ میں اپنے کہکان نہ کر، نہ اپنی صحت خراب کر اور نہ اپنی نیند۔

سعید کا یہ مشورہ معاویہ کو بہت پسند آیا۔ اور اس نے یزید کو اپنی طرف سے سیاسی نشیب و فراز سمجھا دیتے۔

لیکن یزید بدنامی میں وہ سوچ کھان بھی کہ ظاہر و باطن میں تضاد رکھ کر وقت گزارتا۔ اس نے تو تخت حکومت سنبھالتے ہی آل محمد کے خلاف مروئی عداوت کو اگلا شروع کر دیا۔ اور والی مدینہ کو پہلا جو خط لکھا اس میں دو ٹوک لفظوں میں لکھ دیا کہ اگر۔ فرزند رسول بیعت نہ کرے تو جواب کے ساتھ ہی اس کا سر بھی آنا چاہیے۔

پھر ابن زیاد جیسا بد مزاج گورنر مل گیا۔

ابن زیاد نے یزید کے کندھے پر رکھ کر وہ تیر چلائے کہ پھر نہ تو معاملات خود زیاد کے قابو میں رہے اور نہ یزید کے بس میں رہے۔

اگر یزید میں سیاسی شعور یا انسانی اخلاق کی رتی بھی ہوتی تو وہ ابن زیاد کو لکھتا کہ ہمارا کام ہو گیا ہے۔ اب رسول زاد یوں کو باغزت مدینہ پہنچا دے۔ لیکن اس نے ابن زیاد کو لکھا کہ سر اسے شہداد اور امیران آل محمد میرے پاس شام بھیج دے

یزید کا یہ حکم ادا۔ موروثی دین دشمنی کا مظہر تھا۔ ثانیاً اس کی اخلاقی پستی اور انسانیت دشمنی کا ثبوت تھا۔ اور ثالثاً سیاسی بے بصیرتی کی دلیل تھا۔  
چنانچہ ابن زیاد نے حکم یزید سے امیران آل محمدؐ اور سرہانے شہداء کو سوتے شام روانہ کیا۔

### سروں اور امیروں کی روانگی میں اختلاف :-

بعض مورخین کے مطابق زہرا بن قیس شمر، خولی، اور عمرو بن حجاج زبیدی کو چالیس افراد سے کہ صرف سروں کو ایک دن پہلے روانہ کیا۔ اور دوسرے دن ایک ہزار سپاہی کے ساتھ امیران آل محمدؐ کو روانہ کیا۔  
بعض مورخین کے مطابق سرہانے شہداء اور امیران آل محمدؐ ایک ہی دن روانہ ہوئے۔

بعض مورخین کے مطابق سرہانے شہداء و نیزوں پر بلند تھے۔  
بعض مورخین کے مطابق سرہانے شہداء صندوقوں میں بند تھے۔

### مشترکہ نکات :-

تمام امیران آل محمدؐ زین بستہ تھے۔  
تمام مستورات کے ہاتھ و پس گردن بند تھے۔  
جناب سجادؓ کے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں زنجیر اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔  
جناب سجادؓ کے گلے میں ایک سی تھی جس کا دوسرا سر اونٹ کی گردن میں بندھا تھا تاکہ آپ پیچھے نہ گریں۔

جناب بجاؤ کے دونوں پاؤں اونٹ کے زیرِ حکم سے بندھے ہوئے تھے۔

## احکام ابنِ زیاد :-

- ۱۔ ویران راستہ چھوڑ کر آباد راستہ اختیار کیا جائے۔
- ۲۔ جتنا ممکن ہو سکے جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔
- ۳۔ راستہ میں صرف وہیں رکھا جائے جہاں رکنا ناگزیر ہو۔
- ۴۔ امیران آلِ محمد پر قیام و طعام میں ہر ممکن سختی کی جائے۔
- ۵۔ اگر سردار یوں کے تشنگ جانے کی وجہ سے ان کو قیام کرنا پڑے تو امکانی طور پر امیران آلِ محمد کو سایہ میں نہ بیٹھنے دیا جائے۔
- ۶۔ جہاں تک ممکن ہو امیران آلِ محمد کو جھوٹا پیاسا رکھا جائے۔
- ۷۔ جس شہر کے قریب سے گزر ہواں شہر میں سروں اور امیروں کی تشییر ضرور کرائی جائے۔
- ۸۔ جس شہر میں بھی جاؤ وہاں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی بھی کوشش کرو۔

پہلی منزل :-

کہ بلا :-

(مردِ غنیمت اس سلسلہ میں خاموش ہیں کہ کوڑیوں بیت جس کشتی تھی اور کوڑے سے شام کی طرف روانگی کب ہوئی جہاں تک حضرت ابراہیم اور ولایت کا تعلق ہے تو اس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ امیران آلِ محمد کو پہلا پہلے شام کی طرف جاتے ہوئے کہلا میں آیا

اسکی تفصیل ہم معالیٰ السبطین کے ترجم میں پیش کر چکے ہیں۔ شاہیقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں مترجم (۱)

دوسری منزل :-

قادسیہ :-

مقتل ابو مخنف کے مطابق پہلی سے روایت ہے کہ جب اسیران آل محمد کا قافلہ کوفہ سے سوئے تمام روانہ ہوا تو میں بھی ان کے عقب میں حب ضرورت رقم لے کر روانہ ہوا۔ کہلاتے آگے بڑھنے کے بعد دوسری منزل قادسیہ تھی۔ یہ دن قادسیہ ان لوگوں نے قیام کیا۔ سردوں کو سامنے رکھا۔ قیدیوں کو ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ ان کے قریب ایک دیوار تھی۔ اس دیوار سے ایک تھیلی نمودار ہوئی۔

اس پر لکھا ہوا تھا۔

اترجوا امة قتلت	وہ لوگ جنہوں نے فرزند رسول
حسینا شفاعت	کو قتل کیا ہے کیا قیامت میں
جده يوم الحساب	جد حسین کی شفاعت کی امید کر
فلا والله ليس لهم	سکتے ہیں۔ بخدا یہ امید ہرگز نہیں
شفيع وهم يوم	کر سکتے اور نہ ہی ان کی شفاعت
القيامة في العذاب	کریں گے۔ یہ لوگ دائمی عذاب
	میں رہیں گے۔

یہ دیکھ کر یہ لوگ پریشان ہو گئے اور خوف کے مارے وہاں زیادہ قیام نہ کیا۔



اور کوچ کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ کوچ کر رہے تھے اسی وقت ایک ہائف غیبی نے انہیں پکار کر کہا۔

ما ذا تقولون  
اذ قال النبي لكم  
ما ذا فعلتم وانتم  
اخرا لا مم بعترقي  
ويا هليتي بعد مقتدى  
فهم اسارى واخرى  
مفرجوا بدم -

جب تم سے آنحضرت نے سوال کیا کہ تم آخری امت تھے تم نے میری فریت اور اہلیت سے میرے بعد کیا سلوک کیا کہ ان میں سے کچھ کو تیر کر دیا اور کچھ کو خاک و خون میں غلطان کر دیا۔ تو کیا جواب دو گے

تیسری منزل :-

دیر راہب :-

علامہ دیری نے حیۃ الجنان میں لکھا ہے کہ قادسیہ سے کوچ کرنے کے بعد یہ لوگ ایک دیر راہب میں آئے جو راستہ میں پڑتا تھا۔ انہوں نے یہاں قیام کیا۔ گر جاگی بیرونی دیوار پر دی سابقہ شعر لکھا ہوا تھا۔ جو منزل قادسیہ پر ایک تحصیل پر لکھا ہوا نمودار ہوا تھا۔

ان لوگوں نے پادری سے پوچھا یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب لکھا ہے؟ پادری نے جواب دیا یہ شعر آپ کے نبی کی ولادت سے پانچ سو برس کا پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ جہاں تک کہنے والے کا تعلق ہے تو مجھے نہیں معلوم کہ یہ کس نے لکھا ہے۔

چوتھی منزل:

جصاصہ :-

تلاش کے بعد یہ لوگ جصاصہ میں آتے۔ یہاں مختصر قیام کیا اور تکریت کی طرف آگے بڑھے۔ جصاصہ سے ملتے دلت ان لوگوں نے دالی تکریت کے نام پر پیغام بھیجا کہ ہمارے ساتھ شہداء کے سر اور قیدی ہیں۔ ہمیں گھوڑوں کے لیے چارے اور اپنے لیے کھانے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں قیدیوں کی تشہیر کے لیے بھی مناسب انتظام کیا جاتے۔

پانچویں منزل:

تکریٹ :-

جب دالی تکریٹ کو ان کا خط ملا تو اس نے اسی وقت راستہ پر جھنڈیاں لگانے کا حکم دیا۔ ڈھول اور بابے کے طائفے منگوائے۔ تمام شہر کو آراستہ کیا۔ اطراف و احوال سے ممکنہ حد تک رؤساء کو مدعو کیا۔ اور اعلان کر دیا کہ باغیوں کے سر اور ان کے قیدی آ رہے ہیں۔ فتح یزید کا جشن ہے جس میں شرکت ضروری ہے۔

تکریٹ میں نصرانی بھی رہتے تھے۔ ایک نصرانی نے کوثر بن ابیہر آل محمد اور شہزادے شہداء کو دیکھا تھا اور اہل کوثر سے ان کا تعارف کن چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی تمام نصرانی برادری کو جمع کیا اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا کہ یہ کسی باغی کا سر اور قیدی نہیں ہیں بلکہ آل محمد ہیں۔ اور جسے باغی بتایا جا رہا ہے۔ وہ علی و زبیرؓ کا کافر زندہ حسینؓ ہے۔

تمام نعرہ اٹاپنے اپنے گھروں میں پیسے گئے۔ ان لوگوں نے اندر سے گھروں کے دروازے بند کر دیئے۔ اور اپنے مذہب کے مطابق توبہ واستغفار کر کے قاتلان اکل محمد سے بارگاہ خالق میں اعلان برات کرنے لگے۔

تکیریت کے مسلمانوں کو بھی رفتہ رفتہ پہنچ گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی فحشیت سے انکار کر دیا۔ جب شکر یزید کو یہ اطلاع ملی تو انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں عوام زیادہ نہ بھڑک جائیں اور قیدی ہی نہ چھین لیں اس خطرہ کے پیش نظر ان لوگوں نے والی تکیریت کو پیغام بھیجا کہ ہماری مطلوبہ اشیاء ہمیں بیرون تکیریت پہنچا دی جائیں۔ ہم شہر میں داخل ہوتے بغیر اگلی منزل کی طرف جانا چاہتے ہیں۔

والی تکیریت نے ان کا مطلوبہ سامان فراہم کر دیا اور یہ لوگ تکیریت سے باہر دیر سر و گاہ میں بڑھ گئے۔

چھٹی منزل :-

دیر سر و گاہ :-

دیر سر و گاہ میں بھی یہ لوگ زیادہ قیام نہ کر سکے۔ اس سے آگے بڑھے اور صلیبا کا رخ کیا۔

ساتویں منزل :-

صلیبا :-

یہاں بھی ان لوگوں کی خاص پذیرائی نہ ہو سکی اس مقام سے آگے بڑھ کر ان لوگوں نے وادی النخل کا رخ کیا۔

انہویں منزل:

وادی نخلہ:

صلبانہ کے بعد اس قافلہ نے ملت وادی النخلہ میں ایک سرسبز ماریات یہ  
لوگ خواتین جنات کا زحر دیکھا سنتے رہے۔  
نویں منزل:

مرشاد:

وادی النخلہ کے بعد قائد مرشاد میں آیا۔ مرشاد کے لوگ ایک طرف تو سروں اور  
قیدیوں کو دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے اور دوسری طرف محمد و آل محمد پر درود  
بیج کر ان کے دشمنوں پر لعنت کر رہے تھے۔

دسویں منزل:

ارمینا:

مرشاد کے بعد ارمینا میں آئے۔ اس جگہ ان کا بہت معمولی قیام رہا کوئی خاص تعداد  
نہ ہوا وہاں سے آگے بڑھ کر لبنانی میں آئے۔  
گیارہویں منزل:

لبنان:

لبنان خاصہ بڑا شہر تھا۔ لوگ خوشحال تھے۔ لبنانی کی عورتیں بوڑھے اور بچے سب

گیوں میں نکل آئے۔ آل رسول کے سروں اور قیروں کو دیکھ دیکھ روتے بھی تھے اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کرتے تھے۔ ان لوگوں نے ظالمین آل محمد کو اپنے غمزدہ یہ کہہ کر بھگا دیا۔

اے اولاد انبیاء کے قاتلو! ہمارے غمزدہ سے نکل جاؤ۔

یہ لوگ وہاں سے نکل تو آئے لیکن والی بنانا نے اپنی فوجی طاقت استعمال کر کے تمام شیعان آل محمد کے گھر منہدم کر دیئے۔ بننا سے آگے بڑھ کر کچیدہ میں آئے۔

بارہویں منزل :-

کچیدہ :-

کچیدہ کے متعلق مورخین کو معلوم نہیں ہو سکا کہ یہاں فرج یزید کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ کچیدہ سے آگے بڑھ کر جہینہ آئے۔

تیرہویں منزل :-

جہینہ :-

جہینہ کے والی کو خط لکھا گیا کہ ہمارے ساتھ ایک باغی کا سر اور اس کے قیدی ابلیس ہیں۔ ہمیں استقبال چاہیے

والی جہینہ نے اپنی استطاعت کے مطابق ہر ممکن انتظام کیا۔ اور شہر سے تین میل باہر آکر ان کا استقبال کیا۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں اطلاع پھیل گئی کہ یہ کسی باغی کا سر نہیں ہے۔ بلکہ فرزند رسول حمید ابن فاطمہ کا سر ہے۔ ان لوگوں کو جب اس کی تحقیق

ہو گئی تو انہوں نے چار ہزار مسیح افراد جمع کیے جن میں اکثریت بنیادیں اور بنی خردیج سے تھی۔

جب فوج یزید کو پتہ چلا تو انہوں نے جہینہ کا راستہ ہی چھوڑ دیا اور راستہ کاٹ کر تلے اعفر کی جانب پل دیئے۔  
چودہ ہویں منزل۔

### تلے اعفر۔

جہینہ سے ناکامی کے بعد خوف و ہراس کے مارے ان لوگوں نے تلے اعفر کا راستہ اختیار کیا۔

تلے اعفر پر بھی ان کے پاؤں نہ جم سکے۔  
ایک شخص کو بطور قاصد ان لوگوں نے والی موصل کے نام پیغام دے کر بھیجا کہ ہمارے ساتھ باغیوں کے سر اور ان کے قیدی اہل بیت میں ہیں شام جانا ہے اور گھوڑوں کے لیے چارہ اور اپنے لیے کھانا چاہتے۔

علاوہ ازیں ہم ابن زیاد کے حکم سے سروں اور قیدیوں کی تشہیر بھی کرنا چاہتے ہیں۔

پندرہویں منزل۔

### موصل۔

والی موصل نے عمادین شمر کو جمع کر کے انہیں حقیقت حال سے مطلع کیا۔  
ان لوگوں نے پوچھا آپ کا کیا مشورہ ہے۔

والی نے کہا۔

میرا مشورہ کیا، ہر کتاب اگر آپ تعاون کریں تو میں کہوں گا کہ اس بد نصیبی کو ہمیں شہر میں داخل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہوں گا کہ ہمیں حکومت کا مقابلہ کرنا پڑے۔

ایک طرف اللہ کا عذاب ہے۔ نبی کو نبی کی مخالفت ہے۔ اور آل محمد کی توہین ہے۔ جب کہ دوسری طرف حکومت یزید کی مخالفت کا خطرہ ہے۔ میرا خیال ہے، ہم انہیں ان کا مطلوبہ سامان فراہم کر دیں۔ اور انہیں لکھ دیں کہ آپ کا شہر میں داخل ہونا موصل کے عوامی جذبات کے خلاف ہے، ہمیں خطرہ ہے کہیں کوئی ہنگامہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔ لہذا اب شہر سے کم سے کم تین میل قیام کر لیں۔

تمام عمائد شہر نے والی موصل کو دعائیں دیں اور اس سے ہر قسم کا تعاون کیا۔ یہ لوگ بیرون شہر موصل تین میل کے فاصلہ پر رہ گئے۔ ان ظالموں نے سرِ مظلوم کو ایک پتھر پر رکھا۔

### مشہد النقطہ :-

سرِ مظلوم سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا۔ اور پتھر پر نشان ہو گیا۔ ہر سال یوم عاشور اس پتھر سے تازہ خون ابتا تھا اور دور دراز سے لوگ یوم عاشور جمع کر سارا دن نوحہ و بکا کرتے رہتے تھے۔ عبد الملک ابن مروان کے دور تک یہ پتھر وہیں رہا۔ عبد الملک کو اس کا شکوہ کیا گیا اس نے پتھر کو وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کسی نے اس پتھر کو نہ دیکھا۔ وہاں ایک قبر بنا دیا گیا جو مشہد النقطہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہر سال بلا تفریق مذہب یوم عاشور لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں سارا دن نوحہ و بکا

کرتے ہیں اور اہباب حاجات اپنی حاجات کی منتیں مانتے ہیں۔

روضۃ الشہداء کے مطابق روم کے ایک پہاڑ میں ایک شیر نما پتھر ہے۔ جو قدرتی تخلیق ہے کسی مصوری کا شاہکار نہیں ہے ہر سال یوم عاشور اس شیر نما پتھر کی آنکھوں سے پانی کا چشمہ پھوٹتا ہے۔ جو غروب آفتاب تک رہتا ہے اطراف و نواح کے تمام لوگ یوم عاشور یہاں آتے ہیں۔ سارا دن مصروف گریہ و بکا رہتے ہیں۔

بیمار بے اولاد۔ اور دیگر صاحبان ضرورت اس شیر نما پتھر کی آنکھوں سے بہنے والا پانی جمع کر کے گھر لے جاتے ہیں۔ اللہ اس کے طفیل ان کی حاجات پوری کر دیتا ہے۔

بعض مورخین نے واقعہ موصل یوں لکھا ہے کہ۔ راوی شیعان آل محمد سے ہے اس کا بیان ہے کہ میں گھر میں بیٹھا تھا کہ یکایک بہت سا شور بلند ہوا۔ اسی شور میں آہ و بکا کی آوازیں ہی تھیں اور تالیوں اور خوشی کے نعروں کی آواز بھی تھی میں گھر سے باہر آیا اور اس شور و غل کی وجہ پوچھی مجھے بتایا گیا کہ فرزند رسول اور اس کے اجداد اقرباہ کے سر اور آل محمد کے قیدی لاتے جا رہے ہیں۔ میں تحقیق کے لیے آگے بڑھا۔ جب تصدیق ہو گئی کہ واقعاً سچ ہے اور میں نے آنکھوں سے دیکھ بھی لیا کہ نيزوں پر سر ہیں اور بے پالان کے اونٹوں پر بے مقنع و چادر مستورات ہیں تو واپس گھر چلا آیا۔ دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ جی بھر کر رویا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کتنی دیر تک روتا رہا۔ اسی عالم میں میری آنکھ لگ گئی۔ عالم خواب میں میں نے بہت سی مستورات دیکھیں جنہوں نے ایک سیاہ پوش مستورہ کا احاطہ کر رکھا تھا۔ اور بے سجا شائے ماتم کر رہی تھیں۔ وہ سیاہ پوش مستورہ اس مکان میں داخل ہوئی جس میں



سر رکھے گئے تھے۔

اس بی بی کے دانتیں کندھے پر بسز اور باتیں کندھے پر بھٹی ہوئی سرخ قمیض  
تھی اس نے آگے بڑھ کر سرِ مظلوم کو بلا اٹھایا۔ اور اسے سینہ سے لگایا اور  
فرمایا۔

یا ولد یٰ حسیٰ  
من قتلک ودا فجعی  
بک۔

میرے حسین بیٹے تجھ کو کس نے  
شہید کر کے مجھے درد رسیدہ  
کیا ہے۔

یا ولد یٰ من غسل  
نحوک بد مائلک۔  
پھر اس مستور نے سرِ مظلوم سے چپکنے والے خون سے اپنی پیشانی کو رنگین کیا  
میں نے ایک عورت سے سوال کیا۔

یہ مستور کون ہے ؟

اس نے کہا۔ تو نہیں پہچان رہا۔ یہ دخترِ رسولؐ اور مادرِ حسینؑ زہراؑ ہے۔  
(مترجم۔ یہ بعید نہیں ہے۔ اور نہ ہی سابقہ واقعہ سے متصادم ہے کیوں کہ  
ممکن ہے اس محب آلِ محمدؐ نے یہ شور و غل اس وقت سنا ہو جب یہ افواہ تھی کہ  
سرہائے شہداء اور امیران آلِ محمدؐ کو شہرِ مصل میں لایا جا رہا ہے۔ اور وہ تصدیق  
کے لیے باہر نکلا ہو۔ تصدیق کے بعد اس نے یہ سب کچھ عالمِ خواب میں ہی  
دیکھا ہو۔

سولہویں منزل :-

نصیبین :-

موسل میں رات گزارنے کے بعد یہ لوگ نصیبین آئے والی نصیبین مقصود ابن ایساں تھا اسے بھی پہلے یہ لوگ خط لکھ چکے تھے اس نے ان کی ہدایت کے مطابق شہر کو راستہ کیا۔

جب شہر ہاتے شہداء اور امیران آل محمد اس شہر کے بازار میں داخل ہوئے اس شہر کی مستورات نے چمتوں پر چڑھ کر سبکداری کی بنت زہرا نے اپنے بندے ہاتھوں کو بند کر کے عرض کیا بارالہا آل محمد کی اس توہین کو اس شہر والوں کے لیے عہت بنا دے۔

اس دعا کے بعد آسمان سے بجلی گری جس سے آدھا شہر جل کر راکھ بن گیا جو لوگ آل محمد کے قتل اور قید پر خوشیاں منا رہے تھے بجلی گرنے کے بعد انہیں اپنی تباہی اور اپنے جل کر راکھ ہوجانے والوں پر گریہ سے فرصت نہ مل سکی۔ اور دوسروں کے لیے بھی درسی عبرت ہی گئے۔

اب یزیدی فوج کے لیے اس شہر میں کچھ نہ رہ گیا تھا۔ یہ خود ڈر گئے اور وہاں سے جلد از جلد نکلنے کی کوشش کی۔ اور قریۃ الاخوین کے والی سلیمان ابن یوسف کو پیغام بھیجا۔

سترہویں منزل :-

قریۃ الاخوین :- قاصدوں کے مطابق یہ شہر سلیمان اور اس کے بھائی کا تعمیر کردہ

تھا۔ اسی شہر کے دو دروازے تھے ایک سلیمان کے نام سے اور دوسرا اس کے  
بھائی کے نام سے معروف تھا۔ دونوں بھائی یکے پر یکے تھے۔ سلیمان کا بھائی جنگ  
صفین میں حضرت علی کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا۔ اس وقت اس کا والی سلیمان تھا  
لیکن دوسرا حصہ اس کے بھتیجے کے پاس تھا۔ ان لوگوں نے بھی اپنی طرف سے شہر  
کو خوب سجایا۔ لیکن ان میں یہ جھگڑا ہو گیا کہ سروں اور قیدیوں کو کس دروازہ سے  
گزارا جائے۔ سلیمان کا مطالبہ تھا کہ میرے دروازہ سے گزارا جائے اور اس کا بھتیجا  
پا بھتا تھا کہ میرے دروازہ سے گزارا جائے ابھی ان کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ تانہ لگیا  
اس جھگڑے نے طویل پکڑ لیا۔ دونوں طرف سے لوہاں نکل آئیں تیغ چلنے لگے نتیجہ یہ  
ہوا کہ سلیمان خود واصل جہنم ہو گیا۔ یزیدیوں نے جب یہ حال دیکھا تو شہر میں داخل ہوئے  
بغیر ہی آگے بڑھ گئے۔  
اٹھارویں منزل :-

آمد :-

نصیبین کے بعد آمد میں آئے۔ مورخین کو اس منزل کے سلسلہ میں کوئی تفصیل  
نہیں ملی تھی۔  
انیسویں منزل :-

عین الورد :-

آمد کے بعد عین الورد آئے۔ اس جگہ بھی مورخین کو کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں

مل سکا۔

میسویں منزل :-

## میانارتین :-

یہ شہر میانامی ایک عورت کا تعمیر کردہ تھا اور اسی کے نام سے معروف ہے  
چونکہ سابقاً قافلہ سالاروں کو کہیں اطمینان نہ مل سکتا تھا۔ ہر جگہ خطرات تھے یہاں انہیں  
کافی تحفظ میسر آگیا تھا۔ اس لیے ان لوگوں نے سواریوں اور اپنی تحکیم دور کرنے کی خاطر  
دس دن قیام کیا۔

اکیسویں منزل :-

## دوغان :-

میانارتین سے چل کر انہوں نے دریا سے فرات عبور کیا اور دوغان آئے۔  
بائیسویں منزل :-

## راس عین :-

دوغان سے آگے بڑھ کر راس عین میں آئے۔ یہاں بھی مختصر قیام کیا ان لوگوں  
نے یزیدوں کا پر جوش استقبال کیا۔ استقبال میں فتح و مسرت کا ہر سامان بھی موجود  
تھا۔ باب الاربعین سے داخل ہوئے اور دوسرے دروازہ سے نکل کر حلب  
کا طرف بڑھ گئے

ۛ

تیسری منزل :-

حلب :-

والی حلب کو پہلے مطلع کیا جا چکا تھا۔ جب یہ تائفہ حلب پہنچا تو شہر کو پہلے سے آراستہ کیا جا چکا تھا۔ ہر جگہ جشنِ مسرت میں طبل بجا رہے تھے۔ اور قس و سرود کی محفلیں گرم تھیں۔ یزیدی خوش تھے۔ لیکن مہمانِ آلِ محمد اپنے گروں میں صف ماتم بچا کر بیٹھے تھے۔

حلب میں ان لوگوں نے کافی وقت کے لیے قیام کیا۔ چاشت کے وقت سے لے کر عصر تک ایک چوک پر سرِ مظلوم نہرِ اُکائیزہ نصب رہا۔ تماشبین تماشبہ بھی دیکھتے تھے اور خوشی سے فغ یزید کے لڑے بھی لگاتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو بتاتے تھے۔

دیکھو یہ اس باغی کا سر ہے جس نے یزید کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تھا۔ اور یہ اس کے اللہم ہیں۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق حلب کا یہ چوک جس میں سرِ مظلوم کو نصب کیا گیا تھا آج بھی فضلے حاجات کے لیے معروف ہے بڑے بڑے درو رسیدہ اس چوک میں آکر طلبِ حاجت کرتے ہیں اور ذاتِ احیث اس مقام کی برکت سے ان کی حاجت برآی فرماتی ہے۔

پتھر سے سیریں منزل :-

معمورہ :-

بیرون حلب ایک پہاڑ کے دامن میں یہ شہر تھا۔ انتہائی آباد اور خوش حال  
تھے۔ اہل کے تمام باشندے یہودی تھے۔  
معمورہ کا حکمران عزیز تھا۔

## واقعہ شیریں

روضۃ الشہداء کے مطابق جب جناب شہر بانو مظلومہ کربلا کی زوجیت میں آئی  
تھیں تو اس مخدومہ کے ساتھ ایک سو کینزری تھیں۔ چالیس کینزریں کو تو اس مخدومہ  
نے زوجیت مظلومہ کربلا میں آنے کی خوشی میں اسی دن آزاد کر دیا تھا۔ بقیہ ساتھ میں  
سے پچاس کو اس مخدومہ نے کسی نہ کسی موقع پر آزاد کر دیا۔ دس کینزریں بچ رہی تھیں ان  
میں سے شیریں اسماعیلی حسین خوش خلق اور دانا تھی۔ ایک دن مظلومہ کربلا اور جناب شہر  
بانو اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے کہ شیریں کسی کام سے کمرہ میں آئی، فرزند رسول نے شیریں  
کے حسن اور عقل کی تعریف فرمائی۔

جناب شہر بانو نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ فرزند رسول کو شاید شیریں پسند

ہے۔

بی بی نے عرض کیا۔ حضور اگر قبول فرماتیں تو میں شیریں آپ کو بھرتی کرتی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

شہر بانو اللہ آپ کو جزائے خیر دے میں آپ کا یہ بہہ قبول کرتا ہوں اور اسے  
فی سبیل اللہ آزاد کرتا ہوں۔ جناب شہر بانو اٹھیں اسی وقت ایک انتہائی قیمتی خلعت  
شیریں کو عنایت کی۔

جناب سید اللہ انہ نے فرمایا۔ شہر بانو قیل ازیں تھے نہ کینر آزاد کی ہے  
کسی کو اتنی قیمتی خلعت سے نہیں نوازا اس شیریں میں کون سی خصوصیت ہے۔

بابی نے عرض کیا۔

میرے آٹا امیر کا گاہ میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے اور میرے خیال میں میں  
نے ابھی تک شیریں کا سختی ادا نہیں کیا۔ مجھے تو اس سے بھی زیادہ کچھ ہی کرنا  
پا بیے تھا۔

مظلوم کربلا نے فرمایا وہ کیسے؟

بابی نے عرض کیا۔ نہ کینر میں نے آزاد کی تھی اور میں آپ کی ایک کینر  
ہوں۔ جب کہ شیریں کو آپ نے آزاد کیا ہے۔ اگرچہ شیریں میرے ہم پلہ نہیں کیونکہ  
میں آپ کے والد محترم امیر المومنین کی آزاد کردہ ہوں۔ لیکن شیریں کو میں آپ سے  
کم بھی نہیں سمجھتی کیونکہ شیریں فرزند نبی اور نہرا کی آزاد کردہ ہے۔

مظلوم کربلا نے جناب شہر بانو کا شکریہ ادا کیا۔

شیریں یہ سب کچھ کھڑی سن رہی تھی۔ جب آزاد بھی ہو گئی اور اس خلعت  
بھی مل گئی۔ اپنے دونوں آقاؤں کی باتیں بھی سن لیں۔ فوراً آگے بڑھی اور جناب  
سید اللہ انہ کے قدموں میں بیٹھ کر عرض کیا۔

میرے آٹا، امیر سے پاس وہ زبان ہے جس سے میں آپ کا یا اپنی محذورہ کا شکریہ

ادا کروں۔ اور نہ ہی میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن سے شکریہ ادا کروں۔ میں تو پہلے بھی انہی مخدومہ کے کسی ایک احسان کا بدلہ ادا نہیں کر سکتی اور پھر میری کینز کی زندگی کا یہ آخری احسان جو انہوں نے مجھ پر فرمایا ہے کہ مجھے عتیقہ الحسیقہ عتیقہ فرزند نہ برباد دیا ہے۔ اس احسان کا بدلہ تو میری نسلیں بھی ادا کرنا چاہیں تو قیامت ادا نہ ہو سکے۔

وہ کون کینز ہے جو میرے ساتھ آئی تھیں آج کے بعد میرا مقابلہ کر سکے میں اپنے اس شکریہ کی ادائیگی کی خاطر آپ دونوں سے ایک درخواست کروں گی اگر قبول فرمائیں۔

مظلوم کر بلا اور جناب شہر باز دونوں نے بیک وقت فرمایا۔ شیرین آج جو چیز مانگنا چاہے مانگ لے۔

(ممکن ہے شیرین نے یہاں یہ وضاحت چاہی ہو کہ آج جو مانگوں تو مل جاتے گا اور کل نہیں ملے گا۔ اور جواب میں جناب مظلوم کر بلا نے فرمایا ہو۔ شیرین وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ ہر ایک وقت ایک جیسا نہیں رہتا۔ آج ہم آباد میں ہو سکتا ہے کل ایسا نہ ہو۔ مترجم)

شیرین نے عرض کیا۔

قبلہ صرف یہی کچھ مانگتی ہوں کہ آج چمک تو مٹنے آپ کی اور انہی مخدومہ کی خدمت کینز بن کر خدمت کی ہے اور آج کے بعد میں آزاد ہو کر آپ کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ اور آپ دونوں مجھ سے سلوک اس طرح کریں گے جس طرح زمانہ کینز میں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ مجھے آزادی کی نسبت آپ کی کینز میں جھگڑا اور عزت کا احساں ہوتا ہے وہ آزادی میں نہیں ہوتا۔



مظلوم کو بلانے فرمایا۔

شیرین بیسے تیری مرضی۔

جب جناب سجاد کی ولادت کے بعد جناب شہر بان کی وفات ہوئی تو شیرین ایک مرتبہ پھر دوسرے غم میں مبتلا ہو گئی۔ ایک طرف اپنی محرومی سے فراق کا غم اور دوسری طرف یہ غم کہ کہیں مظلوم کو بلا کسی سے میری شادی کر کے اس گھر سے باہر جانے کا حکم نہ دیں۔ چنانچہ۔

شیرین نے اپنے کو جناب سجاد کی خدمت میں محروم کر دیا۔ ہر وقت جناب سجاد اور ثنائیہ زہرا کی خدمت میں مصروف رہنے لگی جب امام حسین کو بلا آئے تو شیرین آپ کے ساتھ ہی تھی۔

چونکہ یزیدی مسلمان کینیزان اہل بیت سے امتیازی سلوک کرتے تھے۔ مثلاً بنات زہرا کو رکن بستہ کرتے تھے لیکن کینیزوں کو آزاد رکھتے تھے۔ جس سے ان کا مصروف اور صرف ایک مقصد تھا اور وہ یہ کہ۔

رسول زادیاں جب اپنے کو اپنی کینیزوں میں رکن بستہ دیکھیں گی تو ان کے غم و اندوہ اور درودِ دل میں اور اضافہ ہو گا۔

اس لیے جب تافلا میران آل محمد طلب سے چل کر معمرہ پہنچا تو شیرین نے دختر زہرا کی خدمت میں عرض کیا۔

بی بی اگر آپ اجازت دیں تو میں معمرہ میں جا کر اپنی ایک سہیلی سے مل کر کچھ چادریں لے آؤں۔

ثنائیت زہرا نے فرمایا۔ شیرین تجھے معلوم ہے کہ تو آزاد ہے۔ تجھے مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔

شیرین کا آنکھوں میں آنسو آگئے۔

اور عرض کیا۔ بی بی میں نے کبھی اپنے آپ کو آزاد نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھنا چاہتی ہوں۔ مجھے آزادی کی نہیں آپ کی کینیزی کی ضرورت ہے اور اسی میں میرا فخر اور عزت ہے۔

شانہ زہرا نے فرمایا۔

اگر تجھے امید ہے تو جا۔ ممکن ہے میرے نانا کی امت کو شرم آجائے اور تیری لاتی ہوتی چادر میں ہم سے نہ چھپنے۔

چو کوکرات کا تھالی صحنہ گر چکا تھا۔ تمام سپاہی نشہ شراب میں دھت خراٹے لے رہے تھے۔ جو دو ایک پرہ کی خاطر جاگ رہے تھے وہ بھی ادھر رہے تھے اس لیے شیرین سے کسی نے نہیں پوچھا کہ کہاں جا رہی ہے شیرین جب معمورہ کے دروازہ پر آئی تو دیکھا دروازہ بند تھا۔

شیرین نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

اندر سے کسی نے نام لے کر پوچھا۔ کیا شیرین ہے۔

شیرین نے کہا۔ ہاں شیرین ہوں۔

دروازہ کھلا۔ شیرین اندر گئی تو معمورہ کا فانی عزیز خود دروازہ پر موجود تھا۔ شیرین انہیں پہچانتی تھی کہ یہ والی معمورہ ہے شیرین نے اپنی سیٹی کے گھر کا پتہ پوچھا۔

عزیز نے کہا۔ شیرین میں اس شہر کا والی عزیز ہوں۔

شیرین نے کہا۔

ہیسی کے گھر بھی مجھے جانا ہے۔ لیکن مجھے آپ سے بھی ایک سوال کرنا ہے

کہ نہ تو آپ نے مجھے کبھی دیکھا ہے اور نہ آپ میرے واقف ہیں۔ پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں خیرین ہوں اور دروازہ کے اندر سے آپ نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ میں خیرین ہی دروازہ پر ہوں۔

عزیز نے کہا۔ آپ اندر تشریف لائیں۔ میرے گھر چلیں۔ میں آپ کو آرام سے بیٹھ کر بتاتا ہوں کہ مجھے کیسے پتہ چلا ہے۔ عزیز خیرین کو اپنے گھر لایا۔ اور اسے بتایا کہ۔

ابھی ابھی میں سو رہا تھا۔ عالم خواب میں میں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ اور جناب ہارون کو دیکھا ہے۔ ان کے گریبان چاک تھے۔ دونوں کے سروں میں خاک تھی اور ان کی آنکھیں بند رہی تھیں۔

میں نے عرض کیا۔

میرے آنا آخر کیا ماجرا ہے اور آپ کیوں غمزدہ ہیں؟

جناب موسیٰ نے فرمایا۔

اے عزیز کیا تو اتنا بے خبر ہے۔ ہمارے اور آپ کے نبی محمدؐ کا فرزند میدان کر بلا میں تین دن کا بھوکا اور پیاسا شنید کر دیا گیا ہے۔ تیرے شہر کے باہر دامن کوہ میں اس کا اس کے اجداد اور اتر با کے سردار محمدؐ زادیوں کا قیدی قافلہ آج رات گزار رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میرے آنا کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ محمدؐ واقعاً

برحق نبی تھا؟

جناب موسیٰ نے فرمایا۔ ہم نہ صرف محمدؐ کے نبی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ بلکہ سمجھے یہ بتا دیں کہ وہ قائم الانبیاء ہیں اور امت نے ہم سے اس کی نبرد کا اقرار کئے کر ہی

منصب نبوت عطا کیا تھا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ عیسیٰ سے آدم تک ہم تمام گروہ انبیاء ہر اس شخص سے بری ہیں جو نبوت محمدؐ کا قائل نہ ہو۔  
میں نے عرض کیا۔

میرے آقا آپ کو معلوم ہے کہ معمور کی تمام آبادی آپ کو نبی مانتی ہے اور ہم تمام یہودی کہلاتے ہیں۔

آپ نے مجھے تبتا دیا ہے اور مجھے یقین بھی آ گیا ہے لیکن میں دوسروں کو کیسے یقین دلاؤں گا اور میرے پاس میرے اس واقعہ کی صداقت کی یہ کون سی علامات ہوگی۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

تجھے دو نشانیاں میں بتاتا ہوں۔ ایک نشانی تو تمہارا دیکھے گا اور دوسری میں اپنے علماء کو شریک کر سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ وہ کون سی نشانیاں ہیں۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

تو بھی اٹھ جا۔ شہر پناہ کے دروازہ پر جا وہاں ایک عورت دروازہ کھٹکھٹائے گی اس کا نام شیرین ہے وہ اپنی ایک ہسیلی سے دختران زہرا کی خاطر کچھ چادریں مانگنے آئی ہے۔

وہ مستقبل میں تیری ہونے والی بیوی ہوگی۔

اور دوسری نشانی یہ ہے کہ تو اپنے علماء کو ساتھ لے کر سر فرزند رسول کے پاس جا کر انہیں میرا اور ہارون کا سلام پہنچا دینا وہ سر تجھے جواب دے گا۔

یہ ہے وہ وجہ کہ میں نے تیرا نام لیا ہے چونکہ مجھے یقین تھا کہ میرا خواب

سچا ہے اس لیے کسی جھجک کے بغیر میں نے تیرا نام لے کر سوال کیا ہے۔ اور دروازہ کھولا ہے۔

اب تو چل طلوع صبح کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے میں خود آؤں گا اور بات زہرا کے لیے چادریں بھی لاؤں گا۔ اور سر فرزند رسول کو حضرت موسیٰ و ہارون کا سلام عرض کر کے اسلام بھی قبول کروں گا

شیرین واپس آگئی۔ اور تمام واقعہ ثانیہ زہرا کو سنایا۔

طلوع صبح کے بعد عزیز کچھ رقم اور چادریں لے کر آیا۔ سالار تافلہ شعر کو اس نے رقم دی پھر شیرین کو کو بلا کر اسے چادریں دیں۔ اس کے بعد سر فرزند زہرا کے پاس آکر حضرت موسیٰ و ہارون کا سلام عرض کیا۔

سر غریب زہرا نے سلام کا جواب دیا۔ جناب سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام قبول کیا۔ اور آپ سے شیرین کی خواہش کی ثانیہ زہرا نے شیرین کو نہ صرف اجازت دی بلکہ حکم دیا کہ تو اب ہمیں رہ جائیگا سفر ختم ہو گیا ہے۔

بہتے آنسوؤں سے شیرین نے ایک ایک زہرا آزادی سے الوداع کی۔ جناب سجاد نے عزیز کا شیرین سے نکاح پڑھا اور شیرین معمرہ کی شاہزادی بن کر معمرہ ہی میں رہ گئی۔ ان ظالموں نے معمرہ سے رو آگئی کے بعد نبی زادوں سے عزیز کی دی ہوئی چادریں پھر چھین لیں۔

### راہ شام میں چند واقعات :-

یہ ایسے واقعات ہیں جن کے متعلق مورخین نے کوئی تعین نہیں کیا کہ کس کس منزل پر پیش آتے ہیں۔

تعیینی منازل دیے بھی انتہائی مشکل ہے کیونکہ جو ظالم تھے وہی مورخ تھے۔

اور ان کی طرف سے یہ تعین نہ صرف مشکل تھی۔ بلکہ ناممکن تھی۔ جہاں تک اصل واقعات کا تعلق ہے تو چونکہ انہیں منظر عام پر آنا تھا۔ اس لیے قدرت نے ان کا انتظام اس طرح فرما دیا کہ۔

اموی پردہ پوشی کے باوجود ان واقعات کے چشم دید گواہوں نے کسی نہ کسی کے سامنے یہ واقعات سنا دیئے۔

ہم ان واقعات کو ایک جگہ لکھ رہے ہیں۔ اس لیے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ واقعہ ایک ہے اور راوی مختلف ہیں بلکہ ہر واقعہ علیحدہ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اور ممکن ہے ہر منزل پر کوئی نہ کوئی اس قسم کا واقعہ پیش کیا ہو۔ لیکن بعض اوقات اموی حکومت کے دسترخوان پر پہنے والوں کے ہمتے چڑھ گئے ہوں اور انہوں نے ان واقعات کو چھپا لیا ہو۔

اور جو واقعات غیر جانبدار افراد کے سامنے آئے ہوں انہوں نے ان کو محفوظ کر لیا ہو۔

کنز الدیر کی یہ شہمی سے مروی ہے کہ ایک سال ایام حج میں فدران طواف ایک شخص کو میں نے دیکھا اس نے غلاف کعبہ ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔

بارا لہا! مجھے معاف کر دے۔

لیکن مجھے امید نہیں کہ تو معاف کرے۔

میں نے اس سے پوچھا۔

بندہ خدا یہ غلاف کعبہ ہے کچھ سوچ کر کہہ۔

وہ کہنے لگا۔ میں سوچ کر ہی تو کہہ رہی ہوں۔

میں نے کہا۔

اتنا کونسا بڑا جرم کیا ہے کہ تجھ کو میز بخشش نہیں۔

اس نے بتایا کہ میں ان پچاس افراد سے ایک تھا جو کوفہ سے شام تک سرخریب نہر اکوڑے جانے پر معذور تھے جس کے گرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ ایک ہم سر شام شراب پی کر سو گئے میں نے عالم خواب میں ایک بادل دیکھا وہ بادل زمین پر اترا اس پر حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ باہر نکلے

پھر ایک دوسرا بادل اترا اس میں سے جہنم خاتم الانبیاء باہر آئے۔ وہ تمام اس صندوق کے گرد بیٹھ گئے جس میں فرزند رسول کا سر تھا تمام کسانبیاء کے گریبان چاک تھے۔ ان کے سر خاک آلودہ تھے۔ کافی دیر تک معروف و نوحہ و بکا رہے۔

پھر میں نے ملک الموت کو دیکھا وہ ہمارے قریب آیا اور باری باری ایک ایک کی روح قبض کرنے لگا۔ جب میرے انچاس ساتھیوں کی روح قبض کر چکا اور میری طرف متوجہ ہوا تو میں نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ الامان	پناہ اسے رسول کو نہیں پناہ۔
الامان واللہ ما	بجدا وہ نہ تو ان کے ساتھ شریک
شایعت فی قتل ولا	قتل تھا اور نہ ان کے اس فعل
رضیت بہ۔	پر راضی ہوں۔

آپ نے فرمایا ماشاء اللہ تجھے رو کر ہے جو کچھ میری فریت کے ساتھ ہوتا رہا تو اسے دیکھتا تو رہا؟

میں نے عرض کیا ۔

ہاں قبلہ یہ جرم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے ۔

آپ نے ملک الموت سے فرمایا ۔

اسے چھوڑ دے آخر ایک دن اسے مرنا ہی تو ہے ۔ اور دوسروں کو مطلع

بھی کرنا ہے ۔

چنانچہ ملک الموت نے مجھے چھوڑ دیا ۔

صبح کو اٹھ کر میں نے تمام سپاہیوں کو یہ واقعہ سنایا ۔ اور وہاں سے بھاگ

کر یہاں آ گیا ۔

سرکار علامہ ابن طاووس نے اس سلسلہ سند سے شنبی سے روایت کی ہے کہ مجھے الولید نے بتایا ہے کہ میں طواف بیت اللہ میں مصروف تھا کہ ایک شخص کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ ہاتھ میں لے رکھا تھا اور کہہ رہا تھا ۔ اے اللہ مجھے معاف فرما دے لیکن مجھے نظر نہیں آتا کہ تو معاف کرے ۔

میں نے اس سے کہا بندہ خدا اللہ سے ڈر اور اس طرح نہ کہہ اگر تیرے گناہ فرات ریگ ۔ قطرات باران اور برگ ہائے اشجار کی مانند ہوتے پھر تو اس جگہ اللہ سے معافی مانگتا تو اللہ تجھے یقیناً معاف کر دیتا ۔ کیوں کہ اللہ غفور اور رحیم ہے ۔

اس نے کہا ۔

ممکن ہے میرے گناہ اس سے بھی زیادہ ہوں ۔

میں نے کہا ۔

آخر بات کیا ہے ترا تا کیوں مایوس ہے ؟



اس نے کہا۔ اگر آپ اتنا ہی اصرار کرتے ہیں تو آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ میں نے کیا کیا ہے۔

میں ان پچاس بد نصیبوں میں ایک تھا جنہیں کوفہ سے شام تک سرِ مظلوم کی نگرانی سونپی گئی تھی۔ ہمارا معمول تھا ہر شام کو ہم سرِ مظلوم نیزہ سے اتار کر صندوق میں مقفل کر دیتے تھے۔ اور صندوق کے ارد گرد بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے۔ ایک رات میرے تمام ساتھیوں نے شراب پی لی۔ لیکن اتفاقاً میرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے شراب نہ پی۔ میرے تمام ساتھ ساتھ ہی نشہ شراب میں مدھوش ہو گئے۔ چونکہ میں اپنے حواس میں تھا۔ اس لیے کافی رات گزرنے کے بعد میں نے پہلے بادل کی گرج پھر بجلی کی کوٹک سنی۔ پھر بجلی کی چمک ہوئی جس میں مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہوں اور ان دروازوں سے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور خاتم الانبیاءؑ ایک ایک کر کے زمین پر اترنے لگے۔ ان کے ساتھ جبریلؑ اور دیگر بہت سے ملائکہ بھی تھے۔ وہ اسی جگہ اترے جہاں میں اور میرے ساتھی تھے۔ جبریلؑ نے آگے بڑھ کر صندوق سے سرِ مظلوم نکالا۔ سینہ سے لگایا۔ بوسہ دیا اس نے حضرت آدمؑ کو دیا۔ اسی طرح تمام انبیاءؑ نے یکے بعد دیگرے سرِ مظلوم کو بوسہ دینے سے روئے انبیاء کو تمام انبیاء نے رورو کو بوسہ دیا۔

جبریلؑ نے عرض کیا۔

بقدر اللہ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ فرمائیں تو میں ان تمام ملائین کو خواہ جہاں کہیں ہوں تباہ و برباد کر دوں۔

حضرت خاتم الانبیاءؑ نے فرمایا۔ نہیں جبریلؑ! میں یومِ محشر ان لوگوں کو دربارِ خالق

میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد ملائکہ ہماری طرف آئے اور میں نے عرض کیا۔  
الایمان الایمان یا رسول اللہ۔

آپ نے فرمایا۔ جی اللہ تجھے معاف نہ کرے دنیا میں تجھے اماں دیتا ہوں۔  
جب صبح کو میں اٹھا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا تمام کے تمام جل کر  
راکھ ہو چکے تھے۔

ایک روایت کے مطابق تائبین حسینؑ میں سے ہر ایک کے ہاتھ بھی خشک  
ہو گئے تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔  
میں بھلی کی کٹک کی آواز سنی۔ اور کسی نے کہا کہ نبی کریمؐ تشریف لارہے ہیں  
میں نے گھوڑوں کی ہڈیاں اور اسلحہ کی کھٹک کی آواز بھی سنی۔ میں نے دیکھا تو  
آنحضورؐ کے ساتھ ملائکہ کی ایک قطار بھی تھی۔ میں نے جب کسی سے پوچھا تو مجھے  
بتایا کہ۔ جبریل میکائیل۔ اسرافیل اور دیگر ملائکہ رو بہین ہیں۔ آنحضورؐ نے سر کو اٹھایا  
تمام ملائکہ اور انبیاء سے اپنے بیٹے کی منظوری بیان کر کے اپنی امت کا شکوہ کیا۔  
(اس کے بعد وہی واقعہ ہے جو سابقہ عرض کیا جا چکا ہے۔ مترجم)

امام بخاری نے یہ واقعہ ذرا اور طرح سے روایت کیا ہے اس لیے مناسب ہوگا  
اگر تمہاری رائے میں پیش کر دیا جائے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھے اہل الحق نے بیان کیا ہے کہ سپاس افراد ہر امت  
سے مظلوم کو بلا کی حفاظت کرتے تھے۔

ایک رات میں بھی ان میں سے قہار میرے دیگر ساتھی تو ہو گئے لیکن مجھے نیند

نہیں آ رہی تھی۔ میں نے آسمان سے ایک ایسی ہولناک آواز سنی جس سے میں ہلکا رہ گیا۔ اسی آواز کے بعد میں نے ایک شخص کو آسمان سے اترتے دیکھا اس کا رنگ گندمی اور لباس سفید تھا۔ وہ اسی جگہ آیا جہاں سر مغرب کا صندوق رکھا ہوا تھا اس نے صندوق کھول کر سر نکالا میں اٹھا تاکہ اس سے سر لے لوں۔ وہ سر کو بوسے دے کر رہا تھا۔ جب میں دو قدم اس کی طرف چلا تو ایک ہاتھ مٹھی نے کہا: خبردار آگے نہ بڑھنا اور نہ سر لیتا حضرت آدم سر کو سینہ سے لگاتے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نوح آئے۔ پھر حضرت ابراہیم آئے۔ پھر جناب اسحاق آئے پھر جناب خاتم الانبیاء آئے ان کے بعد جناب حمزہ۔ ان کے بعد حضرت علیؑ پھر امام حسنؑ پھر جعفر طیار۔ ان تمام کے گریبان چاک تھے سر میں خاک تھی۔ اور ان سب پر تھے ہر ایک نے باری باری سر کو اٹھایا سینہ سے لگایا۔ اس کا لہر لیا اور انھیں حضور کو پوسہ دیا۔ اتنے میں آسمان سے ایک عظیم ابلیشہ فرشتہ نازل ہوا جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں آگ کا گرز تھا۔ اس نے میرے سوتے ہوئے ساتھیوں میں سے ایک ایک کے آتشیں گرز مارنا شروع کیا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں چیخا۔

بجائیں ان کے ساتھ آئے پر راضی نہ تھا۔ ان کو کون نے مجھے مجبور کیا ہے انھیں نے اس فرشتہ سے فرمایا۔

اسے صرف ایک طمانچہ لگا کر چھوڑ دے تاکہ صبح دوسروں کو بتانے کے لیے بھی کوئی پہنچ جاتے۔

چنانچہ اس فرشتہ نے میرے دائیں رخسار پر طمانچہ مارا۔ جس سے میرا وہ رخ سیاہ کو نہ ہو گیا۔ میں بے ہوش ہو کر گر گیا جب مجھے ہوش آیا تو وہ خراب میرے ذہن میں تھا میں اٹھا اپنے ارد گرد دیکھا تو میرے تمام ساتھی راکھ کے ڈھیروں میں تبدیل ہو

چکے تھے۔ صندوق ویسے کا دیا مقفل تھا۔

اس واقعہ کی اطلاع میں نے شمر کو دی اس نے مجھے حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا۔

مؤلف:-

یہ وہی ابو الحنفیہ ہے جس نے میدان کربلا میں امام مظلوم کی پیشانی پر سہ شعبہ

تیرا مارا تھا۔

پچیسویں منزل:-

دیر نصاریٰ:-

فراح حسینیہ میں ابو سعید شامی سے مروی ہے کہ میں ان افراد میں سے تھا جو سر مظلوم کربلا کے نگران تھے۔

معمورہ کے بعد جب دیر نصاریٰ پر پہنچے تو ہمیں اطلاع ملی کہ نصر خراسانی نے کچھ لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ سراسر شہداء اور اسیران آل محمد چھیننا چاہتا ہے چنانچہ ہم نے باہمی مشورہ سے وہ رات اسی دیر نصاریٰ میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ گرما کا دواڑہ بند ہو چکا تھا۔

شمر نے باہر سے آواز بلند کیا اہل الدیر کہہ کر پکارا۔ گر جا کا بڑا پارہی گر جا کی چھت پر آیا۔

اور پرسے جھانک کر اس نے پوچھا۔

تم کون ہو؟

اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟

شمر نے کہا:- ہم ان زیادہ کے سپاہی ہیں۔ اور کوفہ سے شام جا رہے ہیں۔

پادری نے کہا۔

کس لیے جارہے ہو؟

شمر نے کہا۔ ایک شخص نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد نے عراق میں اسے قتل کیا ہے ہم اس باغی اس کے انصار کے سر اور باغی کے الحرم کو امیر کر کے یزید کے پاس لے جارہے ہیں۔

جب پادری نے سر مظلوم کو دیکھا تو اسے آپ کی زخمی پیشانی سے آسمان تک مسلسل نور کی ایک کرن نظر آتی۔ وہ دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اور کہنے لگا تمہارا لشکر بہت زیادہ ہے۔ اور ہمارا اگر جاچھوٹا ہے تم یہیں باہر رات گزار لو۔

شمر نے کہا۔

رات تو ہم باہر گزاریتے لیکن ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس باغی کے کچھ معاون ہم سے ہمارے مقتولین اور قیدی چھیننا چاہتے ہیں اس لیے ہمیں بھی گرجا میں پناہ چاہیے۔

پادری نے کہا۔ ٹھیک ہے اگر تمہیں اعتبار ہے تو ہمارے مقتولین اور قیدی گرجا کے اندر بھیج دو۔ صبح کو لے لینا۔ اور تم بے فکر ہو کر گرجا سے باہر ہی رات گزار لو۔

اس سے آگے اس پادری کا بیان ہے کہ۔

میں اس سر کو دیکھ کر متاثر اور مرعوب تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ جب ان لوگوں نے سر کو صندوق میں مقفل کر کے میرے حوالہ کیا تو نے میں نے دل میں یہ سوچا کہ یہ سر کسی باغی کا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی یہ معزز مستورات جنہوں نے چادر دن کی عدم موجودگی میں بالوں سے منہ چھپا رکھے ہیں باغی ہو سکتی ہیں۔ میں نے ان مستورات کو مع خجاب سجاد

کے ایک مناسب مکان دیا۔ دیگر سردوں کو علیحدہ کمرہ میں رکھا اور سرغریب کو گریبا سے متصل اپنے حجرہ کے قریب ایک تنہا حجرہ میں رکھا۔

میں نے دیکھا جس کمرہ میں میں نے سرغریب زہرا رکھا تھا وہ تمام کمرہ اس طرح منور ہو گیا جیسے اسی میں ہزار شمعیں جل رہی ہوں۔ میں اسی عالم حیرت میں تھا کہ مجھے محسوس ہوا جیسے کمرہ کی چھت میں ٹنگا ہوا ہے۔ اور کوئی چیز کمرہ میں آئی ہے۔ میں اس کمرہ کی چھت پر گیا۔ روشندان سے دیکھا تو نوکیلی ایک عمارت تھی۔ جس سے کچھ سیاہ پوش مستورات نکل رہی تھیں۔ میں نے ہاتھ نیچی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا سر جھکا کر آنکھیں بند کر دو رسولِ عالمین کی بیٹی اپنے مظلوم بیٹے کے پاس آ رہی ہے یہ سگھیری آنکھیں از خود بند ہو گئیں پھر مجھے صرف آواز سنائی دے رہی تھی نظر کچھ نہیں آتا تھا۔ پھر اسی ہاتھ نیچی کی آواز آئی۔

اب مادرِ نبی آدمِ جنابِ حواء سرغریب کو سینہ سے لگا کر بوسہ دے رہی ہیں اور دفترِ محمد مصطفیٰ کو پر بوسہ دے رہی ہے۔

اب صفیہ بنت عبد المطلب اپنے نواسے کے سر کو بوسے دے کر بنتِ خاتم الانبیاء کو پر بوسہ دے رہی ہے۔

اب سارہ زوجہ خلیل اللہ اپنے بیٹے کو گلے لگا کر مظلومۃ الامۃ ام حسین کو پر بوسہ دے رہی ہے۔

اب راحلہ مادرِ یوسف کے پاس سر مظلوم کر بلا ہے۔

اب باجرہ مادرِ اسماعیل نے سر غریب کو دامن لے رکھا ہے۔

اب یوسفِ بامِ موسیٰ نے مظلوم زہرا کے سر کو جھولی میں لے رکھا ہے۔

اب آسیہ زوجہ فرعون کے پاس سر حسین ہے۔

اب ام المومنین قدس سرہ العالی نے اپنے نواسے کو اٹھا رکھا ہے۔  
 اب دختر مصطفیٰ نے اپنے بیٹے کو گود میں لیا ہوا ہے اور اس کے گونے نازنین  
 سے ٹپکنے والے غون سے اپنی بیٹھانی اور سر کے بال رنگین کر رہی ہے۔  
 اب بنت مصطفیٰ عالم غش میں ہیں۔  
 پھر کیا یک میرے کانوں تک کمرہ کے اندر سے گریہ کی آواز آنے لگی۔ میں نے سنا  
 جناب زہراؑ فرماری تھیں۔

السلام علیک یا قتیل  
 الام۔ اے محروم ماں کے مقتول بیٹے  
 میرا سلام ہو۔

السلام علیک یا مظلوم  
 الام۔ اے مجروح ماں کے مظلوم بیٹے  
 ماں کا سلام ہو۔

السلام علیک یا سقید  
 الام۔ اے بے بس ماں کے شہید بیٹے  
 ماں کا سلام۔

السلام علیک یا روح الام۔  
 لا ید اخلک ہم۔ اے روح مادر میرا سلام۔  
 بیٹے اب تمام غموں سے آزاد  
 ہو گئے ہو۔

فان اللہ سیف فرج عفی  
 وعنک۔ کبھی تو اللہ تیرے اور میرے  
 مصائب کو ختم کرے گا اور تیرا  
 انتقام مجھے دکھائے گا۔

ویاخذنی بشارک۔  
 یہ بین سکر میں بے ہوش ہو گیا مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنا وقت بے ہوش رہا۔  
 بعد میں مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کمرہ ویسے کا ویسا تھا۔ اس میں کوئی آواز نہ تھی۔

اور خاموشی تھی۔ میں پھت سے نیچے اتر کر کھڑا دروازہ کھولا۔ صندوق سے سر نکالا۔ جو خاک و خون میں غلطان تھا۔ مشک و عطر سے غسل دیا۔ سجادہ پر رکھا۔ قبلہ رخ بیٹھا اور یوں مخاطب کیا۔

یا دأْس من زوہن بَغی	اے نبی آدم کے سروں میں سے
آدم	محترم سر۔
یا عظیم یا کریم جمیع	اے تمام مخلوق سے زیادہ مغزز
المخلائق اظنک	اور مکرم سر میرے خیال میں آپ
انت من الذین	ان میں سے ہیں جن کی اللہ نے
صدھفہم فی التوراة	تورات زبور اور انجیل میں تعریف
والزبور والانجیل	فرمائی ہے۔ آپ وہ ہیں جنہیں
وانت الذی اعطاک	اللہ نے تاویل کی عنایت سے
فضل التاویل لان	لنا زاب ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت
خواتین سادة	کے سرداروں کی مستورات آپ
الدنیا والاخرة	پر روتی ہیں اور آپ کی غربت
تیکین علیک ونیدین	کا ماتم کرتی ہیں میں چاہتا ہوں کہ
انا ویدان ان اعرفک	آپ کو آپ کے نام اور نسب سے
باسمک ونسبک	پہچانوں۔

میں مظلوم نے جواب دیا۔

انا المظلوم۔

انا المقتول۔

میں مظلوم ہوں۔

میں کشتہ جو رو جفا ہوں۔



انا المہموم - میں پسر مردہ غمزدہ ہوں  
 انا المغموم - میں مصیبت زدہ ہوں -  
 انا الذی ظلما قتل - میں وہ ہوں جسے ظلم سے قتل کیا گیا ہے -  
 انا الذی ظلمت - میں وہ ہوں جس پر بر قسم کا ظلم کیا گیا ہے -

پادری نے عرض کیا - آپ کو اپنی عظمت کا واسطہ مجھے اشارت سے نہیں دے سکتے  
 سے اپنا تعارف کرائیں۔

سر سے آواز آئی -

اے پادری اگر تو میرا نسب پوچھنا چاہتا ہے تو سن۔

انا ابن محمد المصطفیٰ - میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں -  
 انا ابن علی المرتضیٰ - میں علی المرتضیٰ کا بیٹا ہوں -  
 انا ابن فاطمة الزہرا - میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں -  
 انا ابن خدیجۃ الکبریٰ - میں خدیجہ الکبریٰ کا بیٹا ہوں -  
 انا ابن عروۃ الوثقیٰ - میں عروۃ الوثقیٰ کا فرزند ہوں -  
 انا شہید کربلا - میں شہید کربلا ہوں -  
 انا قتیل کربلا - میں کربلا کا مقتول ہوں -  
 انا مظلوم کربلا - میں کربلا کا مظلوم ہوں -  
 انا بیضشان کربلا - میں کربلا میں بھی پیاسا زنج کیا گیا ہوں -

انا هتوا كـر بلا۔ میں وہ کر بلا میں جس کا لباس

آتا لیا گیا ہے۔

جب میں نے سر کی یہ باتیں سنیں تو میں نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا جو تعداد میں ستر تھے انہیں یہ تمام واقعہ سنایا۔ ان لوگوں نے اپنے جسم سے صلیبیں فوج کر پھینک دیں۔ عمارے زمین پر ڈال دیے گریبان چاک کر دیے۔ ماتم کرتے ہوئے جناب سجاد کے پاس آئے۔ اسلام قبول کیا اور اجازت جنگ مانگی۔

آپ نے فرمایا۔

نہیں اب میں کسی جنگ کا تحمل نہیں۔ اللہ ہمارا انتقام منقریب لے گا اور آپ لوگ سن لیں گے۔

اسی راوی ابو سعید رومی سے روختہ الشہداء میں یہی واقعہ مزید تفصیل سے مروی ہے۔

صرف چند مقامات پر فرق ہے ایک اس واقعہ میں۔ نصر خراعی کا بتایا گیا ہے۔ اور روختہ الشہداء میں مسیب ابن شمعاع خراعی کا نام ہے۔ اس واقعہ میں پادری کے نام سے بتایا گیا ہے۔ اور روختہ الشہداء میں گر جاکے نگران اعلیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

اس واقعہ میں پادری کے شاگردوں کا ذکر ہے۔ اور روختہ الشہداء میں گر جاکے رہنے والے تمام افراد کا ذکر ہے۔

(۱) ممکن ہے دونوں واقعات علیحدہ علیحدہ ہوں کیونکہ تقریباً ہر منزل پر سر مظلوم کے پاس انبیاء اور امہات انبیاء اور انزاج انبیاء کی آمد کا تذکرہ ملتا ہے۔ راوی کا ایک ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے۔ کوفہ سے شام

تک ان ملائین کو پورے راستہ پر یہ خطرہ رہا کہ کہیں شیان آل محمدؐ سرادر اسیران  
آل محمدؐ پھین نہ لیں۔ نصر خزامی نے اپنے مقام پر کوشش کی ہوگی۔ اور یسب ابن  
مستفاح خزامی نے اپنے طور پر کوشش کی ہوگی۔ مترجم ۱۔  
۲۶ ویں منزل ۱۔

### حلب ۱۔

دیرضاری سے یہ قافلہ آگے بڑھا تو حلب پہنچا۔ بیرون حلب ایک بگوان لوگوں  
نے ایک یہودی کے پاس قیام کیا۔ جب کھانا کھا چکے تو انہوں نے شراب پی۔ جب شراب  
کے نشہ میں بدست ہوتے تو یہودی سے کہنے لگے۔  
ہمارے پاس حسینؑ کا سر ہے۔  
یہودی نے کہا۔ ذرا مجھے دکھاؤ۔  
انہوں نے سر یہودی کے حوالہ کیا۔  
اس نے کہا۔ صبح لے لینا۔  
انہوں نے کہا۔ ٹھیک ہے ہم حفاظت سے بیچ جائیں گے۔  
یہودی سر کو لے کر اندر گیا۔ یہودی دیکھ رہا تھا کہ سر سے فوراً کی ایک کرن پھوٹ  
کو آسمان تک جا رہی ہے۔ اسی نے سر کو مشک و عنبر سے غسل دے کر ایک طشت میں  
رکھا اور عرض کیا۔

اپنے نانا کے حضور میری شفاعت  
کرنا۔

اشفع عند جوك

سرنے جواب دیا۔

شفاعتی للمحمد میری شفاعت ان کے لیے ہے  
بین و لست جو میرا نانا کی نبوت کے قائل  
بمحمد ی ہیں اور تو انہیں نبی نہیں مانتا

یہ سکر یہودی سرعوب ہو گیا۔ اس نے اپنے تمام کنبہ کو جمع کیا اور انہیں بتایا  
کہ یہ سر دختہ محمد مصطفیٰ کے جگر پارہ کا ہے۔  
پھر سر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

کاشش مجھے آپ کے نانا کا زانہ نصیب ہو اہوتا اور میں اسلام قبول کر لیتا۔  
کاشش مجھے آپ کا علم ہوتا اور میں اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ درجہ شہادت  
حاصل کرتا۔

سر سے آواز آتی کہ کوئی بات نہیں اگر آج بھی اسلام قبول کرے تو میں تیری  
شفاعت کروں گا۔

یہ بات اس یہودی کے پورے کنبہ نے سن لی تھی۔ عیب نے اسی وقت اسلام  
قبول کر لیا۔

خوارج میں ابو الفرج نے مہران بن انخس سے روایت کی ہے کہ میں کعبہ کا طواف  
کر رہا تھا کہ ایک شخص کو دعا مانگتے سنا وہ کہہ رہا تھا۔

بارالہا مجھے بخش دے۔ ویسے میں جانتا ہوں تو مجھے نہیں بخشے گا۔  
یہ سکر میں کانپ گیا اور اس کے قریب جا کر اسے کہا۔

منہ خدا! اس وقت تو حرم خدا و رسول میں ہے آج کا دن بھی محترم ہے اور

یہ مہینہ بھی محترم ہے۔

یہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ میرا گناہ ان سب باتوں سے عظیم ہے۔  
 میں نے کہا۔ کیا تیرا گناہ کوہ تمامہ سے بھی بڑا ہے۔  
 اس نے کہا۔ ہاں میرا گناہ کوہ تمامہ سے بڑا ہے۔  
 میں نے کہا۔ کیا تیرا گناہ کرہ ارض پر نصب شدہ تمام پہاڑوں سے بھی  
 بڑا ہے۔

اس نے کہا۔ میرا گناہ کرہ ارض پر نصب شدہ تمام پہاڑوں سے بڑا ہے۔  
 میں نے کہا۔ کیا اس قابل ہے کہ ترجمے بتا سکے؟  
 اس نے کہا۔ ہاں اس قابل ہے کہ میں تجھے بتا سکوں۔  
 میں نے کہا۔ کیا اسی جگہ بتانے کے قابل ہے۔  
 اس نے کہا۔

جب بتانے کے قابل ہے تو ہر جگہ بتانے کے قابل ہے لیکن ذرا تفصیل طلب  
 ہے اس لیے طواف کندگان کے لیے باعث تکلیف ہو گا۔ آپ طواف سے فارغ ہو  
 لیں پھر میں باہر چل کر آپ کو بتا دوں گا۔

جب میں طواف سے فارغ ہوا تو اسے ساتھ لیا۔ حرم سے باہر آیا اور اسے  
 کہا اب بتا۔  
 اس نے کہا۔

میں ان بد نصیبوں میں سے ایک ہوں جو میدانِ کربلا میں فوجِ یزید میں تھے اگرچہ  
 میں نے وہاں ظلم کیے کم ہیں۔ لیکن دیکھئے زیادہ ہیں۔ ان تمام مظالم کی تفصیل نہ بتا سکوں  
 گا اور نہ آپ سن سکیں گے۔

پھر میں ان کم بختوں سے ہوں جو کو فرے شام تک سر ہائے شہداء اور

ایران آل محمد لانے والے تھے۔ چونکہ ہرات باری باری پچاس آدمیوں کو مظلوم  
زہرا کی نگہ رانی پر مامور کیا جاتا تھا۔ اس لیے ایک رات جب اس گروپ کی باری آئی  
جس میں یہ بھی تھا۔ مظلوم ایک لمبے نیزہ پر نصب تھا۔ ہم نے نیزہ کو گر جا کی ایک دیوار  
کے قریب زمین میں نصب کیا۔ خود کھانے کی خاطر دسترخوان لگایا۔ ابھی ہم نے کھانا  
شروع نہیں کیا تھا کہ دیوار سے ایک پھیلی برآمد ہوئی۔  
اس پر لکھا ہوا تھا۔

ترجواۃ قتلت حسین۔ کیا وہ لڑک جنہوں نے امام حسین  
شفاعة جدہ یوم کو قتل کیا ہے وہ یوم قیامت  
الحساب۔ جد حسین کی شفاعت کی امیدوار  
ہو سکتے ہیں۔

ہم بہت زیادہ گھبرا گئے۔ ہم میں سے بعض نے اس پھیلی کو پکڑنا چاہا لیکن  
وہ غائب ہو گئی۔ ہم کھانے کی طرف متوجہ ہوتے پھر وہی پھیلی سامنے آئی اب اس  
پر لکھا ہوا تھا۔

فلا والله لیس لہم بنو اجد حسین ترکیبا ان کی کوئی  
شفیع و ہم یوم بھی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا  
القیامة فی اور وہ لوگ قیامت میں دائمی  
العذاب۔ عذاب میں ہوں گے۔

اب پھر ہم سے کھانا بچھوٹ گیا اور ہمارے کئی ساتھی جلدی جلدی اس پھیلی کو  
پکڑنے کی خاطر اٹھے لیکن وہ پھر غائب ہو گئی۔

ہم ایک مرتبہ پھر کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر وہی پھیلی دیوار سے نمودار ہوئی۔

اس پر لکھا ہوا تھا۔

قد قتلوا الحسینؑ      ان لوگوں نے ایک جابر و ظالم  
بحکم جور و خانو      کے حکم سے حسینؑ کو شہید کیا ہے  
حکمہ حکم      ان کا یہ حکم کتاب خدا کے صریحاً  
الکتاب۔      خلاف تھا۔

اس وقت میں نے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کھانے کو دل ہی نہیں کر رہا تھا  
اتنے میں گرجا کے پادری نے پھت کے اوپر سے ہمیں جھانکا اسے نیزہ کی نوک پر سر  
سے نور کی ایک کرن بنا آسمان جاتی ہوئی نظر آئی۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا تو ہر طرف  
فوج ہی فوج تھی۔

اس نے ہم سے پوچھا۔

آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟

ہم نے کہا۔ ہم عراق سے آرہے ہیں۔ حسین سے جنگ تھی۔

اس نے پوچھا۔ کیا حسین ابن فاطمہ بنت محمدؐ سے جنگ تھی۔

ہم نے کہا۔ ہاں ہی حسین سے جنگ تھی۔

اس نے کہا۔ لعنت ہو تم پر اگر عیسیٰ ابن مریمؑ کا کوئی بیٹا ہوتا تو اسے سر

آنکھوں پر بٹھاتے۔ خیر تمہاری مرضی۔ اب میری ایک درخواست ہے۔ اگر تم لوگ قبول  
کر لو تو؟

ہم نے پوچھا۔ بھلا کیا درخواست ہے۔

اس نے کہا۔ اپنے ایسے شکرے پوچھو کہ میرے پاس موردنی طور پر دس ہزار

درہم ہے۔ وہ مجھ سے لے لے اور یہ سر کوچ کے وقت تک مجھے دے دے جب کوچ

کر دے تو واپس لے لینا۔

ہم نے جا کر شمر کو اطلاع دی۔

اس نے کہا۔ ٹھیک ہے ہمارا مقصد تو حصول دولت ہے۔ درہم کی کمرے کو۔ اور سارے درہم اس میں دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ ہم سر کی حفاظت سے بھی بچ جائیں گے۔

ہم نے اسے کہا۔ درہم لے آ۔

وہ درہم لے آیا۔

ہم نے صراف کو بلایا۔ جو ترازو بھی ہمراہ لایا تھا۔ اس نے درہم کا وزن کیا انہیں پرکھا۔ اور پانچ پانچ ہزار کی دو تھیلوں میں ڈال دیا اور سارا ہب کے حوالہ کر دیا۔

ہاب نے اس سر کو پیدے مشک منبر سے غسل دیا۔ پھر اپنی گود میں رکھا اور ساری رات گریہ کرتا رہا۔ جب صبح کو ہم نے اس سے سزا پس مانگا تو اس نے سر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے سر میں اپنے سوا کسی پر کوئی حکومت نہیں رکھنا۔ آپ قیامت کے دن اپنے نانا کے سامنے شہادت دیں گے کہ میں اللہ کو ایک اور آپ کے نانا کو اللہ کا آخری رسول ماننے کا اعلان کرتا ہوں۔

پھر اس نے شمر سے کہا۔ میری ایک درخواست ہے اگر تو قبول کرے۔

شمر نے کہا۔ بتا کیا ہے؟

اس نے کہا۔ جتنی تو زمین تم اس سر کی اب تک کر چکے ہو۔ اس کی اللہ سے معافی مانگو اور مزید تو زمین نہ کرو۔



شمر نے ہنس کر کہا۔

ٹھیک ہے اب نہیں کریں گے۔

(روایت کا بقیہ حصہ ہم آگے حادثات شام میں بیان کریں گے)۔

حارث ابن دیکیدہ سے مروی ہے کہ میں بھی ایک رات ان افراد سے تھا جو سرِ مظلوم زہرا کی نگرانی کرتے تھے۔ میں نے سر کو سورۃ کہف کی تلاوت کرتے سنا۔ میں عجیب کش کش میں مبتلا ہو گیا۔ کہ بغیر جسم کے سر کیسے تلاوت کرتا ہے۔ یہی سوچ رہا تھا کہ۔

سرِ مظلوم نے فرمایا۔

اے ابن دیکیدہ۔ ہم گدوہ آئندہ اس دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ہمارے لیے جسم و سر کا رابطہ ضروری نہیں ہوتا۔  
ابن دیکیدہ کہتا ہے کہ میں نے دلی میں سوچا کہ سر کو ان سے چرا کر کر بلا لے جاؤں اور جا کر دفن کر دوں۔

سرِ مظلوم نے فرمایا۔ اے ابن دیکیدہ۔ یہ کام تیرے بس میں نہیں ہے ایسا مت کرنا۔ میرے سر کی اس توہین کی نسبت میرا قتل زیادہ اہم تھا۔ انہیں پانے حال پر چھوڑ دے۔ عنقریب یہ لوگ جہنم کے آتشیں طوق لگے میں پہن کر جہنم میں ہوں گے۔

۲۷ دین منزل ۱۔

سر مدین ۱۔

حلب سے آگے یہ قافلہ مقام سر مدین میں آیا۔ یہ بہت آباد شہر تھا لوگ خوشحال

تھے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ آج فوج یزید نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے۔ تو ان لوگوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے۔ شہر پناہ پر چڑھ گئے۔ اور ان ملائین پر لعنت کر کے ان کو پتھر مارنے لگے اور کہنے لگے اسے فرزند رسول کے ملعون قاتل ہمارے شہر میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ رہے گا اس وقت تک تم تمہارے نجس قدم اپنے شہر میں گوارا نہیں کریں گے۔ یہ دیکھ کر جناب ام کلثوم زینب نے بھی ایک سریشہ پڑھا۔ اور اس سریشہ میں بنت نمرائے کوفہ سے سر دین تک اپنی حالت ان لوگوں کا تیدیوں سے سلوک اور سر غریب زہرا سے سلوک اور راستہ میں پیش آنے والے عبرت ناک واقعات کا ذکر کیا۔

۲۸ منزل۔

### تفسیر میں :-

سر دین سے آگے یہ قافلہ تفسیر میں آیا۔ ابن شراشوب کے مطابق اس قافلہ نے تفسیر میں سے باہر ایک گرجا کے قریب قیام کیا۔ گرجا کے پادری نے چھت کے اوپر سے انہیں دیکھا۔ پھر سر کو دیکھا۔ سر سے نکلنے والی نور کی کرن کو دیکھا۔ پادری نے دس ہزار درہم دے کر ان سے ایک رات کے لیے سریا۔ جب پادری سرے کے چلا تو اس نے ہائف غیبی کی ایک آواز سنی۔

طوبی لك و طوبی  
لہن عرف حرمته۔  
تجھے بھی جنت کی بشارت ہو  
اور ہم اس شخص کو جنت کی بشارت  
ہو جو اس کی حرمت کو پہچانتا ہو۔

یہ آواز سنکر پادری نے اپنا سر سوتے آسمان بلند کیا۔  
اور عرض کی۔ اے رب عیسیٰ تجھے نبوت عیسیٰ کا واسطہ اس سر کو حکم دے کہ میرے  
ساتھ رہا کرے۔

سر مظلوم کربلا نے فرمایا۔ بتا تو کیا چاہتا ہے۔  
پادری نے کہا۔

میں آپ سے تعارف چاہتا ہوں آپ کون ہیں؟  
سر مظلوم نے فرمایا۔

انا ابن محمد المصطفیٰ	میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن علی المرتضیٰ	میں علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن فاطمة الزهراء	میں فاطمہ زہراء کا بیٹا ہوں۔
انا المقتول بکربلا	میں کربلا کا مقتول ہوں۔
انا المظلوم	میں مظلوم ہوں۔
انا العطشان	میں پیاسا ہوں۔

اس کے بعد سر خاموش ہو گیا۔

پادری نے اپنا منہ سر مظلوم پر رکھا اور کہا۔ جب تک میرے ساتھ میری شفاعت  
کا وعدہ نہیں کرو گے اپنا منہ نہ ہٹاؤں گا۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ میرے نانا کا دین قبول کرنے میں شفاعت کا وعدہ  
کروں گا۔

پادری نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اعلان اسلام کیا۔

ان ملائین نے پادری سے سر اور رقم لی اور آگے بڑھ گئے۔ آگے جا کر جب

انہوں نے رقم کو دیکھا تو وہ سنگریزے بن چکی تھیں۔ انہوں نے انہیں وہیں ایک گڑھے میں دبا دیا۔ اور پادری پر غصہ کرنے لگے کہ اس نے ہم سے دھوکا کیا ہے۔ ایک دو سپاہی واپس بیٹے اور انہوں نے اس پادری کو خنید کر دیا۔ کاش یہ ظالم اپنے ساتھ قدرت کا سابقہ سلوک دیکھتے تو اپنے جراثیم میں مزید اضافہ نہ کرتے۔

۲۹ ویں منزل :-

### حمران :-

تفسیر میں سے آگے بڑھ کر یہ لوگ حمران آئے۔ بیرون حمران ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی کا گھر تھا جو یہی حمران کے نام سے معروف تھا۔ یہی نے ان کا آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ انہیں فتح کی مبارک باد دی۔ اس نے سروں کو بے بسے نیزوں پر بوار دیکھا سب سے زیادہ بے بسے نیزے پر سرِ مظلوم کر بلا تھا۔ جواہر دو ہفتہ کی طرح چمک رہا تھا۔ اس نے دیکھا سرِ مظلوم کے ہونٹ مل رہے ہیں۔ جب قریب گیا تو اس نے آواز سنی۔

آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔ سِیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اِیَّیْ مُنْقَلَبِیْنَ  
یہ سنکر اس کی حیرت اور بڑھ گئی۔ اس نے دل میں سوچا اگر اس کے نانا کا دین دین حق نہ ہوتا تو جسم کے بغیر اس طرح تلاوت نہ کرتا۔

اس نے ان ملائین سے پوچھا۔

یہ سر کس کا ہے۔

انہوں نے کہا۔ حسین ابن علی ابی طالب کا سر ہے۔

اس نے پوچھا۔ اس کی والدہ کا کیا نام ہے۔

انہوں نے کہا۔ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ۔  
 یہ کچی حسانی نے کہا۔ اب صداقت محمد کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں  
 ہے۔ اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا۔ اور اسلام قبول کر لیا اس کے پاس اس  
 وقت بتنے کیڑے تھے۔ وہ لایا اور بنات زہرا میں تقسیم کیے جب ان ملاعین نے دیکھا  
 تو وہ کیڑے پھینک دیے۔

یہ کچی نے کہا۔ ظالمو! تمہیں شرم نہیں آتی دختران زہرا سے یہ سلوک  
 کرتے ہو۔

انہوں نے کہا۔ تجھے یزید سے خوف نہیں آتا کہ تو اس کے دشمنوں کی حمایت  
 کرتا ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں آتا جو شخص اللہ کی مخالفت  
 کرتا ہے۔ وہ ملعون ہے۔ اور جو ملعون کی حمایت کرتے ہیں وہ بھی ملعون ہیں۔

انہوں نے کہا۔ تو نے اب کے پھر اگر یزید کے سلسلہ میں کوئی بات کی تو تیرا  
 سر اتار دیا جائے گا۔

یہ کچی نے کہا۔ اب حق کو پہچان لینے کے بعد مجھے زندگی سے پیار ہی نہیں رہا  
 یہ کہہ کر یزید پر ایک مرتبہ پھر لعنت کی۔ ان لوگوں نے تلواریں نکالی۔ یہ کچی نے  
 تلوار اٹھ کر لی۔ اور حملہ کر دیا پانچ ملاعین کوئی ان رک کے آپ جام شہادت  
 نوش کی۔

۲۰ ویں منزل :-

بعلبک :-

حراں سے آگے بعلبک آئے اور بعلبک کے لوگوں نے ان کا خاصا شاندار استقبال کیا۔

ثانیہ نہر انے اہل بعلبک کو بدو عادی۔

۲۱ ویں منزل :-

اندرین :-

بعلبک سے آگے بڑھے تو ان لوگوں نے اندرین کے والی نصر ابن عقبہ کو جشن فتح کا لکھا شام کا یہ دوسرا شہر تھا۔ نصر نے پورے شہر کو آراستہ کیا۔ جشن فتح منایا۔ لوگوں نے عید کے لباس پہنے۔ اور استقبال کے لیے تیار ہوئے۔ اور قدرت نے ان پر ایسا بادل مسلط کیا جو پورے شہر پر چھا گیا اس سے بجلی چمکنے لگی اور ہر بار بجلی کی چمک سے شہر کے کسی نہ کسی گھر کو آگ لگ جاتی تھی۔ حتیٰ کہ تمام کا تمام شہر جل گیا اور جشن فتح منانے والے جشن فتح بھول کر اپنا مال و اسباب سینٹے اور اپنے اپنے سردوں کو ٹھکانے لگانے میں مصروف ہو گئے۔

جب یہ ملاعین آئے تو انہوں نے شہر کو دیران اور ایلیاں شہر کو اپنے غم میں مصروف دیکھ کر یہاں قیام نہ کیا اور آگے بڑھ گئے۔

۳۲ ویں منزل :-

### معرة النعمان :-

شامی علاقہ کی دوسری منزل ہے۔

پہلی منزل ایدرین تھی۔

معرة النعمان ایک صحابی رسول۔ نعمان ابن بشیر کی وجہ سے اس کا نام بھی معرة النعمان ہے۔ یعنی وہ اس جگہ سے گزر رہے تھے۔ یہیں چار ہوتے اور اسی جگہ فوت ہو کر دفن ہو گئے۔

معرة النعمان کے نزدیک گزرنے اس تافلہ کا استقبال کیا۔ رہنے کو جگہ کھانے کو طعام اور پینے کو پانی مہیا کیا۔

۳۳ ویں منزل :-

### شیرز :-

شیرز یہ لفظ حیدر کا ہم وزن ہے۔ معرة النعمان کے بعد جب یہ تافلہ شیرز میں آیا۔ شیرز حیات کے قریب ہے۔

شیرز کے ایک بوڑھے نے لوگوں کو بتایا کہ جس ہستی کو یہ ملائین باغی کا سر بتا رہے ہیں فی الواقع یہ نواسہ رسول کا سر ہے۔

یہ بات سن کر شیرز کے تمام جوان اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ لگائے کہ ان ملائین کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ جوانوں نے اپنے شہر میں داخل ہونے کا دھڑا ستر پل کاٹ دیا۔ خندق میں

ہر طرف سے آگ جلا دی۔ ہتھیار نکالے اور دیوار بن کر سامنے کھڑے ہو گئے۔  
خولی نے کہا۔ اے جوانو! کیا تم شام کے علاقہ میں رہنے سے تھک گئے ہو؟

جوانوں نے کہا۔ ہم تھکے تو نہیں۔ البتہ رسولؐ کو اس پر ہونے والے مظالم کی داستان سن کر زندگی سے ضرور اکتا گئے ہیں۔

فوج یزید نے جب ان جوانوں کے جذبات دیکھے تو انہوں نے خود شیریں داخل ہونے سے گریز کیا۔ البتہ یزید کو والی شیریں کی شکایت کھردی۔  
یزید نے جوابی کارروائی کے بطور والی شیریں کو معزول کر کے اس کا تمام گھر و شے کا حکم دیا۔

۳۴ دین منزل :-

کفر طاب :-

شیریں کے بعد کفر طاب آتے۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ اہل کفر طاب نے اپنی نفیس کے دروازے بند کر دیئے۔

خولی نے ان لوگوں کو کافی دھمکایا۔

بڑے بڑے تو خولی کی دھمکیوں میں آکر جوانوں سے کہنے لگے کہ فساد اچھا نہیں ہوتا۔

ہم حکومت وقت سے مقابلہ نہیں کر سکتے حکومت سے بگاڑنا اچھا نہیں ہوتا۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو جس سے فوج یزید ناراض نہ ہو۔ آخر کوفہ سے لے کر ہماری اس بستی تک بھی تو یہ لوگ ہر بستی اور ہر شہر میں ہل محمدؐ کی تشہیر کرتے رہے ہیں



اگر ہماری بستی میں بھی تشہیر ہو گئی تو ان کی عظمت میں کون سا فرق آجائے گا۔

لیکن جو ان اپنی بات پر ڈٹے رہے اور انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ لوگوں کی یہ مصلحت اندیشی نہ ہوتی تو آج کے دن لوگوں میں یہ ہمت کیسے ہوتی کہ آل رسول کے مردوں کو شہید کر کے ان کی مستحبات کو بے پالان کے اونٹ پر سوار کر کے بستی بستی تشہیر کرائے۔

آپ اگر ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے تو نہ دیں لیکن آپ ہماری مخالفت نہ کریں اگر آل رسول حتیٰ پرکٹ مرے ہیں تو ہم بھی ان کی اقتداء میں حتیٰ پر جان دے دیں گے۔

جوانوں کے یہ جذبات دیکھ کر بوڑھے پہلے تو خاموش ہو کر بیٹھ گئے پھر رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے جوانوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔  
کفر طابی جوانوں نے پہلے تو اپنی بستی کے گرد کھدی ہوتی خندق پر بنے ہوئے پل کو کاٹ دیا۔

پھر ان جوانوں نے فوج یزید پر حملہ کر دیا۔ فوج یزید دھوڑوں میں بٹ گئی ایک حقہ قیدیوں اور سرہائے شہداء کو لے کر آگے بڑھ گئے اور دوسرا حقہ کفر طابی جوانوں سے مصروف پیکار ہو گیا۔

جب جوانوں نے دیکھا کہ قیدی اور سرہائے شہداء یہاں سے چلے گئے ہیں تو انہوں نے بھی اپنی تلواریں نیام میں ڈال لیں۔ اس مختصر سی جنگ میں پانچ صد یزیدی اور ستر کفر طابی کام آئے۔

جب ام کلثوم زینب بنت علیؓ نے کفر طابی جوانوں کا یہ جوش و جذبہ دیکھا۔ تو بی بی نے جناب سجادؓ سے پوچھا۔

اس شہر کا کیا نام ہے؟

جناب سجاد نے نام بتایا۔

تو نبی بی نے ان کے حق میں حسب ذیل دعا فرمائی۔

اعذب الله شرابهم	اللہ ہمیشہ انہیں میٹھا پانی
وارخص اسعارهم	نصیب اور گرانے کی بھی نہ دیکھیں
ورفع ايدي الظلمة	اگر پورہ کرہ ارض ظلم و جور سے
عنهم فلوان الدنيا	پر ہو جائے تو بھی اللہ انہیں
مملوءة ظلما وجورا المانا	عدل و انصاف کے سایہ میں خوش و
لهما الاقسطاد عدلا	نظم رکھے

۲۵ دین منزل۔

حماۃ ۱۔

کفر طاب کے بعد یہ تانہ حماۃ میں آیا۔ حماۃ میں قیام شہر میں نہ ہو سکا کیوں کہ ابالیان شہر نے دانی حماۃ سے اختلاف کیا تھا۔ البتہ دانی حماۃ نے بیرون شہر ایک باغ میں اسل تانہ کو پانی اور کھانا فرمایا۔

ہمارے معاصرین میں سے ایک صاحب علم و فضل نے بتایا ہے کہ میں حج پر جا رہا تھا اتفاقاً حماۃ سے گزرا نماز کا وقت تھا۔ ایک باغ میں برسیدہ سی مسجد دیکھی وہاں گیا۔ وضو کر کے مسجد کے ہاں میں نماز پڑھی مسجد کی ایک دیوار پر پرانا سا پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں قریب گیا۔ پردہ کو ہٹایا تو دیکھا دیوار میں ایک پتھر نصب ہے اس پتھر پر ایک گڑھا سا پڑا ہوا ہے۔ اور کچھ خون کے نازہ دجسے بھی موجود ہیں

میں نے خادم مسجد سے سوال کیا کہ یہ خونِ زیہ پتھر پر پردہ۔ یہ سب کیا

ہے؟

اس نے جواب دیا۔ جب قافلہ اہل محمد اس جگہ سے گزرا تھا تو حوا کے دوران قیام اسی باغ میں اسی پتھر پر سرِ نواسہ رسول رکھا گیا تھا۔ اسی وقت سے آج تک یہ خون بھی موجود ہے۔ اور یہ گڑھا بھی پتھر پر سر رکھنے سے پیدا ہو گیا۔ حتیٰ کہ گڑھے میں کٹی ہوئی رگوں کی جگہ بھی واضح نظر آ رہی ہے۔ روزانہ چوبیس گھنٹوں میں سے کسی وقت اس دیوار سے تلاوت قرآن کی آواز بھی ضرور آتی ہے اور ہر سال شبِ عاشور نصف شب گزرنے کے بعد اس پتھر سے نور کی ایک کرن پھوٹتی ہے۔ جو عصرِ عاشور تک رہتی ہے۔ اور گڑھا خون سے پر ہو جاتا ہے پھر اسی طرح منجمد ہو جاتا ہے جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں۔ کئی برسوں سے میں یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ آج تک اس پتھر کو یا اس خون کو مٹانے کی جرات کسی میں نہیں ہوئی۔

مجھے ایک عرصہ ہو گیا ہے یہ حالات دیکھ رہا ہوں۔ میرے والد نے بھی مجھے یہی کچھ بتایا تھا اور میرے دادا نے میرے والد کو بھی یہی کچھ بتایا تھا روایت یہی ہے جو میں نے آپ کو بتائی ہے۔ اور مشاہدہ بھی یہی ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔

میں وہاں سے باہر آیا۔ شہرِ حوا میں متعدد افراد جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی تھے۔ جو ان بھی تھے اور بوڑھے بھی تھے ان سے اس پتھرِ خون اور گڑھے کے سلسلے میں دریافت کیا۔ سب نے وہی کچھ بتایا جو خادم مسجد نے بتایا تھا۔

البتہ بعض افراد نے یہ اضافہ کیا کہ اگر حکومت معتدل اور آل محمد دشمن نہ ہو تو یوم عاشورہ دروازے سے شیعوں پر ہاتھ پڑے ہوتے ہیں۔ اور سارا دن اس پتھر گڑھے اور خون کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ ماتم اور سینہ زنی کرتے رہتے ہیں۔  
۳۶ ویں منزل :-

### محض :-

حاجۃ کے بعد یہ قافلہ محض میں آیا۔ والی محض خالد بن نسیط کا بھائی تھا چونکہ والی محض کو پہلے سے مطلع کر دیا گیا تھا۔ اس لیے اس نے اطراف و نواح سے لوگوں کو بلایا تھا۔ والی محض کی قیادت میں یہ لوگ بصورت جلوس تین تین تک بغرض استقبال گئے۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے علم تھے جن پر فتح یزید کے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ خوشی کا تمام سامان موجود تھا۔

جب اہالیان محض کو علم ہوا تو وہ سب ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے ہمد کر لیا کہ امیران آل محمد کی محض میں تشہیر نہیں ہونے دی جائے گی۔ چنانچہ یہ لوگ اس دروازہ پر جا کر جمع ہو گئے۔ جس سے ذریت نبی کو لایا جانے والا تھا۔ جو نہی والی محض کی قیادت میں امیران آل محمد داخل ہوئے۔ تو اہالیان محض نے والی محض اور اس کے ساتھ جشنِ فتح میں شریک ہونے والوں پر سنگباری شروع کر دی چھبیس یزیدی فی النار ہو گئے۔

ان کا جشنِ غم میں بدل گیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد یہ لوگ واپس ہوئے۔

محض کے جوانوں نے مشورہ کیا کہ ان ملائین نے سرفروزر رسولؐ لے کر واپس

کر بلائے جائیں اور وہاں دفن کر دیں۔  
چنانچہ انہوں نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن فرج یزید انہیں جل دینے میں کامیاب  
ہو گئی۔ فرج یزید جھس سے سیدھا راستہ لینے کی بجائے سوق الطعام اور حرمہ کی  
طرف ہو گئی۔ وہاں سے انہوں نے والی بلبک کو اپنی آمد سے مطلع کیا۔  
۲۷ دین منزل ۱۔

### بلبک :-

والی بلبک نے کیزوں کا ایک طائفہ لے کر اس قافلہ کا استقبال کیا۔ کیزوں  
دف بجا کر قص کر رہی تھیں۔ اور فتح یزید کے اشعار گارہی تھیں۔ والی بلبک نے  
یزیدی سالاروں اور سپاہیوں میں سے ہر ایک کو جی بھر کے طعام کے بعد شراب سے  
سیراب کیا۔ بلبک سے باہر مقام ثمانین پر ان لوگوں نے قیام کیا۔ جناب ام کلثوم  
زینب نے جناب بجا سے پوچھا۔

بیٹے یہ کون سا شہر ہے۔

جناب بجا نے عرض کیا۔

چھوچی اماں! اسے بلبک کہا جاتا ہے۔

بی بی نے دست دعا بلند فرمائے اور عرض کیا۔

ابا واللہ خضر اتھم

ولا اعذب اللہ شراہم۔

ولا رفع ایدی الظلمة

عنہم۔

اللہ انہیں دیران کرے اور کبھی

ٹھنڈا پانی انہیں نصیب نہ ہو

ان ظالموں کے سر سے کبھی جابر و

ظالم حکمران کا ہاتھ دور نہ ہو۔

یہ ملائین خود تو اس حال میں تھے۔ دوسری طرف آل محمدؐ سے انکا سلوک یہ تھا کہ۔

سید نے کتاب الاقبال میں ابو محمد ابن علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب سجادؑ سے کوفہ سے شام تک کے سفر کا حال پوچھا۔  
 تو انہوں نے فرمایا۔

وہ شخص کیا حال دے سکتا ہے جس کے ہاتھوں میں رسیاں لگے ہیں خاردار  
 طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں۔ پاؤں پر منہ پشت اونٹ کے زیر شکم بندھے ہوں۔  
 لگے ہاتھوں اور پاؤں سے خون بہہ رہا ہو، اس کے عقب میں رکن بستہ مائیں بہنیں  
 اور پھر بھیاں بے پالان کے اونٹوں پر سوار ہوں۔ اور ان کے ارد گرد نیزہ بردار سفاک  
 ہوں۔ بیوی کے اونٹ کے ساتھ شوہر کا نیزہ پر ہو۔ بہن کے اونٹ کے ساتھ بھائی  
 کا سر نیزہ ہو۔ اور بیٹی کے اونٹ کے ساتھ باپ کا سر نیزہ پر ہو، یاں ہمہ اگر بیٹی  
 باپ کا سر دیکھ کے ماں بیٹے کا سر دیکھ کے اور بیوی شوہر کا سر دیکھ کے آنسو  
 بہاتی تھی تو نیزہ بردار سپاہی پشت کو لوگ نیزہ سے زخمی کر دیتے تھے۔  
 کوفہ سے شام تک ہمارے لیے دو اہم مسائل تھے۔ ہمیں نہ بھوک کی فکر ہوتی  
 تھی نہ پیاس کی شدت کا احساس ہوتا تھا۔ نہ تھکاوٹ کا خیال آیا تھا۔ اور نہ  
 ہی تمازت آفتاب سے تھکتے تھے صرف اور صرف در باتیں ہمارے لیے پریشانی کا  
 باعث تھیں۔

ایک غم پردہ کا ہوتا تھا

اور در سرابِ ساخته بننے والے آنسوؤں کا روکن۔

۲۸ دین منزل :-

دیر راہب :-

بعلبک سے روانگی کے بعد اگلی رات دیر راہب میں گزارنے کی خاطر قیام کیا۔ یہاں جناب سجاد نے حواریت زمانہ پر ایک سرشیر پڑھا۔ یہ پہلی رات تھی جس میں ان ملائین نے سر ہاتے شہداء کو نیزوں پر بلند رکھا اور صندوقوں میں بند نہیں کیا۔ جب یہ ملائین مخمور ہو کر خراٹے لینے لگے تو راہب نے گرجا کے اندر سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنی اس نے گرجا کی چھت پر چڑھ کے دیکھا تو اسے گرجا کے ہر طرف نیزوں پر بلند سر نظر آتے جو مختلف مین و سال کے تھے اور ہر سر سے نور کی ایک کرن تا آسمان جا رہی تھی۔

راہب نے دیکھا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور ان میں سے ملائکہ گروہ در گروہ ہو کر زمین پر اتر رہے ہیں۔ جو ایک سر کے قریب آ کر کہہ رہے ہیں۔

السلام علیک یا ابن رسول اللہ

السلام علیک یا ابا عبد اللہ

راہب یہ دیکھ کر جیسے مہموش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ صبح ہو چکی ہے اور قافلہ کوچ کی تیاری کر رہا ہے۔

راہب نے باوازی بلند کر چھا۔

سالار قافلہ کون ہے ؟

ان لوگوں نے خولی کا بتایا۔

راہب نے پوچھا۔ یہ سرکن لوگوں کے ہیں؟  
 خولی نے کہا۔ یہ باغی تھے جنہوں نے یزید کی حکومت سے بغاوت کی تھی۔  
 ابن زیاد نے انہیں قتل کیا ہے اور ہم ان کے سر یزید کے پاس لے جا رہے ہیں  
 راہب نے پوچھا۔

باغیوں کے سردار کا کیا نام تھا؟  
 خولی نے کہا۔ اس کا نام حسین ابن علی ابن ابی طالب تھا۔ اس کی ماں فاطمہ  
 بنت محمدؐ تھی۔ اور نانا محمد مصطفیٰ تھا۔

راہب نے کہا۔ اللہ تم پر لعنت کرے۔ آج میرے سامنے بہت سے راز  
 آشکار ہو چکے ہیں۔ میں کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ یہ آسمان کا رنگ کیوں سرخ ہے  
 اور زمین کیوں خون ابل رہی ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں نے اسی کی اطلاعات دے رکھی  
 تھی کہ جب فرزند رسول ظلم و بربریت سے شہید ہوگا تو آسمان کا رنگ خون الود ہو جائے  
 گا اور زمین سے خون ابلے گا۔

بھلا تمہیں کیا معلوم کہ ایسا کب ہوتا ہے۔  
 ہاں ایسا اس وقت ہوتا ہے جب نبی یا وصی نبی بے گناہ ظلم و جور سے  
 شہید کیا جاتے۔

اچھا کیا میری ایک درخواست قبول کر دو گے؟  
 خولی نے کہا۔ کیا بات ہے بتا۔  
 راہب نے کہا۔ صرف ایک گھنٹہ کے لیے مجھے یہ سردے دو پھر واپس  
 لے لینا۔

خولی نے کہا۔ تجھے معلوم ہے کہ ہم شام کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ ادراہ



میں یہ سر پرزید سے قبل کسی کو نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ وہی مجھے اس کا انعام بھی دے گا۔

راہب نے کہا: تجھے پرزید سے کتنے انعام کی توقع ہے۔  
خولی نے کہا: کم از کم۔ مجھے ایک ایسی تحصیل تو دے گا جس میں دس ہزار  
مقال نقدی ہوگی۔

راہب نے کہا: اتنا انعام مجھ سے بے لے اور صرف ایک گھنٹہ کے لیے سر  
مجھے دے دے۔

خولی نے کہا: جا تحصیل لے آ۔

راہب نیچے اترا۔ تحصیل اٹھا کر لایا خولی کے حوالہ کی۔ خولی نے سر مظلوم راہب  
کو دے دیا۔

راہب نے سر لیا۔ اسے بوسہ دیا۔ گریہ کیا اور عرض کیا۔

اے سید الشہداء میں بد نصیب تھا کہ آپ کی نصرت نہ کر سکا۔ آج تک میں  
نصرانی تھا۔ لیکن رات کو جو کچھ میں نے دیکھا ہے میرا رنگ کفر دور ہو چکا ہے۔ اپنے  
نانا کے سامنے میرے اسلام کی گواہی دیتا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

واشھد ان محمداً رسول اللہ۔

واشھد ان علیاً ولی اللہ۔

اس کے بعد اس نے سر واپس کر دیا۔ یہ ملائین وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستہ  
میں انہوں نے وہ رقم تقسیم کی۔ انہوں نے دیکھا ہر درہم پر لکھا ہوا تھا۔

سبعم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

خولی نے سپاہیوں سے کہا کہ اس رقم کو یہیں زمین میں دفن کر دو اور کسی کو نہ بتانا کہ ہمارے ساتھ کیا پیش آیا۔ جب یہ لوگ ان درہموں کو دفن کر چکے تو ہر سپاہی نے ہاتھ غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

اتر جوامۃ قتلت حسین کیا وہ لوگ جنہوں نے فرزند  
رسول کو شہید کیا ہے قیامت  
شفاعة جده يوم الحساب کے دن اس کے نانا کی شفاعت  
کی امید رکھ سکتے ہیں۔

یہ اٹھارہ سکران کی وحشت اور خوف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اور وہاں سے  
ریختانہ ہو گئے۔

انہیں کسی نے اطلاع دی کہ خیر خراعی تمہارے عقب میں ہے اور وہ  
تم سے سہرا تے شہداء اور اسیران آل محمد لینا چاہتا ہے چنانچہ انہوں نے وہ  
راستہ بدل لیا اور عسقلان کی طرف رو روانہ ہو گئے۔  
۳۹ ویں منزل :-

### عسقلان ۱۔

سادہ لوح ایسے قاری جو صرف کوفہ سے شام تک کی راہ کو دیکھتے ہیں ان  
کے خیال میں عسقلان کا آل محمد کے راستہ میں آنا انتہائی ناممکن ہے کیونکہ عسقلان  
راستہ سے بہت دور ہے۔ لیکن جب محققین ان حالات کا جائزہ لیتے ہیں جن  
حالات میں یہ تافلہ آیا تھا تو ان کے لیے راستہ سے بہت دور ہٹے ہوئے شہر  
عسقلان میں آنا حیرت انگیز نہیں رہتا۔ کیونکہ۔

یزیدی فوج کے لیے کوفہ سے شام تک قدم قدم پر کانٹے تھے۔ جیسے جیسے لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوتا گیا ویسے ان کے کانٹے بڑھتے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی راستہ سے دائیں ہٹ کر یہ لوگ بہت دور نکل گئے۔ اور کبھی بائیں ہٹ کر بہت دور نکل گئے۔

والی عسقلان یعقوب عسقلانی تھا جو میدانِ کربلا میں بھی موجود تھا۔ خولی نے اسے اپنی آمد سے مطلع کیا۔ اس ضحیت نے رزاق طائفے شگوائے تمام شہر کو آراستہ کیا۔ جگہ جگہ سترے اور روپے دروازے بنائے۔ اور ہر چوک پر راگ درنگ اور رقص و سرور کی محفلیں جمائیں۔ بیرون شہر قافلہ کا استقبال کیا۔ بیرونی تجارت میں سے بی خزاہ کا خیر خزاہی بھی تھا۔ جب اس نے شہر میں یہ سرت دیکھی۔

تو کسی سے پوچھا یہ کیسی خوشی ہے؟

اس نے پوچھا۔

کیا تو مسافر ہے؟

خیر نے کہا۔ اگر مسافر نہ ہوتا۔ تو کیوں پوچھتا؟

اس شخص نے کہا۔

حجرات میں سے ایک شخص نے یزید کی حکومت سے بغاوت کر دی تھی اور وہ عراق چلا گیا تھا۔ یزید نے والی عراق کو اس سے ٹپٹے کا حکم دیا۔ چنانچہ والی عراق ابن زیاد نے اس باغی اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے۔ اب یزیدی فوجی جشنِ فتح مناتے ہوئے باغیوں کے سراور قیدی ہمارے شہر لا رہے ہیں۔ ضریر نے کہا۔ اس باغی کا نام کیا تھا۔

اس نے بتایا۔ اس کا نام حسین تھا۔ اس کے باپ کا نام علی تھا۔ ماں کا نام  
فاطمہ بنت محمد تھا۔ دادا ابو طالب اور نانا محمد تھا۔

ضریر یہ سنکر کانپ گیا۔ اس دروازہ پر آیا جس سے اسیران آل محمد کو  
گزارا جانے والا تھا۔ پہلے پہلے رقص کرنے والی طوائف آئیں۔ پھر بے ریش  
لڑکے ناچتے ہوئے گزرے۔ پھر سر ہاتے شہداء آتے۔ ان کے بعد جناب سجاد  
آتے ان کے عقب میں رسول زادیاں رسن بستہ آئیں۔

ضریر جناب سجاد کے قریب ہوا۔ گریہ سے بے حال تھا۔ سلام کیا۔  
جناب سجاد نے فرمایا۔ بندہ خدا تجھے کیا ہو؟ لوگ مکانوں کی پھتوں پر بھی  
تالیاں بجا رہے ہیں اور خوشی سے چھوٹے نہیں سماتے تو کیوں رو رہا ہے۔  
ضریر نے گلو گریہ آواز سے کہا۔

قبلہ کاش میں اندھا ہوتا اور یہ منظر نہ دیکھتا میں تو یہاں مسافر ہوں بغیر  
تجارت آیا ہوں۔ ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ فرزند رسول شہید ہو گیا اور دخترانِ زہرا  
پابند رسن لائی جا رہی ہیں۔

امام سجاد نے فرمایا۔ تجھ سے مودت آل محمد کی خوشبو آتی ہے اللہ  
تجھے جزائے خیر دے۔

ضریر نے عرض کیا۔  
تبد اگر کوئی حکم ہو تو فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔

ضریر۔ یہاں کیا حکم ہو گا۔

اگر تیرے بس میں ہو تو میرے مظلوم بابا کا سراٹھانے والے سے کہہ دے

کہ سر کو مستورات سے آگے لے جاتے تاکہ لوگ میرے بابا کی تملادت میں مصروف رہیں۔ اور بنی زادیوں کا پردہ محفوظ رہے۔

ضریر فوراً گیا۔ مہر مظلوم اٹھانے والے کو پچاس دینار دے کر آگے جانے پر راضی کر لیا۔

پھر خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کی۔  
قبذہ کوئی اور حکم؟

آپ نے فرمایا۔

ضریر اگر کچھ بچے ہوتے کپڑے ہوں تو ان لٹی ہوئی زہر زادیوں کو دے دے تاکہ اپنے بالوں کو چھپالیں۔

ضریر نے کپڑے تقسیم کیے۔ ابھی کپڑوں کی تقسیم مکمل نہیں ہوئی تھی کہ شہر ملعون نے دیکھ لیا۔ سپاہیوں کا دستہ آ کر ضریر کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔

اے جوان تو کون ہے؟

تجھے نہیں معلوم کہ کیسے قیدی ہیں اور کس کے قیدی ہیں۔ تو نے کس سے اجازت لی ہے کہ ان میں کپڑے تقسیم کر رہا ہے؟

ضریر نے کہا۔ او ملعون! تجھ پر لعنت کرے۔ مجھے معلوم ہے کہ قید کرنے والا دالی جگر خوار ماں کا بیٹا ہے۔ اور قید ہونے والی رسول زادیاں ہیں۔

شہر نے ایک طرف سپاہیوں کو نیزوں سے چادریں پھینے کا حکم دیا۔ اور دوسری طرف ضریر کو گرفتار کرنے کا کہا۔

ضریر نے جب دیکھا تو تلوار نکال لی۔ ہر طرف سے ضریر پر پتھر تیز، نیزے اور تلواریں برسنے لگیں۔ تنہا ایک شخص کہاں تک مقابلہ کر سکتا تھا۔ آخوند حال ہو کر گر گیا۔ یہ لوگ ضریر کو مرد سمجھ کر آگے بڑھ گئے۔

رات گئے ضریر کو ہوش آیا۔ اپنے جسم کو دیکھا ہر جگہ زخم ہی زخم تھے زمین پر گھٹا گھٹتا باہر کی طرف روانہ ہوا۔ اس قبرستان میں آیا جس میں انبیاء اور اولیائے ماسک کے مزارات تھے ایک جگہ سے ضریر کو گریہ کی آواز محسوس ہوتی اسی طرف آیا۔ دیکھا تو چند لوگ بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔

ضریر نے کہا۔  
اے منداگان خدا! تمہارا پورا شہر خوشی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہر شخص عید منا رہا ہے۔

ہر گھر میں فح کا جشن ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے مصروف گریہ ہو۔ کہیں تم بھی میری طرح مسافر ہو۔

یا اہل شہر کی عید سے اتفاق نہیں رکھتے۔  
ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

بندہ خدا! اگر تو قرآن محمد کے جھوں سے ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر فرزند رسول پر گریہ کر۔

اگر جا کوس ہے تو جا کر یعقوب کو اطلاع کر دے تاکہ وہ ہمیں محبت آل محمد کے جرم میں قتل کر دے۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو اپنی راہ لے ہمیں اپنا کام کرنے دے۔

ضریر نے اپنے جسم کے زخم دکھائے اور کہا۔ اے مہمان اہل بیت میرے جسم

کے یہ زخم گواہ ہیں کہیں سے آل محمدؐ کی محبت کی قیمت ادا کی ہے۔ پھر ضریر نے  
 شروع سے لے کر آخر تک اپنا تمام واقعہ سنایا ان لوگوں میں سے کچھ اٹھے اور  
 اپنے اپنے گھروں میں گئے۔ کوئی مرم اور پٹی کا سامان لایا۔ کوئی پانی لایا اور  
 کوئی کھانا لایا۔ ضریر کے زخم دھوئے۔ مرم پٹی کی۔ کھانا کھلایا۔



## سرزمین شام

سرزمین شام وہ خطہ ہے جس کی تعریف اور مذمت دونوں چیزیں روایات و احادیث میں ملتی ہیں۔

مناسب ہو گا اگر مختصراً ہم درج و ذمہ کی دونوں روایات تاریخی کے سامنے پیش کر دیں اور امکانی طور پر ان میں تطبیق کی کوشش بھی کریں۔

مذمت شام :-

تفسیر علی ابن ابراہیم میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؑ کو معاویائی بنادت کی اطلاع کے ساتھ یہ خبر موصول ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب لشکر ہے۔

تو حضرت علیؑ نے فوج کے متعلق سوال کیا۔  
من ای القوم۔  
معاویائی لشکر کس علاقہ سے ہے۔



جواب میں عرض کیا گیا۔

سب کے سب اہل شام ہیں۔

تو آپ نے فرمایا۔

لا تقولوا من اهل

الشام بل قولوا

من اهل السوم

هم انباء مصر لعنوا

على لسان داود وقيل الله

منهم القررة والختاير۔

قصص میں جناب صدوق سے مروی ہے کہ امام محمد باقر فرمایا کرتے

تھے۔

سرزمین شام بہترین سرزمین

ہے لیکن باشندگان شام

بدترین ہیں۔

نعم الارض الشام

وبئس القوم

اهلها اليوم۔

مجالس المؤمنین میں سرکار مفید کے ذریعہ امام جعفر صادق سے مروی

ہے کہ۔

جب فرزند رسول شہید ہوئے

تو سات آسمان ساتویں زمینیں

جو کچھ ان میں سے جنت کے

ساحسین اور ہر نظر آنے والی

لما قتل الحسين يكت

عليه السوات السبع

والارضون السبع وما

فيهن وما بينهن ومن ينقلب

فی الجنة وما یری وصالا یری اور نہ آنے والی ہر چیز نے  
 الاثلاثۃ اشیاء فانما لم تبک گریہ کیا لیکن۔ بصرہ، دمشق  
 علیہ البصرۃ والدمشق والالحکم۔ اور آل حکم یہ تین نہیں روئے  
 کامل الزیارات کے مطابق امام صادق نے فرمایا ہے کہ۔  
 امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کے غم میں بصرہ، دمشق اور آل عثمان  
 کے علاوہ کائنات عالم کی ہر چیز نے گریہ کیا۔  
 کامل الزیارات ہی میں حسینؑ ابن ثور سے مروی ہے کہ امام صادق نے  
 فرمایا ہے۔

شہادت فرزند رسولؐ پر کائنات عالم کی ہر چیز نے گریہ کیا ہے سوائے تین  
 چیزوں کے۔ بصرہ۔ دمشق اور آل عثمان۔  
 ان روایات کی طرح دیگر روایات بھی بکثرت موجود ہیں جن بمقام دمشق کا نام لیکر  
 اہل دمشق کی مذمت کی گئی ہے۔ جہاں تک روایات مدح کا تعلق ہے وہ  
 بھی اذروئے تعداد کم نہیں ہیں۔

جن میں بتایا گیا ہے کہ سرزمین شام محل انبیاء ہے اگر بنظر غائر دیکھا جائے  
 تو مدح و ذم کی ان دونوں قسم کی روایات میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے کیوں کہ  
 جہاں تک مذمت خود سرزمین کا تعلق ہے وہ کئی اعتبار سے مقدس ہے۔ لیکن  
 جہاں تک اہل ان شام کا تعلق ہے وہ ہر لحاظ سے ہر دور میں قابل مذمت  
 رہے ہیں۔ اکثر انبیاء اس خط میں آئے۔ اور اسی خط کے باشندوں نے خون  
 انبیاء سے اپنے ہاتھ سرخ کیے۔ جناب دانیال کو انہی لوگوں نے زندہ دگر کر لیا۔  
 جناب عیسیٰ کو انہی لوگوں نے سولی پر چڑھانے کی کوشش کی۔

جناب ذکر یا کھانہ انہی لوگوں نے آراسے دو تیم کیا ۔  
 جناب مریم کی عصمت کو انہی لوگوں نے داغدار کیا ۔  
 بت تراشی اور بت پرستی انہی لوگوں کا شعار تھی ۔

تاریخ کا معتد بہ حصہ ابالیان شام کے ان جیسے سیباہ کڈناموں سے سیباہ  
 ہے ۔ ناتہ صالح کو پتے کرنے والے یہی شامی تھے ۔

پھر خاتم الانبیاء کے فرزند گرامی کا بے گناہ خون بھی انہی کے دامن پر  
 نمایاں ہے ۔

سبے بڑھ کر وہ ظلم جو کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کی ذریت پر نہیں کیا  
 وہ ظلم بھی انہی شامیوں نے اپنے حصے میں لیا اور نبی زاد یوں کو سروپا برہمتہ  
 بے پالان کے اونٹوں پر دربار یزید میں پیش کیا ۔

یہ شامی ہی تھے جنہوں نے فرزند رسول کے سر پر مے نوشی کی ۔ اور دستہ  
 خوان لگا کر کھانا کھایا ۔

یہ شامی شہزادہ یزید ہی تھا جس نے اپنی کل ۔ تین برس کی حکمرانی  
 میں تین دہ کام کیے جن سے آج تک تاریخ اسلام کی پیشانی عرق الود ہے  
 اپنی حکومت کے پہلے سال فرزند خاتم الانبیاء کو شہید کیا اور نبی زاد یوں کو رکن بستہ  
 اپنے دربار میں پیش کیا ۔

حکومت کے دوسرے سال اس نے مدینہ الرسول میں قتل و غارتگری کا عمومی حکم دیا  
 جس کے متعلق تواریخ کے ساتھ احادیث نبویہ موجود ہیں کہ اہل مدینہ کو خوف زدہ  
 کرنے والا جہنمی کتا ہوگا

اس ظالم کی فوج نے اس بے دردی سے مدینہ میں سفاکان مظاہرہ

کیا کہ۔

اتبہ المذاب کے مطابق بروایت واقدی ابن اسحاق ابن شام جب مدینہ کے مہاجرین و انصار کا وفد شہادت غریب رسول کے بعد ینزید کے پاس دمشق آیا اور شکوہ کیا۔ تو اس مسلمان نما کا فر نے اس وفد کو کوئی اہمیت نہ دی بلکہ ارکان وفد کو چیرٹانے کی خاطر ان کی موجودگی میں بھرے دربار میں شراب پیتا رہا طنبورہ بجاتا رہا۔ اور نبی کریم اور نبوت کا مذاق اڑاتا رہا۔

یہ سب کچھ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ارکان وفد واپس مدینہ آئے اور انہوں نے تمام موجود صحابہ کو دربار دمشق کی جلد کیفیات سے مطلع کیا۔ تو انہی صحابہ نے اس کی بیعت کی جو اپنے گلے سے اتار پھینکا اور اس کے مقررہ کردہ والی مدینہ عثمان ابن محمد ابن ابوسفیان کو مدینہ سے باہر نکال باہر کیا۔ جن صحابہ نے ابوبکر کی بیعت کی تھی ابوبکر کے حکم سے عمر کو خلیفہ تسلیم کیا تھا۔ اس کی بنائی گئی مشورہ کمیٹی کو قبول کیا تھا۔ عثمان کی بیعت کی تھی۔ اور ام المومنین عائشہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر خلیفہ وقت کے خلاف جنگ جمل میں حصہ لیا تھا۔ انہی صحابہ نے غسیل ملائکہ کے پوتے عبداللہ ابن حنظلہ کی بیعت کر لی تھی۔

ابن حنظلہ نے بنی ہاشم پر بیٹھ کر اعلان کیا تھا۔

لوگو! ہم نے ینزید کی بیعت کا جو اس وقت اتارا ہے جب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ اگر اب اس بیعت پر رہے تو ہم پر آسمان سے عذاب خدا نازل ہو گا۔

ینزید وہ شخص ہے جس کی نگاہ میں۔ ماں۔ بیٹی۔ بہن اور بیوی سب برابر ہیں۔ فسق و فجور کی اس انتہا کو پہنچ گیا ہے کہ اس وقت وہ ماں۔ بہن اور بیٹی تک

سے منہ کالا کر چکا ہے۔

سرماء شراب پیتا ہے۔ اولاد انبیاء کا قاتل۔ قیامت کا سنگر۔ وحی کا انکاری  
اور قرآن کا منکر ہے۔

بخدا! اگر میرے ساتھ ایک بھی شخص نہ ہوتا۔ یا اب نہ رہے تو میں  
تنہا میدان میں کھڑا رہ کر تحفظ ناموس اسلام کی خاطر جو کرسکوں گا کروں گا۔  
جب زید کو یہ اطلاع ملی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو شامیوں کا ایک لشکر  
دے کر مدینہ فتح کرنے کی خاطر بھیج دیا۔

مدائنی نے اپنی کتاب۔ وقعتہ الحرمہ۔ میں نقل کیا ہے کہ۔  
فوج زید تین دن تک مدینہ میں عام قتل و غارت کرتی رہی۔ عصمت دری  
کی انتہا ہو گئی۔ قریش انصار اور مہاجرین سرداروں میں سے سات افراد قتل  
ہوئے۔

دس ہزار مقتول ایسے تھے جو عوام سے غیر معروف تھے مدینہ کی گلیوں  
میں خون سیلاب کی طرح بہتا تھا۔ خون کی سطح اتنی بلند ہوئی کہ روضہ رسول تک  
پہنچ گیا۔

مسجد نبوی خون سے لبرینہ ہو گئی۔

شعبی کے مطابق واقعہ خروہ کے بعد مدینہ کی دس ہزار کنواری لڑکیاں  
بچے بنے۔

تیسرا کام جو اس غیث نے کیا وہ تعاقبیت اللہ پر آتش بازی جس کے نشانات  
آج تک کوہ فاران کے پتھروں پر بصورت سیاہی نظر آتے ہیں۔ ہوالیوں کہ عید اللہ  
ابن زبیر حرام المؤمنین عائشہ کا بھانجہ اور ابو بکر کا نواسہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ

فرزند رسول کی شہادت کے بعد عام لوگ یزید سے متفرق ہو چکے ہیں۔ اب لوہا گرم ہے۔ اگر میں بھی اقتدار سے اپنا حصہ بانٹ لوں تو میرے مقدر بھی کھل جاتیں گے۔

یہ چونکہ مکہ میں امام حسین سے پہلے پہنچا ہوا تھا۔ اور امام حسینؑ کی مکہ میں سکونت کے عرصہ میں جس قدر ذہنی تکلیف اسے تھی اور کسی کو نہ تھی۔ امام حسینؑ تو مکہ سے سوئے کر بلاروان ہو گئے تھے۔

لیکن اس نے مکہ کو مستقل اڈہ بنالیا۔ شہادت امام حسینؑ کے بعد جب واقعہ سرہ پیش آیا تو اس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

چنانچہ اس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے لوگوں سے بیعت لینے میں مصروف ہو گیا۔ جب یزید کو اطلاع ملی تو اس نے مسلم ابن عقبہ کے نام مدینہ میں ہی حکم بھیجا کہ مدینہ کے مہاجرین و انصار کی سرکوبی کے بعد مکہ میں ابن ربیع کی خبر بھی لے لینا۔

یہ خبیث تو راستہ ہی میں فی النار ہو گیا۔ اس نے حصین ابن نمیر کو اس مہم کا انچارج بنا دیا۔ حصین نے یزید کو مسلم کی خبر ہلاکت دینے کے ساتھ ساتھ اپنے متعلق پر چھا۔ یزید نے اس کی فوج سالاری پر صائد کر دی اور آگے لشکرے کر آ گیا۔ مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن ربیع نے مکہ سے نکلنے سے انکار کر دیا۔

اس نے توپیں نصب کیں اور خانہ خدا پر آتش باری شروع کر دی۔ بیت اللہ منہدم ہو گیا۔ غلاف کعبہ جل گیا بیت اللہ کو جلانے کے بعد تیسرے ماہ یزید اپنے کیفر کو دار کو پہنچا۔

## نسبِ یزید :-

کامل الزیارة میں داؤد ابن فرقد سے مروی ہے کہ میں امام صادق سے سنا ہے فرما رہے تھے۔  
جناب سچا اور فرزند رسول کا قاتل حرامزادہ تھا۔

## سوال :-

بعض افراد یہ سوال کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کے قاتل سے مراد یزید نہیں بلکہ شمر ہے کیونکہ یزید تو شام میں تھا جس شخص نے خنجر بدست ہو کر امام حسینؑ کو شہید کیا وہ یزید نہیں شمر تھا پھر یزید کو حرامزادہ ثابت کرنے کی خاطر کیسے قاتل فرزند رسول بنایا جاتا ہے ؟ یا یزید کو قاتل امام حسینؑ ثابت کر کے کیسے حرامزادہ کہا جاسکتا ہے۔

اس انکار کے لیے ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے امام اہل سنت سبط ابن جوزی کا پیش کردہ جواب سامنے رکھ دیتے ہیں۔ بالکل ہی سوال سبط ابن جوزی سے کیا گیا تھا۔

اکنے جواب میں یہ شعر پڑھ کر سنا دیا۔

سہم اصاب و رامیہ بذی سلم من بالعراق لقد ابدت موماک  
اگر ایک شخص مقام ذی سلم پر کھڑے ہو کر تیر مارے اور وہ تیر  
عراق کے کسی باشندے کو جا لگے تو قاتل وہی تیر انداز ہوگا۔ اور  
زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ تیر انداز نے بڑا لمبا نشانہ

لیا ہے۔

یزید جو نہی اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا تو اس نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ یزید نے والی مدینہ کو خط لکھا۔ خط لکھ لینے کے بعد ہر تہاری سمجھ سکتا ہے کہ فرزند رسول کا قاتل یزید کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ خط ملاحظہ فرمائیے۔

### روضۃ الصفاء

ان ابی معاویۃ الذی	میرا باپ معاویہ بخور سے ارض
کان خلیفۃ الارض	کے مشرق و مغرب کا حکمران تھا
شرقاً وغرباً استراح	دنیا سے آخرت کی طرف چلا
عن الدنیا وصار الی	گیا ہے۔ اس نے مجھ اپنی
الآخرۃ ولقد جعلنی	زندگی میں ولی عہد بنا دیا تھا اور
خلیفۃ فی حیوۃ و	مجھے وصیت کی تھی کہ ابو ترابؓ
اوصی الی ان احذر من	کی اولاد سے ہوشیار ہوں۔
ولد ابی تراب وانت	اے ولید تجھے علم ہونا چاہیے
یا ولید لتعلمن ان	کہ اللہ جو جبار اور منتقم ہے
المنتقم الجبار لیاخذ من	وہ عمن عثمان کا بدلہ آل بو طالب
آل ابی طالب ثا و الشہید	سے۔ یہ گا اور اس انتقام کا ذریعہ
المظلوم عثمان ابن عفان	آل ابوسفیان کو بنائے گا۔
وليجعلن الواسطۃ فی ذلک	میرے اس خط کے مضمون



آل ابی سفیان فحیث ما  
وقف علی مضمون الکتاب  
فخذ من اهل المدینة  
بیعتی ولا تمهل وخذ  
بیعتی من الاشراف  
الاربعة وبالخصوص  
من الحسین ابن علی  
واضرب عنقه ان امتنع  
منها وابعث الی برأسه

سے آگاہی کے بعد اہل مدینہ  
سے بیعت کے کسی کو مہلت  
نہ دے۔ مدینہ کے چار شرفار  
سے بھی بیعت لے بالخصوص  
حسین ابن علی سے میرے لیے  
بیعت لے اگر وہ میری بیعت  
سے انکار کرے تو اس کی  
گردن مار کے سر میری طرف  
بھیج دے۔

والسلام

والسلام۔

خط کا اصل متن روضۃ الصفاد سے آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔  
اس کے مندرجات پر غور فرمائیں اور پھر فیصلہ کریں کہ قاتلِ فرزندِ رسول کون  
ہے؟

فرزندِ رسول کو کس جرم میں قتل کیا گیا ہے؟

کیا فرزندِ رسول کا جرم بیعت سے انکار تھا؟

کیا ابنِ زیاد نے اپنی طرف سے فرزندِ رسول کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا؟

I۔ یزید کہتا ہے میرا باپ مشرق و مغرب کا حکمران تھا۔

II۔ میرے باپ نے زندگی میں مجھے ولی عہد بنا دیا تھا۔

III۔ میرے باپ نے مجھے اولاد علیؑ سے ہوشیار بننے کی وصیت کی تھی۔ یزید

کا یہ جملہ ان لوگوں کے لیے مقامِ فکر ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معاویہ نے یزید

کو وصیت کی تھی کہ حسینؑ ابن علیؑ تیرا شہداء رہے۔ اس سے حسن سلوک کرنا۔

II۔ اللہ انتقام عثمان آل ابوطالب سے بواسطہ آل ابوسفیان لے گا۔ اس جملہ سے یزید کی بدباطنی صاف واضح ہے۔ یزید نے بیعت کو تو صرف بہانہ بنایا تھا۔ فی الواقع انتقام عثمان کے بہانہ سے یزید آل ابوطالب کو نابود کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ یزید کا انفرادی نظریہ نہیں تھا بلکہ یزید کو حکومت میں وراثت ملا تھا۔ عثمان کا نام بھی صرف امت مسلمہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی خاطر استعمال کیا گیا ہے۔ درحقیقت میں مقتولین بدر کا انتقام تھا جو آل ابوطالب سے لیا جانا تھا کیونکہ مکی کفار کی اکثریت اولاد ابوطالب کے ہاتھوں فی النار و السفر ہوتی تھی۔

III۔ چار شرفاء سے بیعت لینا اور بالخصوص حسینؑ ابن علیؑ سے بیعت لینا۔ اگر حسینؑ بیعت سے انکار کرے تو اس کا سرتن سے جدا کر کے میری طرف بھیجنا۔

یعنی اگر دوسرے انکار کریں تو کوئی حرج نہیں لیکن حسینؑ انکار کرے تو اسے قتل کر دینا۔

کیا اس خط سے یہی نہیں سمجھا جا رہا کہ۔

یزید کو وصیت میں جو کچھ کہا گیا تھا یزید اس پر عمل کر رہا تھا۔ معاویہ نے یہی کہا ہو گا۔ بیٹے علیؑ اور حسنؑ کو تو میں نے سنبھال لیا ہے اب ابوطالب کی اولاد سے حسینؑ باقی ہے اور اسے تو نے ختم کرنا ہے۔

مثالب الصحابہ کے مطابق۔ میسر بن بکیر اگر چہ معاویہ کی زوجیت

میں تھی لیکن اس کے مراسم اپنے باپ کے غلام سے تھے۔ اور یزید اسی غلام کا بیٹا تھا۔

حبیب البیر کے مطابق جب یزید اپنی ماں میسون کے شکم میں تھا معاویہ نے میسون کو طلاق دے دی تھی کیونکہ اسے پتہ چل گیا تھا کہ میسون کے اپنے باپ کے غلام سے تعلقات ہیں۔

یزید کو عداوت آل محمدؐ وراثت ملی تھی معاویہ نے یہ عداوت یزید کی رگ رگ میں بٹھادی تھی۔ خود معاویہ عداوت آل محمدؐ پر پلا پڑھا تھا۔

زخم شریٰ کی ریح الا برار اور ابن عبید ربیع کی عقدا الغریبہ کے مطابق جب معاویہ کو فرزند رسول امام حسن کی شہادت کی اطلاع ملی تو فرط حسرت سے جھوم اٹھا۔ کافی میں امام صادق سے مروی ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

شار کھو فی الاصول      تو بنی آدم کے مال اور اولاد  
والاولاد۔      میں شریک رہ جانا تجھے  
اجازت ہے۔

یہ آیت ذاتِ احیث کی جانب سے شیطان کو خطاب ہے۔ جب شیطان رحیم بوکر بارگاہِ خالق سے نکلنے لگا تھا اور اس نے مہلت مانگی تھی تو ذاتِ احیث نے وقت معلوم تک کی مہلت دینے کے بعد اسے یہ فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان جب شریکِ اولاد ہونا چاہتا ہے تو وہ موت سے وہی سلوک کرتا ہے جو شوہر کرتا ہے۔ کسی نے عرض کیا۔

قید پتہ کیسے چلتا ہے؟

اپنے فرمایا۔

ہماری محبت یا ہمارے بغض سے ہمارا محب اپنے باپ کا اور ہمارا دشمن شیطان کا نطفہ ہوتا ہے۔

عداوت فرزند رسول و زید :-

بعض حقائق نا آشنا مورخین یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے مابین نسبی عداوت تھی۔ اس سلسلہ میں ایک خود ساختہ واقعہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ بنی ہاشم اور امیہ جڑواں بھائی تھے۔ دونوں کی پشتیں باہم ملی ہوئی تھیں انہیں تلوار سے جدا کیا گیا تھا یہ دیکھ کر کہ انہوں نے کہا تھا کہ ان دونوں کے درمیان ہمیشہ تلوار چلتی رہے گی۔ یہی نسبی عداوت تھی جو واقعہ کر بلا کا سبب بنی ہے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ دعوے صرف دعوے ہی رہ جاتا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت سامنے نہیں آتی۔

کیونکہ اولاً تو محقق مورخین اس واقعہ ہی سے انکار کرتے ہیں کہ ہاشم اور امیہ جڑواں تھے۔ ان کے مطابق امیہ ہاشم کا بھائی نہیں بلکہ غلام تھا۔

ثانیاً تاریخ بتاتی ہے کہ ہاشمی اور اموی عداوت اس وقت سامنے آئی جب آنحضرتؐ نے تبلیغ اسلام شروع کی۔ تبلیغ اسلام سے قبل بنی ہاشم کے اقتدار سے حد کرنے والے دیگر قبائل میں سے بنی امیہ بھی ایک قبیلہ تھے۔ جس طرح دیگر قبائل عرب بنی ہاشم کا کعبہ پر اقتدار گوارا نہیں کرتے تھے اسی طرح بنی امیہ

کو بھی یہ اقتدار چھٹتا تھا۔ چونکہ بنی امیہ نسبتاً دیگر قبائل سے افرادی اعتبار سے زیادہ تھے اس لیے دیگر حاکم قبائل بنی ہاشم کے خلاف انہیں ہی آگے رکھتے تھے۔

تبلیغ اسلام کے آغاز سے قبل کسی بھی تاریخ میں ہاشمی اور اموی کھلمیڈان میں ایک دوسرے سے نہ رازنا نظر نہیں آتے۔  
ثالثاً:

اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تو فتح مکہ کے وقت جناب عباس جو بنی ہاشم سے تھے ہی ابوسفیان کو اپنے گھوڑے پر سوار کر کے آنحضرت کی خدمت میں لائے تھے اور ابوسفیان نے شکست تسلیم کر لی تھی۔ نسبی عداوت کا تو تقاضا یہ تھا کہ جناب عباس ابوسفیان کو قتل ہونے دیتے۔ پھر یہ جناب عباس ہی تھے جن سے مدینہ میں ابوسفیان نے کہا تھا کہ۔

مسلمان ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ تم دشمن اسلام تھے۔ آپ آنحضرت سے سفارش فرمائیں کہ وہ ہمیں اپنے قرب کا موقع دیں تاکہ مسلمانوں کے طعنہ کم ہو جائیں۔ چنانچہ جناب عباس ہی کی سفارش پر آنحضرت نے معاویہ کو اپنے پاس خط لکھنے کی خاطر بٹھایا۔

جسے بعد میں کاتب وحی کا لقب دے دیا گیا۔  
اور اگر نسبی عداوت ہوتی تو جناب عباس ابوسفیان کی سفارش کیوں کرتے؟

تبلیغ اسلام کے بعد ابولہب جو بنی ہاشم سے تھا آنحضرت کے دشمنوں سے شمار ہوتا تھا۔

اگر مقصد اختصار نہ ہوتا تو اس ضمن میں مسلمہ تاریخوں سے ہاشمی اور مولوی کی بے شمار ایسی مثالیں پیش کی جاتیں جن سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ خاندانی عداوت کا واقعہ خانہ ساز ہے۔

بعض مورخین نے ایک سبب کسی عورت کا واقعہ بھی لکھا ہے کہ کہ یہ واقعہ فوری عداوت کا باعث بنا تھا۔ لیکن یہ واقعہ بھی ان مورخین کی ذہنی ساخت سے ہے۔ کیونکہ۔

اولاً تو یہ واقعہ خود متنازعہ فیہ ہے۔ بعض مورخین نے عبد اللہ ابن عامر کی بیوی بتاتی ہے اور بعض مورخین نے عدی ابن حاتم کی بیوی کا نام لیا ہے۔ یہ مورخین آج تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ ان میں سے کون تھی؟  
مثلاً:

تاریخ کربلا میں کسی بھی مقام پر نہ تو فوج یزید کی طرف سے اور نہ انصار حسین کی طرف سے اس واقعہ کا کہیں تذکرہ ہوا ہے۔ اگر فوری سبب عداوت بھی ہوتا تو کم از کم کہیں تو اس کا تذکرہ بھی آئے تاریخ کربلا میں اگر کچھ ملتا ہے تو وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ۔

فوج یزید کی طرف سے خون عثمان کے انتقام کا غرہ لگا ہے۔ اور انصار فرزند رسول کی طرف سے دین خدا اور توحید و رسالت کا غرہ لگا ہے۔

ممکن ہے بعض نام ذہنی یہ خیال کریں کہ چونکہ ایک عورت کی بات تھی اس لیے اسے بیچ میں نہیں لایا گیا۔ تو ایسے لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ۔

اگر یزید کا دوسرا برنسٹن و فوج سامنے لایا جاسکتا ہے تھا تو پھر اس واقعہ کے تذکرہ میں کیا حرج تھا۔

جب کہ ظاہری لحاظ سے اس واقعہ میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی آپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ واقعات دو ہیں ان لیے میں دونوں واقعات کے مشترک نکات پیش کر رہا ہوں۔

یزید نے ام خالد کو دیکھا یا اپنے کمرہ میں اس کی دیوار پر منقش تصویر دیکھا۔ یزید اس پر عاشق ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ معاویہ نے دہر پوچھی۔ اور جب اسے معلوم ہوا تو اس نے عمر وعاص سے مشورہ کیا۔ عمر وعاص نے کہا اس عورت کے شوہر کو انفات سے نواز اسے شام میں بلا۔ پھر میں سنبھال لوں گا۔

معاویہ نے نے شہدائیات، مہجراتے شام آنے کی درخواست کی دولت کی چکاچوند دیکھ کر وہ آپ میں نرہا۔ اور شام آگیا۔ فوراً شرف باریابی ملا دربار میں بیٹھنے کے بعد عمر وعاص نے پوچھا۔

کیا تیری بیوی بھی ہے؟

اس نے کہا۔

ہاں میں شادی شدہ ہوں اور بیوی ہے۔

عمر نے سر پیٹ لیا۔

اس نے پوچھا۔

کیا بات ہے۔

عمر نے کہا۔

معاویہ تجھے اپنی بیٹی رملہ کا رشتہ دینا چاہتا تھا۔

اس نے کہا۔ اب کیا ہوگا۔

عمر نے کہا۔ اگر معاویہ تجھ سے بیوی کا پوچھے تو کہہ دینا کہ میری بیوی نہیں ہے۔

اس نے کہا ٹھیک ہے۔

کچھ دیر بعد معاویہ نے احوال پرسی کی۔ اور اسی دوران معاویہ نے پوچھا۔

کیا تیری بیوی ہے۔

اس نے کہا نہیں ہے۔

معاویہ نے کہا۔

اگر ہو تو وہ مطلقہ بائٹہ ہوگی

اس نے کہا۔ ہاں۔

معاویہ نے کاتب سے کہا۔ یہ لکھ لے۔

کاتب نے طلاق لکھ لی۔

پھر معاویہ نے ابوہریرہ کو اس عورت کے پاس بھیجا کہ جا کر اسے ایک تر اطلاع دے کہ تجھے تیرے شوہر نے طلاق دے دی ہے۔ اور دوسرے زیادہ کے لیے خواہش گاری کر۔ ساتھ ہی معاویہ نے کافی سے زیادہ تحائف بھی دیتے ابوہریرہ تحائف لے کر واپس آیا۔

اس وقت میں پہلے عبداللہ ابن عمر ملا علیک سلیک کے بعد اسے تمام واقعہ



سنایا۔ بعد اللہ نے کہا۔

یزید کے ساتھ میرا تذکرہ بھی کر دینا۔

دوسرے نمبر پر عبد اللہ ابن زبیر ملا۔ اس نے بھی ابو ہریرہ سے اپنا نام پیش کرنے کو کہا۔

تیسرے نمبر پر امام حسینؑ ملے انہوں نے بھی اپنا نام فہرست میں شامل کرادیا۔

ابو ہریرہ اس عورت کے پاس پہنچا اسے تمام حالات بتاتے۔ پھر بتایا کہ یزید کے علاوہ عبد اللہ ابن عمر، عبد اللہ ابن زبیر، اور امام حسینؑ بھی خواہگار ہیں۔

عورت نے کہا۔

آپ مشورہ دیں میں ان میں سے کسے منتخب کروں۔

ابو ہریرہ نے کہا۔

اگر ایسی جگہ جانا چاہتی ہے جہاں صرف دولت ہی دولت ہو دین کا نام نہ ہو تو یزید سے شادی کر لے۔

اگر ایسی جگہ جانا چاہتی ہے جہاں صرف دین ہی دین ہو دنیا نہ ہو تو امام حسینؑ سے شادی کر لے۔

اگر ایسی جگہ جانا چاہتی ہے جہاں نہ دین نہ دنیا تو کسی اور کو منتخب کر لے۔

عورت نے کہا۔

دنیا جیسے تیسے گزر جائے گی۔ دین اچھا ہے لہذا میں امام حسینؑ کو منتخب

کرتی ہوں۔

چنانچہ ابوہریرہؓ اسی رقم کے حق مہر پر جو شام سے معاویہ کی طرف سے لایا تھا۔

امام حسینؑ سے عقد پڑھ دیا۔

کچھ عرصہ انتظار کے بعد اس شہر نے عمرو عاص سے کہا کہ میں اپنی پہلی بیوی چھوڑ بیٹھا ہوں اور معاویہ ابھی تک اپنی بیٹی نہیں دے رہا۔

تو عمرو عاص نے مسکاکے کہا۔

بندہ خدا! معاویہ کہتا ہے جب تو نے میری بیٹی کی خاطر اتنی حسینہ کو طلاق دے دی ہے تو کل اگر تجھے میری بیٹی سے بھی اچھی عورت مل جائے تو تو میری بیٹی کو بھی طلاق دے دے گا۔ ایسے بے اعتماد آدمی سے میں رشتہ نہیں کرتا۔

اب یہ روتا دھوتا واپس مدینہ آیا۔ بڑا حال تھا۔ امام حسینؑ سے بھی ملاقات ہوئی۔

آپ نے پوچھا۔

یہ کیا شکل بنا رکھی ہے۔

اس نے عرض کیا۔

دھوکا میں مارا گیا ہوں۔

آپ نے مسکاکے پوچھا کیا بیوی کے لیے پریشان ہے؟

اس نے کہا۔

ہاں۔

آپ نے اسے بٹھایا۔ کھانا کھلایا۔

پھر اس عورت کو بلایا۔ اور فرمایا۔

جب سے تو میرے عقد میں آئی ہے میں نے تجھے ہاتھ تو نہیں لگایا؟  
عورت نے کہا۔ نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر تجھے موقع مل جائے تو اپنے اس سابقہ مشہرے  
شادی کرے گی۔

عورت نے کہا۔ ہاں کر لوں گی۔

آپ نے فرمایا۔

تو پھر اس وقت سے میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ عدت گزارنے کے بعد اس  
سے شادی کر لینا۔

جب ابو ہریرہ واپس شام گیا۔ اور اس نے معاویہ کو واقعہ سنایا تو۔

معاویہ نے کہا۔

بندہ خدا! ہمارے پیسے سے لوگوں کی شادیاں کرتا پھر تائے۔ میں نے  
تجھے کس لیے بھیجا تھا اور تو کیا کر کے آیا ہے؟

ابو ہریرہ نے کہا۔

جہاں تک مال کا تعلق ہے تو وہ تجھے وراثت میں ابا جان سے نہیں ملا  
تھا۔ امت مسلمہ کا مال ہے۔ اس مال سے اگر تیرا بیٹا یا یزید شادی کر سکتا ہے  
تو فرزند رسول کیوں نہیں کر سکتا۔

جہاں تک عورت کا تعلق ہے اگر وہ تیرے بیٹے کو قبول کر لیتی تو میں زبردستی  
فرزند رسول سے نکاح نہیں کر سکتا تھا۔

یہ ہے واقعہ۔ اس واقعہ میں اگرچہ معاویہ اور عمر و عاص کی طرف سے فریب دیا گیا ہے۔ لیکن یہ ایسا فریب نہیں ہے جسے پھیلانے کی ضرورت ہو کیونکہ اصل کمزوری تو اس عورت کے شوہر میں تھی اگر وہ معاویہ کی دامادی کا لالچ نہ کرتا تو معاویہ یا عمر و عاص اسے مجبور تو نہیں کر سکتے تھے۔

چونکہ یہ واقعہ واقعہ کربلا کے بعد بعض سیاسی مصالح کے پیش نظر گھڑا گیا ہے۔ اس لیے واقعہ کربلا میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ یہ تو صرف یزید کے و مترخوان پر پلٹنے والوں نے یزید کی طرف داری میں نواسہ رسول کو مقہوم کرنے اور خون حسین کے زور کو کم کرنے کی خاطر بنایا گیا ہے۔

### اصل سبب عداوت :-

جو سبب عداوت خود امام حسینؑ نے بتایا ہے اصل سبب عداوت ہے اور تاریخ بھی اسی سبب کی مؤید ہے۔

وہ سبب عداوت اس واقعہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ مروان جب معاویہ کی طرف سے مدینہ میں گورنر تھا۔ تو معاویہ نے مروان کو لکھا کہ۔

یزید کے لیے عبد اللہ بن جعفر طیار کی بیٹی کثوم کا رشتہ مانگ۔ مروان نے جناب عبد اللہ سے معاویہ کی خواہش کا تذکرہ کیا۔

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔

تجھے معلوم ہے کہ کثوم جناب امیر کی نواسی اور امام حسینؑ کی بھانجی

ہے۔

ہمارے خاندان کا بزرگ امام حسینؑ ہے۔ میں ان معاملات میں نہیں پڑتا۔  
اس سلسلہ میں جو بات بھی کرنا ہو امام حسینؑ سے کر۔  
مروان مسجد نبویؐ میں بیٹھا تھا۔ امام حسینؑ بھی تشریف فرما تھے۔ کچھ اور معززین  
بھی بیٹھے تھے۔

مروان نے امام حسینؑ سے کہا: معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں عبداللہ  
ابن جعفر سے اس کی لڑکی کا رشتہ یزید کے لیے مانگوں۔ جناب عبداللہ نے  
آپ سے بات کرنے کو کہا ہے۔

آپ جس قسم مقرر کریں۔ مجھے قبول کرنے کا اختیار ہے۔  
معاویہ نے عبداللہ ابن جعفر طیار کے تمام قرضہ جات ادا کرنے کا وعدہ  
بھی کیا ہے۔

اگر رشتہ ہو جائے تو ہماری باہمی صلہ بھی ہو سکتی ہے۔  
یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آج کل اہل بیت پر رشک کرنے والے کم میں اور  
یزید پر رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔

آپ یہ تو جانتے ہیں کہ یزید ان افراد سے ہے جن سے مہر مانگنا باعث  
عیب ہے۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یزید جیسا کھولنا مشکل ہے۔  
آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یزید کا واسطہ دے کر بادلوں سے بارش بھی  
مانگی جاسکتی ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: مروان تو نے اپنی باتیں کر لی ہیں۔ اور ہم نے سن لی ہیں  
اب میں بات کرتا ہوں تو سن۔

تیرا حق مہر کے متعلق یہ کہنا کہ ہم جتنا مانگیں تو ادا کرے گا۔ تجھے یقین رکھنا چاہیے کہ ہماری بیٹیاں بہر سنت سے ایک پائی بھی زیادہ نہیں لیتیں اور وہ چار سو اسی درہم ہے۔

تیرا یہ کہنا ہے کہ معاویہ عبداللہ کے تمام قرض ادا کر دے گا۔ بھلا آج تک تو نے کبھی دیکھا ہے کہ ہماری بیٹیوں نے ہمارے قرض ادا کیے ہوں یا ہم نے اپنی بیٹیوں کو اپنے قرضوں کے عوض فروخت کیا ہو۔ وہ اور لوگ ہیں جو اپنی بیٹیاں قرضوں میں دیتے ہیں۔

جہاں تک تیرا یہ کہنا ہے کہ باہمی صلہ ہو جائے گی تو یہ اس لیے درست نہیں کہ ہماری اور تمہاری باہمی جنگ دنیا کے لیے نہیں بلکہ دین کیلئے ہے اور دین میں لڑائی کے سلسلہ میں جب نسب کام نہیں آتے تو یہ عارضی رشتے کب فائدہ مند ہو سکتے ہیں۔

تیرا یہ کہنا کہ یزید ان افراد سے ہے جن مہر کا مطالبہ نہیں کیا جاتا تو تجھے معلوم ہو گا کہ مہر کا مطالبہ اس ہستی نے بھی کیا تھا جو یزید سے یزید کے باپ سے اور یزید کے دادا سے بدرجہا اشرف و اعلیٰ تھی۔

تیرا یہ کہنا کہ یزید جیسا کہ فلان مشکل ہے۔ شاید تو یہ بات بھول گیا ہے کہ یزید کا کھو آج بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ دولت اور حکومت سے کوفہ میں بدل جلتے۔

تیرا یہ کہنا کہ۔ یزید کے واسطے سے بارش مانگی جاتی ہے۔ مگر اسے ہو گیا ہے۔ کیونکہ جس چہرہ کا واسطہ دے کر بارش مانگی جاتی ہے وہ صرف اور صرف ایک چہرہ تھا جو رسول اللہ کا تھا۔

تیرا کہنا کہ آج کل اہل بیت کی نسبت یزید سے رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تو تجھے معلوم ہوگا کہ یزید پر رشک کرنے والے ہمیشہ جاہل اور بے دین رہے ہیں جب کہ ہم اہل بیت پر رشک کرنے والے ہمیشہ اہل عقل و خرد رہے ہیں اس کے بعد آپ نے اسی محفل میں جناب کلثوم کا عقد جناب قاسم ابن محمد ابن جعفر طیار سے کر دیا۔ اور مدینہ میں اپنی جائیداد سے کچھ حصہ دونوں بچوں کے نام کر دیا۔

یہ ہے سبب عداوت جو امام حسینؑ نے بتایا ہے کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے مابین اگر عداوت ہے تو وہ صرف اور صرف دین کی وجہ سے ہے۔ علاوہ ازیں نہ تو کوئی خاندانی دشمنی ہے اور نہ ہی سببی عداوت ہے۔ علاوہ ازیں جتنی تمام باتیں ہیں وہ صرف اموی ٹکڑوں پر پلنے والوں کی خانہ ساز ہیں جن کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ حیثیت۔ ابو سفیان نے سرور کوہین کے خلاف اسلام کی بدولت علم بغاوت بلند کیا تھا۔

معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف اسلام کی بدولت علم بغاوت بلند کیا تھا۔ یزید نے صرف اور صرف اسلام کی وجہ سے امام حسینؑ کو شہید کیا تھا۔



## اسیران آل محمد شام میں

### یزید کو اطلاع :-

جب یزیدی لشکر شام سے بارہ میل کے فاصلے پر پہنچا تو ان کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔ اب ان لوگوں کی کر بلا میں کاشت کی برداشت کے جذباتی لحاظ قریب تر ہو چکے تھے۔ ان کی جیبیں انعام کی خاطر بے چین تھیں۔

امیر لشکر نے یزید کو اطلاعی عریضہ لکھا جس میں اسے بتایا کہ ہمارے ساتھ فزیت رسول کے سر ہیں۔ اور رسول زادیاں رکن بستہ ہیں ہمیں کس وقت اور کس دروازہ سے گزرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

عریضہ بھیجنے کے بعد یہ لوگ میخواری میں مصروف ہو گئے۔ ہر طرف رقص و سرور کی مہفلیں گرم ہو گئیں۔ عید کا سماں تھا۔

مقتل ابو مصنف کے مطابق جب فاصد عریضہ لے کر یزید کے پاس آیا اس وقت یہ خبیث بیمار تھا۔ طیب پہلو میں بیٹھا تھا اور پاشو یہ کرا رہا تھا۔



قاصد نے کہا۔

اللہ نے تیری آنکھیں ٹھنڈی  
کر دی ہیں، ہم فرزند رسول کا سر  
لائے ہیں۔

اس نے طیب سے کہا۔

اپنا کام جلدی ختم کر۔

طیب نے اپنا حکمت دان سمیٹا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد  
یزید نے ابن زیاد کا مکتوب پڑھا۔ اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: تعجب ہے  
ابن زیاد نے فرزند رسول کو شہید کر دیا ہے۔  
نوٹ:-

بعض مورخین نے یزید کے اس جملہ سے یہ سمجھا ہے کہ یزید کو اس وقت  
تک قتل اولاد رسول کا علم نہ تھا۔ حالانکہ۔  
یہ قطعی غلط ہے۔ اس خیث کو سب کچھ معلوم تھا۔ کیونکہ ابن زیاد نے تیرہ  
محرم کو قاصد بھیج کر اسے اطلاع بھی دی تھی۔ اور مزید ہدایات بھی طلب کی  
تھیں۔ اور یزید نے اسے لکھا تھا کہ۔ اولاد رسول کے سر اور رن بستہ  
زہر زادیاں شام روانہ کر دے۔ ابن زیاد نے یہ سب کچھ اسی کے حکم سے  
کیا تھا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اسے واقعہ کربلا کے بعد فوراً جب ابن زیاد  
نے مطلع کیا تھا تو یزید نے اس واقعہ کا اظہار کسی سیاسی مصلحت کے پیش نظر  
نہیں کیا تھا اور اہل دربار و اہل شام میں سے کسی کو نہ بتایا تھا۔ اب جو قافلہ

ایران آل محمد کے پہنچ جانے کی اطلاع موصول ہوئی تو اس نے ازراہ تعجب یہ جملہ کہا اور اہل دربار کے سامنے شہادت فرزند رسول کی لعنت کو صرف ابن زیاد کی گردن میں ڈالنا چاہا۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں اس واقعہ سے قبل ازیں تعظاً لاعلم تھا۔

یزید نے اس وقت پورا ڈرامہ کھیلا خط پڑھنے کے بعد مذکورہ جملہ کہا۔  
پھر۔ اور پھر خط ایک درباری کے حوالہ کر دیا۔

حالانکہ جب اسے پہلی مرتبہ شہادت فرزند رسول کی اطلاع ملی تھی تو اس نے شام اور اطراف شام کے کاری گزر گروں کو بلا کر اپنے لیے ایک مثالی تخت اور تاج بنانے کا حکم دیا۔

اور جب ایران آل محمد کا فائدہ شام آیا تو اس نے وہی تخت لگانے کا حکم دیا۔ اور وہی نیا تاج سر پہ رکھا۔

پھر اس نے تمام شہر میں منادی کرائی کہ شام کو دہن کی طرح آراستہ کیا جائے۔ تمام سرداران قبائل شیوخ محلہ اور سربراہان بلدیہ کو صفائی کا حکم دیا۔ دیواروں پر قلعی کی جائے۔ چھتوں پر شمعیں ادیزاں کی جائیں۔ دروازوں پر خوبصورت پردے لٹکائے جائیں۔ ہر چوک پر محراب بنائے جائیں۔ فضا کو معطر کیا جائے۔ گلی کو چوں میں گلاب پاشی کی جائے۔ محلات کو آراستہ کیا جائے۔ بازار سجائے جائیں۔ گھروں کی زیبائش کی جائے۔ گڑھوں کو پر کیا جائے۔ ڈھیروں کو ہموار کیا جائے۔

تمام اہل شہر کو حکم ملا۔ عید کے لباس پہنیں۔ خوشی منائیں۔ خور و کھاں۔

پیر و جوان۔ امیر و فقیر۔ صغیر و کبیر۔ مرد و زن۔ آقا و غلام۔ بقنا ہو سکتے ہیں کو مزین کریں۔ آج کوئی عورت منہ پر نقاب نہ ڈالے۔ آج کوئی حرام محمد حرام نہیں۔ جو کریں جائز ہے کسی سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ہر گھر کے صحن میں۔ ہر مکان کی چھت پر۔ ہر گلی میں۔ ہر موڑ پر۔ ہر چوک پر۔ اور ہر دکان کے سامنے ڈھول بجائے جائیں۔ گانے گاتے جائیں۔ طبلہ و ساز گچی سے نضا گو نجی رہے۔ تین دن ان انتظامات میں صرف ہوتے اور یہ تین دن ذریت نبی کی رکن ستہ مستورات نے دمشق سے باہر انتظار میں گزارے۔

چوتھے دن امیران آل محمدؑ کو دربار میں لانے کا حکم ملا۔ منادی جگ جگ اعلان کر رہے تھے کہ۔

اہل حجاز سے ایک شخص نے یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور حجاز سے عراق کی طرف چلا گیا تھا۔

یزید کے عراقی گورنر نے اس باغی کو قتل کیا ہے اور اب اس باغی کے اہل خاندان رکن ستہ دمشق میں لائے جا رہے ہیں۔ جو شخص بھی ہم بنی امیہ کے محب اور ہمارے دشمن کا دشمن ہے۔

جیسے ہماری فتح کی خوشی ہے وہ ہر لحاظ سے اظہارِ مسرت کرے اور ہمارے ساتھ ہمارے جشن میں شرکت کرے۔

اس منادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر گلی کو چہ میں رقص شروع ہو گیا۔ ہر طرف گانے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چار سو ڈھول بجنے لگے۔

ایک سو بیس جھنڈے بنائے گئے۔ ہر جھنڈے سے پانچ پانچ ہزار تاشائی کو جھک کر کے استقبال امیران آل محمدؑ کی خاطر روانہ کیا گیا۔

یہ بدھ کا دن تھا۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ قمری۔

جناب سجاد فرمایا کرتے تھے کہ اہل شام کے اس استقبال سے مجھے کربلا کے تمام واقعات بھول گئے تھے۔ مجھے اور نبی زادوں کو ایک رسی میں باندھا گیا تھا ہمارے ارد گرد نیزہ برداروں کا گروہ تھا اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکتا تھا تو پشت پر نیزوں سے خون کے فوارے ابل پڑتے تھے۔

بیرون دمشق سے ایمران آل محمد آئے۔ اندرون دمشق سے استقبال کرنے والے آئے جب یہ دونوں باہم ملے تو ننادی نے ندا کی۔

یا اهل الشام انظروا شامیو! دیکھ لو یہ ملعون کے

الی اهل بیت الملعون۔ اہل بیت ہیں۔

دونوں لشکروں کے سالار گلے ملے۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔

جناب ام کلثوم زینب نے شمر سے فرمایا۔

مجھے معلوم ہے ام غنی زادیاں ہیں؟

شمر نے کہا۔ میں جانتا ہوں تم محمدؐ کی اولاد ہو۔

بی بی نے فرمایا۔

اگر ہمیں نبی زادیاں نہیں سمجھتا تو تیری مرضی پر ہم انسان تو ہیں اور تجھے معلوم

ہے کہ ہم رکن بستہ ہیں۔

شمر نے کہا۔ مجھے کیوں بتا رہی ہو۔ مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ تم

رکن بستہ ہو۔

بی بی نے فرمایا۔ ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب کسی مجبور کی ضرورت بھی

پوری کی جاتی ہے۔

شمر نے کہا۔ ہاں کی جاتی ہے۔ بتاؤ اگر کوئی ضرورت ہے اور میرے بس میں ہوا تو میں ضرور پوری کروں گا۔

بی بی نے فرمایا۔  
اگر مہربانی کر سکتے تو تین کام کر دے۔  
شمر نے کہا۔ کون سے تین کام؟

بی بی نے فرمایا۔  
پہلا کام تو یہ ہے کہ ہمیں ایک ایک ٹکڑا کپڑے کا دے دو تاکہ ہم اپنے بال چھپالیں۔

شمر نے کہا۔ یہ نہیں ہوگا۔

بی بی نے فرمایا۔  
اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ایسا کرو ہمیں کسی ایسے کوچہ سے بے جاؤ جہاں میں تماشا خانے کم ہوں۔

شمر نے کہا۔ اس وقت دمشق کا نہ کوئی کوچہ ایسا ہے اور نہ کوئی گلی جس میں تماشا خانوں کی تعداد کم ہو، ایک ہفتہ ہو رہا ہے لوگوں کو صرف تمہارے استقبال کی خاطر یہ دن دمشق سے بلایا جا رہا ہے۔ ابھی تک تو تمام لوگ جمع بھی نہیں ہوئے۔

بی بی نے فرمایا۔

پھر ایسا کرو ان سروں کو ہمارے درمیان سے باہر بے جاؤ تاکہ لوگ سروں کی طرف دیکھیں اور ہماری طرف متوجہ نہ ہوں۔

شمر نے کہا۔ اگر ایسا کرنا ہو تا تو یہ اہتمام کیوں جاتا۔ تین دن تم لوگوں کو

باہر کیوں بٹھایا جاتا۔ نو میل کا سفر پیدل کیوں کرایا جاتا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا ہے کہ لوگ تمہارا استقبال کریں۔

### سہل ابن سعد کا واقعہ :-

سہل ابن سعد شہرِ زور سے نکلتے ہوئے مکہ کی زیارت کے ارادہ سے شہرِ زور سے نکلا میری بدقسمتی تھی کہ یہ وہی دن تھے جب امیران آل محمدؐ شام آئے ہوئے تھے۔ ہوتے اتفاق یہ ہوا کہ جس دن میں دمشق میں آیا اسی دن امیران آل محمدؐ کو داخل شہر کیا جا رہا تھا۔ میں نے جب عید کا یہ سماں دیکھا تو پوچھا کہ :-

اسلام میں آج کون سی عید ہے ؟

لوگوں نے کہا :-

کیا تو مسافر ہے ؟

میں نے کہا :- اگر مسافر نہ ہوتا تو کیوں پوچھتا ۔

انہوں نے کہا :-

ایک خارجی نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔ اللہ نے اپنے فضل سے

یزید کو فتح غایت کا ہے۔ آج اس کے اہل بیت دربار میں پیش کیے جا رہے ہیں اور

یہ جشنِ فتح منایا جا رہا ہے ۔

میں نے پوچھا :- کیا نام تھا اس خارجی کا ؟

انہوں نے بتایا :-

حسین ابن علی ابن ابی طالب ۔

میں نے پوچھا کیا حسین ابن فاطمہ بنت محمدؑ۔

انہوں نے کہا۔

ہاں ہاں وہی ہے۔

میں نے کہا۔

ظالمو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایک تو فرزند رسولؐ کو شہید کیا دوسرا بی زادوں کو قید کیا اور تیسرا تم اسے خارجی بھی کہتے ہو۔

انہوں نے کہہ اگر جان کی خیر چاہتا ہے تو حسین کا نام نہ لے ورنہ مارا جائے گا۔

یہ سنکر میں خاموشی سے رونے لگا۔

پھر میں نے پوچھا امیران آل محمدؑ کو کس درودادہ سے لایا جائے گا، مجھے بتایا گیا کہ۔

باب الساعات سے داخل شمر کیے جا رہے ہیں۔

میں باب الساعات کی طرف بڑھا۔ میں نے دیکھا نینروں پر مشفق سن و سال کے سر ملحق ہیں۔

فرزند رسولؐ کا سر سب سے آگے ہے سر مبارک سے نور کی کرن چھوٹ کر ہوا آسمان بلند ہو رہی ہے۔ اور ان اصحاب الکہف والرقیم کا نوا من آیا ستا عجب کی تملات کر رہا ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ جوں جوں سر قریب آتا جا رہا تھا۔ شامیوں کی سرست بڑھتی جا رہی تھی۔ کوئی تالی بجاتا۔ کوئی ناپچنے گلتا کوئی گانا گاتا کوئی فتح کے گیت الاپتا۔

یوں تو میں نے تمام سر دیکھے اور مجھے سر مسکراتا ہوا نظر آیا۔ مگر جو عظمت

اور عیالات فرزند رسول کے سر میں تھی وہ کسی اور سر میں نہ تھی۔ عمر ابن منذر ہمدانی کے ہاتھ میں سر مظلوم کا سرہ تھا۔

کامل السیقة کے مطابق پہل کتنا ہے کہ سر فرزند زہرا کو بلند ترین نیزے پر سوار کیا گیا تھا۔ آپ کی ریش مبارک گول تھی بالوں کی جڑیں سفید تھیں جن سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ آپ خضاب لگایا کرتے تھے۔ آپ کی نگاہیں سوتے آسمان تھیں۔

ہواریش مبارک کے بوسے لے رہی تھی کبھی دانتیں اور کبھی بائیں ہل رہی تھی۔ آپ کا چہرہ مبارک بالکل روتے امیر المومنین کی طرح نظر آتا تھا۔  
تخت کے مطابق پہل کتنا ہے کہ میں سر مظلوم دیکھ کر بے اختیار ہو گیا۔ میں نے منہ پر طاپچے مارے۔ گریبان پاک کر ڈالا۔  
اور یوں نورِ خوانی کرنے لگا۔

واحزناہ علی الابدان  
السیقة الشارحة  
عن الاوطان.  
المدفونة بلا  
اکفان۔  
واحزناہ علی الخدا  
التربیب و الشیب  
الخضیب۔

ہائے فریاد! ان جموں پر جنہیں  
وطن سے اور بے لباس رکھا  
گیا۔ اور بلا کفن دفن کیا گیا۔  
ہائے فریاد! ان رخساروں پر  
جنہیں خاک و خون میں غلطان  
گیا گیا اور اس ریش مبارک  
پر جسے خون سے خضاب  
لگایا گیا۔

یا رسول اللہ لیتک



عینیک تری زاس  
الحسین فی دمشق  
یطائفہ فی  
الاسواق -

آپ کی آنکھیں آپ کے حسین  
بیٹے کے سر کو دیکھتیں جسے  
دمشق کے گلی کو چوں میں پھرایا  
جا رہا ہے۔

اے رسول خدا! کاش آج آپ اپنی بیٹیوں کو سن بستہ بازار شام میں  
دیکھتے۔

میرے ارد گرد کے لوگ بھی رونے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ رش اور شور وغل  
اس قدر زیادہ تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ دمشق کی واضح اکثریت  
راگ درنگ میں اس طرح منحوس تھی کہ انہیں اپنے ارد گرد کسی رونے والے کا خیال  
بھی نہ تھا۔

ہم چند آدمی رو بہ تھے کہ اتنے میں بے پالان کے اونٹوں پر کچھ مستورات  
آئیں۔ ان کے سروں پر چادریں نہیں تھیں۔ انہوں نے اپنے چہروں کا پردہ بالوں  
سے بنایا ہوا تھا۔ ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مستوریوں  
بین کر رہی تھی۔

واہ محمد! ہائے علی ہائے  
حسن! ہائے حسین! کاش  
آپ دیکھتے کہ آج دشمنانِ  
اسلام نے ہمارے ساتھ کیا  
سلوک کیا ہے۔

واہ محمد! ہائے علی ہائے  
حسن! ہائے حسین! کاش  
آپ دیکھتے کہ آج دشمنانِ  
اسلام نے ہمارے ساتھ کیا  
سلوک کیا ہے۔

یا رسول اللہ! اینا تک

کانھن الا ساری      ہے جیسے ہم آپ کی بیٹیاں  
من الیھود و      نہیں بازار شام میں یہود و نصاریٰ  
انصاری۔      کے قیدی ہیں۔

یہی دستور کبھی شیر خوار کا نام لے کر بن کرتی تھی۔ کبھی من رسیدہ بھائی  
کے نام سے بن کرتی تھی۔ کبھی پس گردن فرج ہونے کا تذکرہ کرتی تھی اور کبھی  
تاراجی خیام کا ذکر کرتی تھی۔

میں اس اونٹ کے قریب گیا اور جا کر عرض کیا۔

السلام علیکم یا اھل بیت محمد ورحمة اللہ وبرکاتہ۔  
اس مخدرہ نے فرمایا۔

بندہ خدا تو کون ہے؟ جو ہمیں بازار شام میں سلام کر رہا ہے۔ کمر ملا سے  
لے کر یہاں تک تو ہمیں کسی نے سلام کے قابل نہیں سمجھا؟  
میں نے عرض کیا۔ میں اہل ہوں میرا گھر شہر زور میں ہے۔ بیت المقدس  
کی زیارت کو جا رہا تھا۔ بد قسمتی آج اس شہر میں لائی ہے۔ میں نے تمام واقعات  
سن لیے ہیں۔

کہیں آپ دختر زہرا تو نہیں ہیں؟

بی بی نے فرمایا۔

ہوں تو دختر زہرا۔ لیکن تجھے کیسے پتہ چلا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی! مدینہ میں تو آپ کا پردہ اس قدر معروف تھا کہ آپ کے پڑوسیوں

نے بھی کبھی آپ کی آواز نہیں سنی تھی۔ میں بازار میں ذرا در بٹ کے کھڑا آپ کی

غربت پر رو رہا تھا۔

ساتھ شامی مردوں اور چھتوں پر چڑھی ہوئی عورتوں کی بے شرمی دیکھ رہا تھا ایک شامی عورت۔ آپ کی طرف پتھر پھینک کر دوسری کو بتا رہی تھی کہ اس اونٹ پر سامنی کی بڑی بہن ہے اسے زیادہ سے زیادہ پتھر مارو۔  
بی بی نے فرمایا۔

اے سہل تو دیکھ رہا ہے کہ میرے نانا کی امت ہم سے کیا سلوک کر رہی ہے بخدا! اگر ہم ایسے زنانہ میں ہوتے جس زمانہ والوں نے ہمارے نانا کو نہ دیکھا ہوتا تو وہ بھی ہم سے ایسا سلوک ہرگز نہ کرتے۔

بخدا! میرا حسین بھائی مظلومیت کے ساتھ شہید کیا گیا ہے اور ہمیں اس طرح قید کیا گیا ہے جس طرح غلاموں اور کینزوں کو قید کیا جاتا ہے ہمارے سروں سے چادریں چھین لی گئی ہیں۔ اور ہمیں بے پالان کے اونٹوں پر سوار کر کے کربلا سے شام لایا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی! اگر میرے لیے کوئی حکم ہو تو میں حاضر ہوں۔

بی بی نے فرمایا۔

سہل اگر ہو سکتا ہے تو ان نیزہ برداروں سے سفارش کر دو تا کہ سروں کو اونٹوں سے آگے لے جائیں تاکہ دیکھنے والے میرے بھائی کی تلاوت قرآن میں مصروف ہو جائیں اور ہمارا پردہ محفوظ رہ جائے۔

میں اس شخص کے پاس گیا۔ اس سے درخواست کی۔ لیکن اس نے مجھے جھٹک دیا۔

میرے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہ تھا۔ میرا ایک عیسائی ساتھی تھا وہ بھی بیت المقدس کی زیارت کو جا رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر اور سر شبیر سے تلامذات قرآن سکرا اس کا آئینہ دل رنگ کفر سے صاف ہو گیا۔ اس نے تلوار کو میان سے نکالا اور اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ کہہ کر اس مجمع پر پل پڑا۔ کئی ایک کوئی النار و السقر کیا۔ اور مزیدی فوج جمع ہو گئی اور اسے شہید کر ڈالا۔

بنت زہرا نے پوچھا۔

یہ کیسا شور ہے ؟

میں نے عرض کیا۔

بی بی۔ میں جانتا تھا۔ میرے ایک نصرانی ساتھی کے پاس تلوار تھی۔ اللہ نے اس کے دل میں نور ایمان پیدا کیا۔ وہی آپ کی مظلومی پر لڑ رہا تھا۔ اور شہید ہو گیا۔

یہ سنتے ہی دختر زہرا کی صدائے گریہ بلند ہوئی اور مدینہ رخ ہو کر عرض کیا کہ۔

نانا تیری فریت آج بازار شام میں اتنی مظلوم ہو چکی ہے کہ غیر مسلم ہماری مظلومیت پر ترس کھا رہے ہیں۔ لیکن آپ کی امت کے دل میں جیسے ہمارے لیے ترس کا ہر جذبہ نکل گیا ہے۔

اے ماں زہرا! کاش آپ ہمیں بے مقنع چادر بازار شام میں دیکھتیں علامہ مجلسی نے سہل کا یہی واقعہ قدرے اختلاف سے درج کیا ہے۔

سہل کہتا ہے کہ میں شہر زور سے بیت المقدس جا رہا تھا ۱۲ ربیع الاول

کا دن تھا۔ جب میں بازار شام میں آیا تو مجھے نیا رنگ نظر آیا عید کا سماں تھا۔  
لوگ ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دے رہے تھے۔ ہر شخص نے نیا لباس پہن  
رکھا تھا بازار سبے ہوتے تھے۔ ہر چوک پر محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ ان پر قیمتی کپڑے  
ادیزاں کیے گئے تھے۔ اور ہر چوک پر طوائف کا ایک ٹولہ جمع لگا کر مصروف  
رقص و سرود تھا۔

میں نے دل میں کہا اسلام کی کوئی عید ایسی نہیں جسے ہم نہ جانتے ہوں آج  
کون سی عید ہوگی۔

ایک جگہ تین چار آدمی انتہائی سنجیدہ شکل بنائے کھڑے تھے۔ میں ان کے  
قریب آیا۔ اور ان سے پوچھا۔

آج اہل شام کی کون سی عید ہے؟  
انہوں نے کہا۔

کیا تو مسافر ہے؟

میں نے کہا۔

اگر مسافر نہ ہوتا تو آپ لوگوں سے کیوں پوچھتا؟  
وہ کہنے لگے۔

ہم سوچ رہے ہیں کہ آج آسمان زمین پر گر کیوں نہیں جاتا۔ آج زمین اپنے  
باسیوں کو نگل کیوں نہیں جاتی۔

میں نے کہا۔

کچھ تو مجھے بھی تاؤ بات کیا ہے۔ کچھ لوگ تو خوشی سے پھولے بھی نہیں  
سماتے اور آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

وہ کہنے لگا۔ فخرِ رسولِ حسینؑ ابنِ فاطمہ کا سر عراق سے لاکر یزید کو تحفہ پیش کیا جا رہا ہے آج اس لیے جشن ہے۔

میں نے ہجرت سے کہا کہ کیا حسینؑ ابنِ فاطمہ کے قتل کی خوشی ہو رہی ہے وہ کہنے لگے۔

اگر اعتبار نہ ہو تو ذرا سی دیر کے لیے رک جا اسی دروازہ سے سرِ حسینؑ اور ذریتِ رسول کی رسی بسترِ محذرات کو لایا جائے گا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اعتبار کر لینا۔

اب مجھ ہم باتیں کر رہے تھے کہ بے پالان کے اونٹوں پر قیدی آنا شروع ہو گئے۔ ہر اونٹ کے ساتھ ایک نیزہ بردار تھا اور نیزہ پر ایک شہید کا سر تھا۔

سب سے اگلے اونٹ پر میں نے ایک مستور کو دیکھا جس کی گود میں چار سال کے لگ بھگ کمسن بچی تھیں۔ مستور کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے میں نہیں سمجھتا کہ اس بی بی نے بچی کو کیسے سنبھال رکھا تھا۔ جب شامی مستورات چھت سے سنگ باری کرتی تھیں تو مستور پیشے بچی کی ڈھال بنالیتی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر بچی سے پوچھا۔

بی بی آپ کہاں کے قیدی ہیں؟

بچی نے جواب دیا۔ ہم آلِ محمد کے قیدی ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ میں آپ کے ناندار رسول کے صحابہ سے ہوں۔ اگر کوئی کام ہو تو بتائیں۔

بچی نے کہا مگر ہو سکے تو ان سرہاتے شہداء اٹھانے والوں سے کہہ دیں کہ

سروں کو ذرا اونٹوں سے دور لے جائے۔

میں نیزہ بردار کے پاس گیا اور اسے جا کر چار سو دینار دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ سروں کو اونٹوں سے آگے لے جائے

میں نے پھر اگر اس بچی سے پوچھا۔ بی بی اگر کوئی کام ہو تو بتادیں ممکن ہے اس عالم غربت میں آپ کی مدد سے میری آخرت اچھی ہو جائے۔

کس بچی نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو کچھ چادر کے ٹکڑے لادے تاکہ میری بھوپھیوں اور ماؤں کے بالوں کا پردہ بن جائے میں نے وہیں اپنے عمامہ کے ٹکڑے کیے اور ان مستورات میں تقسیم کر دیے۔ لیکن جو نہی زیدیوں نے دیکھا فوراً آگے بڑھے اور نیزوں کی انیوں سے وہ ٹکڑے اتار لیے۔

## باب الساعات :-

یہ خیال ہے کہ باب الساعات دمشق کے دروازوں میں سے کسی دروازہ کا مخصوص نام نہیں تھا۔ بلکہ اس دروازہ کا پہلا نام باب بھرون تھا۔ اور چونکہ امیران آل محمد کو اس دروازہ پر کئی گھنٹے صرف اس لیے روکا گیا تھا کہ یزید سے امیران آل محمد پیش کرنے کی اجازت مانگی۔ اور یزید امیران آل محمد کو پیش کرنے کی اجازت میں اس لیے تاخیر کرتا رہا تاکہ دوبار اس کی حسب منشا سجایا جاسکے۔

اس دن کے بعد سے اس دروازہ کو باب الساعات ہی کہا جانے لگا۔

اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یزید نے یہ اشارہ کہے تھے۔

لما بدت تلك الرؤس واشترقت تلك المروءس على وبي جبروت  
 جب وہ سر ظاہر ہوئے اور جبروت کی بندی پر آفتاب کی طرح  
 چمکے تو۔

صاح الغراب فقلت صبح او لا تصح فقد قضيت من النبی دیونی  
 موت کے کوئے نے چلا کر خبر موت دی میں نے کوئے سے کہا  
 چاہے تو خبر موت دے یا نہ دے اب میں نے نبیؐ سے اپنے قرنے  
 چکالے ہیں۔





## یزید کو بشارت

شیخ مفید۔ ابن نما اور دیگر مورخین کے مطابق عبداللہ ابن زید حمیری سے مروی ہے کہ میں یزید کے پاس بیٹھا تھا جب زبیر ابن عوف اس کے سامنے آکھڑ ہوا۔

یزید نے پوچھا۔

کیا خبر لایا ہے؟

زجر نے کہا۔

اے امیر المومنین اللہ کی طرف سے غایت کردہ فتح و نصرت کی

بشارت ہے۔

یزید نے کہا۔

اگر تم حسینؑ کو قتل نہ بھی کرتے تو بھی میرے لیے تمہاری اطاعت

کافی تھی۔

اچھا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب سر اور اہل کمال محمدؐ حاضر دربار کرو۔

دربار کو دہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ ریشمی دریاں بچھائی گئی تھیں زنبوری پردے اویزاں تھے۔ منقش چادریں لٹک رہی تھیں مصری تنائیں جھول رہی تھیں۔ رنگارنگ کپڑے تھے۔

صدر مجلس میں یزید کے لیے ہیرے اور جواہرات سے مرصع سونے کے پاؤں والا تخت بچھا تھا۔

تخت یزید کے پاس دائیں بائیں سا گوان اور ہاتھی دانت سے بنائی گئی عمدہ ترین کرسیوں کی قطاریں تھیں۔

دروازہ پر ایک صف بادردی اور مسلح پولیس کی تھی۔

دوسری صف بے ریش غلاموں کی تھی۔

تیسری صف دسائے شام کی تھی۔

چوتھی صف میں بنی ملک، بنی جزام، بنی سخم، بنی حمیر اور بنی اشعر کے سرکردہ افراد کی تھی۔

دربار کے سامنے والے دروازہ کو کھلا رکھا گیا تھا۔ اس پر ایک گیلری بنائی گئی تھی جس پر اموی عورتیں اپنے تمام تر بناؤ سنگھار اور کینزوں کے ساتھ امیران آل آل محمد کو دیکھنے کی خاطر بیٹھی تھیں۔

شامی اور عثمانی روسا دائیں بائیں کرسیوں پر فاخرہ لباس کے ساتھ مسلح بٹھائے گئے تھے۔

تخت یزید کے عقب میں بیرونی ممالک کے سفرا اور تاجروں کو بٹھایا گیا تھا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق سہل سے مروی ہے دربار یزید میں داخلہ

باب خیزن سے ہوا تھا۔

نانا سے علم تھے جن کے پھر پرے ہوا میں لہر رہے تھے سر فرزند رسول  
کانیزہ خولی کے ہاتھ میں تھا۔

دوسرے نمبر پر جناب حاکم تھا جسے شمر نے اٹھا رکھا تھا۔  
تیسرے نمبر پر حضرت عباس کا سر تھا جسے شمع جعفری نے اٹھا رکھا  
تھا۔ اور

چوتھے نمبر پر جناب عون ابن علی کا سر تھا جو سنان ابن انس کے  
ہاتھ میں تھا۔

پانچویں نمبر پر شہزادہ علی اکبر کا سر تھا  
چھٹے نمبر پر علی اصغر کا نیزہ حرم کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے بعد دوسرے  
سر بالترتیب لاتے گئے۔

کامل السقیفہ کے مطابق امیران آل محمد کے قافہ کو صبح طلوع آفتاب کے  
وقت دمشق کے دروازہ پر لایا گیا ریش اتنا زیادہ تھا کہ بازار عبور کرتے  
کرتے روال آفتاب ہو گیا۔ بعض روایات کے مطابق اذان مغرب کا وقت  
ہو گیا۔

امیران آل محمد کو دربار یزید میں اس مقام پر کھڑا کیا گیا جہاں قیدیوں کو  
کھڑا کیا جاتا تھا۔ اسی مقام پر طلحہ ابن عبد اللہ کا بیٹا ابراہیم ابن طلحہ۔  
جناب سجاد کے قریب آیا اور جنگ جمل میں کھائے ہوئے زخم دکھا کر یہ  
کہنے لگا۔

بتاؤ آخر فتح کس کی ہوئی ہے !

جناب سجاد نے چہرہ لپ دیا۔ اگر فاتح کا پتہ کرنا ہو تو ابھی اذان کے وقت مسجد سے اذان سن لینا۔ اس میں میرے نانا کی رسالت کا اعلان کیا جاتا ہے یا کسی اور کا۔

تمام مستورات کو اس طرح ایک رسی میں قید کیا گیا تھا کہ ایک مستور کے رکنے سے تمام بیبیوں کو رکنا پڑتا تھا۔

ولیم ابن عمر سے مروی ہے کہ جب جناب سجاد اس مقام پر کھڑے کیے گئے جہاں قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا تھا تو ایک شامی سن رسیدہ شخص آپ کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

اے اللہ کا شک ہے جس نے تمہیں قتل کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے بوسہ شروع کر دیا۔

جناب سجاد خاموشی سے سنتے رہے۔

جب وہ خاموش ہو اتو۔

امام سجاد نے فرمایا۔

جو کچھ تیرے دل میں تھا تو نے کہہ لیا ہے۔ اور میں نے خاموشی سے تیری ہر بات سنی ہے۔ اب انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ بھی خاموشی سے میری ایک دو باتیں سن لیں۔

اس بوڑھے نے کہا۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں

امام سجاد نے فرمایا۔

کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

کیا تفرقہ میں یہ آیت پڑھی ہے۔

قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربی۔

بوڑھے نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

مجھے معلوم ہے ہم کون ہیں؟

بوڑھے نے کہا۔ نہیں معلوم۔

آپ نے فرمایا۔ آیت میں جن قربانی کی مودت فرض کی گئی ہے۔ وہی

ہم ہیں۔

بوڑھے نے کہا۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ ہی اقربائے رسول ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ شام میں موجود کسی بھی جاننے والے سے پوچھ لے۔ ہم

اقربائے رسول ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت پڑھی ہے۔

آت ذا القربى حقہ۔

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ وہ ذوی القربى ہم ہی ہیں جن کے حق کے بارے میں اللہ

نے رسول کو حکم دیا ہے۔

بوڑھے شامی نے کہا۔ کیا واقعی آپ وہی ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں نہ صرف ہم وہی ہیں بلکہ ہمارے سوا کوئی دوسرا یہ

دعویٰ کر بھی نہیں سکتا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا آپ نے قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے۔  
 اِذَا غَضِبْتُ مِنْ شَيْءٍ فَاَنْ لِّلّٰهِ خُمُسُهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى  
 بُوڑھے شامی نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔  
 آپ نے فرمایا۔

ہم وہی ہیں جن کا اللہ نے قرآن میں ذی القربی کے عنوان سے خمس سے  
 حصہ معین کیا ہے۔

آپ نے پھر فرمایا۔  
 کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے۔

اِنْسَیْرِیْ دِیْنَ اللّٰهِ لِبِدْءِ هٰبِ عَنْکُمُ الرِّجْسِ اٰهْلِ بَيْتِیْ وَیَطْهَرْکُمْ تَطْهِیْرًا۔  
 بُوڑھے شامی نے کہا۔ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے۔  
 آپ نے فرمایا۔ ہم ہی وہ اہل بیت رسول ہیں جن سے اللہ نے رجن  
 کو دور رکھا ہے۔

بُوڑھے شامی نے پوچھا۔ کیا آپ واقعی وہی ہیں۔  
 آپ نے فرمایا۔

ہاں ہم واقعی وہی ہیں۔

اب بُوڑھے شامی نے الجلب سجاد کے قدموں میں گر کر عرض کیا میرے  
 آقا میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا خدا کے لیے مجھے معاف فرمادیں۔  
 آپ نے فرمایا۔

میں سمجھتا تھا تو جو کچھ بھی کہہ رہا ہے جہالت کی وجہ سے کہہ رہا ہے۔  
 اللہ سے معافی مانگ لے وہ بڑا کریم ہے۔ معاف کر دے گا۔

بوڑھے نے سر سے عمامہ اتار کر پھینک دیا۔ سر سوتے آسمان بلند کیا۔  
اور یوں عرض کیا۔

اللہم انی ابرء الیک من اے اللہ! میں دشمن آل محمد  
عدو آل محمد۔ سے اعلان برات کرتا ہوں۔

پھر اس نے جناب سجاد کی خدمت میں عرض کی۔  
هل لی من توبہ کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش  
ہے؟

آپ نے فرمایا۔

ابھی تک تیرا جرم اتنا سنگین نہیں ہے کہ توبہ کی گنجائش نہ ہو۔ اگر  
خلوص دل سے توبہ کر لے تو تو ہمارے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس بوڑھے شامی کی یہ تمام گفتگو یزید کو معلوم ہوئی۔ تو اس نے اسے  
حاضر کرنے کا حکم دیا۔

جب بوڑھا یزید کے سامنے آیا۔ تو یزید نے پوچھا میرے قیدی سے  
کیسی باتیں کر رہا تھا؟

بوڑھے نے تمام باتیں بتادیں۔ اور کہا۔

اب میں اپنی ہر بات سے توبہ کر چکا ہوں۔ اور دشمن آل محمد سے برات  
کا اعلان کر چکا ہوں۔

یزید نے کہا۔

کیا تو مجھے دشمن آل محمد سمجھتا ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ اگر تو دشمن آل محمد نہیں تو پھر بھری دنیا میں کوئی بھی

دشمن آل رسول نہیں۔

یزید نے حکم دیا کہ بوڑھے کی گردن مار دی جائے تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں۔ اس بوڑھے کو دربار میں شہید کر دیا گیا۔

منتخب کے مطابق جب سربائے شہداء اور امیران آل محمد بازار سے گزر رہے تھے۔ تو ایک اسی سالہ بڑھیا پانچ چھ شامی عورتوں کے ساتھ اپنے مکان کی چھت کے شیڈ پر بیٹھی تھی۔ جب اس کے قریب سے سر فرزند رسول گزارا تو اس نے ایک پتھر سر مظلوم کو اس زور سے مارا نیزہ بردار بھی نیزہ کو نہ سنبھال سکا نیزہ زمین پر جھک گیا پھر آپ کے لب ہائے مبارک پر اس وقت پڑا جب آپ ان اصحاب الکف والرقیم کا نوا مانا یا ستا عجا کی تلاوت فرما رہے تھے۔ پتھر پڑنے سے آپ کے لبہائے مبارک ذرا سی دیر کر کے جناب سجاد نے سرائٹھا کے بابا کے سر کو دیکھا۔ ہونٹوں سے تازہ خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اور شیڈ پر بیٹھی ہوئی وہ بڑھیا خوشی سے تالیاں بجا رہی تھی۔ آپ نے اپنا رخ آسمان کی طرف کیا۔ اور دعا مانگی۔

اللہم عجل فی

اے اللہ! ان بد بخت عورتوں کو فوراً فی النار فرما۔

آپ کی دعا قبول ہوئی۔ شہید گرا اس پر بیٹھی ہوئی تمام عورتیں فرش بازار پر آئیں اور اصل جہنم ہو گئیں۔

مروان ابن حکم بھی دربار یزید میں موجود تھا جب اس نے فرزند رسول کا سر دیکھا تو خوشی سے بھلیں بجانے لگا۔ لیکن اس کے بھائی عبدالرحمن ابن حکم نے جب سر مظلوم سے تلاوت قرآن سنی تو وہاں سے اٹھا۔ اور کہنے لگا۔



اما انتم فقد حجتتم  
عن جدہ رسول  
اللہ - لا احکم  
ایدا -

تم لوگوں نے جد حسینؑ سے اپنا  
تعلق ہمیشہ کے لیے توڑ لیا ہے  
اب میں کبھی بھی آپ کے ساتھ  
نہ بیٹھوں گا۔

سمیۃ امی نسلا  
عدد الحصى و  
بنت رسول اللہ  
لیس لہا نسل امام غریب  
الطف ادنی برأسہ من  
ابن زیاد و سوفی العلم الرذل۔

حیرت سے سیمہ کی نسل کو بے شمار  
پڑھے گی لیکن رسول زادی کی نسل  
کو ختم کر دیا گیا ہے غریب کر بلا  
امام تھا جس نے اپنا نام ابن زیاد  
کے حوالہ کر دیا اور ابن زیاد ہمیشہ  
ذلیل و رسوا رہے گا۔

۞ ۞ ۞

۞ ۞

## سرہلے شہدا اور دربارِ نرید

کامل السقیفہ کے مطابق جب فدیت رسول کا اسیر تاملہ در دربار پر پہنچا تو یزید نے حکم دیا کہ ابھی قیدیوں کو در دربار پر روکے اور پہلے سر حاضر کیجئے چنانچہ سنہری ٹپکوں سے آراستہ غلاموں کا ایک گروہ باہر آیا۔ جن کے ہاتھوں میں ایک طشت مومنے کا اور دوسرے کاشی کے طشت تھے۔ انہوں نے سروں کو نیزوں سے اتارنے کا حکم دیا۔ سر نیزوں سے اتارے گئے سر مغربِ نہرا کو مومنے کے طشت میں اور دوسرے سروں کو کاشی کے طشتوں میں رکھ کر اوپر ریشمی رومال ڈالے گئے جو نبی یہ غلام دربار میں داخل ہوئے ایک رقاص طاغفہ ان کے استقبال کو آگے بڑھا۔ یہ لوگ رقص کرتے تالیاں بجاتے۔ یزید کی عمر طویل کی دعائیں مانگتے اور فتح کے گیت گاتے ہوئے سر برداروں کے آگے آگے چلنے لگے اور یزید کو فتح کی مبارک باد دیتے ہوئے تختِ یزید کے ملنے آئے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق سہل ابن سعد کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو کر دربارِ یزید میں داخل ہوا جو صرف یہ دیکھنے کی خاطر آئے تھے۔ کہ یزید جو

ابن زیاد کو قتل فرزند رسول پر برا بھلا کہہ رہا ہے خود ذریت رسول سے کیا سلوک کرتا ہے۔

یزید کے سامنے سرغریب زہرا پیش کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ طشت یزید کے سامنے رکھا گیا اور بعض مورخین جن کا علامہ دمیری بھی ہیں نے لکھا ہے کہ شمر طشت بردار کے آگے آگے چل رہا تھا جب تخت یزید کے قریب آیا تو اس نے طشت سے سر مظلوم رسولؐ اٹھا کر یزید کے سامنے تخت پر یوں پھینکا جیسے گیندا چھالی جاتی ہے اور یزید نے دونوں ہاتھوں سے سر فرزند رسولؐ کو بالوں سے پکڑ کر پھر طشت میں رکھ دیا۔

اس وقت شمر نے یہ اشعار پڑھے۔

املاً رکابی فضة وذم صبا انی قتلت الملك المحجبا  
سولے اور چاندی سے مجھے پڑ کر دے میں نے عمدہ ترین شہنشاہ  
کو قتل کیا ہے۔

قتلت خیر الناس میں نے ماں اور باپ ہر دو  
اعتبار سے افضل انسان کو  
قتل کیا ہے۔

اس کے بعد باری باری دوسرے سرپیش کیے گئے۔ یزید ایک ایک سر کے بارے پر چھتا رہا یہ کس کا سر ہے اور یہ کس کا سر ہے۔ ہر سر بردار اپنے اپنے سر کا تعارف کرتا رہا۔

پھر یزید نے سر مظلوم زہرا طشت سے اٹھایا۔

اور یہ اشعار پڑھے۔

نفلق هاماً من رجال اعزة عليتنا وهم كانوا اعف واغفرا

ہم ایسے ہی لوگوں کی گردنیں اڑتے ہیں جو ہمارے لیے معزز  
ہوں اگرچے اپنے مقام پر وہ سب سے زیادہ معاف کرنے  
والے اور بخش دینے والے ہوں

واكرم عند الله منا محلة وافضل في كل الامور واتقرا

(ایسے لوگوں کی گردن مارتے ہیں) جو اللہ کے ہاں ہماری نسبت  
زیادہ معزز ہوتے ہیں اور ہر معاملہ میں افضل اور باعثِ فخر  
ہوتے ہیں۔

فان تصدقوا فالعدل السقاء آخراً اذا صعم ضمن يوم القيامة محشر

اگر تم عدل کی بات کرو تو عدل سے سامنا آخرت میں اس  
وقت ہوگا جب میدانِ محشر ہمیں ایک جگہ جمع کرے گا۔

ولكن فزح بملك معجل وان كان في العقبي نار مسعوا

لیکن ہمیں تو دنیا حکومت چاہتے جس پر ہم گامیاب ہو گئے  
اگرچہ اس کے عوض آخرت میں دہکتی ہوئی آگ ہوگی۔

شیخ مفید کے مطابق یہ اشعار پڑھنے کے بعد یزید اہل دربار کی طرف  
متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

حسین فترک کیا کرتا تھا کہ۔

میرا باپ یزید کے باپ سے میری ماں یزید کی ماں سے میرا نانا یزید  
کے نانا سے اور میں یزید سے افضل ہوں۔

جہاں تک حسینؑ کے باپ کا میرے باپ سے موازنہ کا تعلق ہے تو اسے دنیا جانتی ہے کہ میرا باپ فاتح تھا اور حسینؑ کا باپ مفتوح تھا۔

جہاں تک حسینؑ کی ماں کا میری ماں سے موازنہ کا تعلق ہے تو اسے میں تسلیم کرتا ہوں حسینؑ کی ماں میری ماں سے افضل تھی۔

جہاں تک حسینؑ کے نانا کا تعلق ہے تو کوئی بھی محمد رسول اللہؐ پڑھنے والا اپنے کو محمدؐ سے افضل نہیں سمجھے گا۔

اور جہاں تک خود حسینؑ کا میرے ساتھ موازنہ ہے تو شاید حسینؑ نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی تھی۔

اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تَوَقَّى الْمَلِكِ مِنْ تَشَاءِ الْخَلْقِ

مؤلف :-

کاش زید یہ موازنہ کرتے وقت فرعون، نمرود اور شدار کی حکومت کو بھی سامنے رکھتا۔

التبر المذاب کے مطابق زید کے ہاتھ میں بید کی ایک چھڑی تھی۔ جب اشعار پڑھ کے فخر پورا کر لیا۔ اور اہل دربار سے اپنی فضیلت بیان کر چکا تو اس ظالم نے سرِ مظلوم کو طشت میں رکھ دیا۔ چھڑی سے بوسہ گاہِ نبوت میں شگاف کیا۔

دندانِ مبارک پر زور سے چھڑی مار کر پہلے اپنے بدر کے مقتولین کو یاد کیا اور معروف اشعار پڑھے جو تمام مورخین نے بالاتفاق نقل کیے ہیں جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

لیٹ اشیانہ بیدار  
شہد وا -  
کاش آج میرے بدر کے  
شہزاد ہوتے۔

اور آخری شعر یہ ہے۔  
لبعث بنو ہاشم بالملک  
اسلام بنی ہاشم کا سیاسی نعرہ تھا اور نہ حقیقت میں نہ کوئی جبریل  
کیا ہے اور نہ کوئی وحی آئی ہے۔  
ان اشعار کے بعد کہنے لگا۔

یوم بیوم بدسا -  
بدر کا بدلہ پورا ہو گیا ہے  
پھر رنگ میں آکر یہ اشعار پڑھے۔

یا جندا یدلعم بالیدین  
یلمع فی طشت من اللجین  
یہ سرکش حسین ہے جو ہاتھوں میں چمکتا ہے چاندی کے طشت  
میں بھی جگمگا رہا ہے۔

کاغذ محف بور دتین  
ایسے لگتا ہے جیسے دونوں طرف گلاب کے پھولوں میں گمراہ ہو۔  
خون شبیر سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔

اخذت ثناری وقصیت دینی  
کیف رأیت الضرب یا حسین  
میں نے اپنے بدنے سے یہ لے لیے ہیں اور قرضہ چکا دیا ہے۔ بھلا حسین  
تو نے اس تلوار کی ضرب کو کیسے پایا ہے۔

زہرۃ الریاض کے مطابق یہ ظالم اس زور سے چھڑی دندان مبارک پر  
مارتا رہا کہ دندان مبارک ایک ایک کر کے ٹوٹے گئے۔ سمرہ ابن جندب صحابی

رسول بھی بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے سفاکی کی یہ انتہا دیکھی تو اسے  
سے نہ رہا گیا۔

اور کہنے لگا۔

اسے یزید کچھ جیا کر۔ تو ان دانتوں کو اپنی چھڑی سے توڑ رہا ہے جنہیں  
رسول کو نین چوم چوم کر تھکے نہیں تھے۔

یزید نے کہا۔

اگر تو صحابی رسول نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کرنے کا حکم دیتا۔

سمرہ نے کہا۔

ارے ظالم! میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ اگر تجھے ان حضور کا اتنا ہی لحاظ  
ہے تو پھر جب تو صحبت رسول کی بدولت میرا اتنا احترام کر رہا ہے تو قربت  
رسول کا پاس کیوں نہیں کرتا۔

میں صحابی رسول ہوں اور یہ فرزند رسول ہے۔ خود ہی بتا دے صحبت  
زیادہ قابلِ لحاظ ہے یا قربت؟

روضۃ الصفا کے مطابق یزید نے سمرہ کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا  
چنانچہ سمرہ وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

ابن طاووس نے لوف میں اسی واقعہ کو ابو بکر بن عبد اللہ اسلمی صحابی رسول سے  
منسوب فرمایا ہے اور ابو بکر بن عبد اللہ کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں۔ ابو بکر بن عبد اللہ  
نے کہا۔

اسے یزید تجھ پر اللہ کی چٹکار ہو گیا تو حسینؑ ابنِ فاطمہؑ کے دندانِ مبارک  
اپنی چھڑی سے توڑ رہا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں بیستہ مرتبہ بنی کونین کو

دیکھا ہے کہ وہ انہی لبوں اور دانتوں کو چوم چوم کر گریہ فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ۔

تم دونوں بھائی جوانان جنت کے سردار، مور۔  
یہ سنکر یزید کو غصہ آگیا اور اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس بڑے کو  
دربار سے نکال دو۔ چنانچہ غلاموں نے ابو بربیدہ کو پکڑ کر کھینچا اور دربار سے  
باہر جا کر چھوڑ دیا۔

اخبار الدول کے مطابق سر مغرب نہرا کو یزید کے سامنے پیش کرنے سے  
قبل دھویا گیا۔ سر اور ریش مبارک میں کنگھی کی گئی پھر طشت میں رکھ کر یزید  
کے پیش کیا گیا۔ یزید نے بید کی چھڑی اٹھائی اور مظلوم رسول کے دندان مبارک  
پر مارنے لگا۔ ابو بربیدہ اسلمی صحابی بیٹھا دیکھ رہا تھا۔  
اس نے یزید سے کہا۔

اے یزید! مجھے اس معبود واحد کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں  
ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے اپنی آنکھوں سے لہائے  
رسالت کو ان لبوں کو چومتے دیکھا ہے جہنیں تو نے چھڑی سے جدا کر رکھا ہے  
یزید یم قیامت تیری شفاعت کرنے والا ابن زیادہ ہوگا۔ اور حسینؑ کی شفاعت  
کرنے والا محمدؐ ہوگا۔ فدا انجام سوچے اور دیکھ لے کہ بارگاہ خائن میں کس کی  
شفاعت قبول ہوگی۔

یہ سنکر یزید بھرپک گیا اور اس نے ابو بربزہ کے قتل کا حکم دیا جسے قتل  
کر دیا گیا۔

ابن طاووس نے لوف میں ابو بربزہ کی بجائے ابو بربدہ اسلمی لکھا ہے۔



منتخب کے مطابق البرودہ کو جیل میں ڈالنے کا حکم دیا گیا اور یہ صحابی رسول  
اسی جس ہی میں مر گیا۔

بعض مورخین نے یزید کے ان اشعار میں اختلاف کیا ہے۔  
لیت اشیاخی ببیدر کاشل میرے بدر کے بزرگ  
شہد دا۔ آج موجود ہوتے۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ واقعات یہ اشعار یزید کے ہیں۔ یا پھر ابن  
زبیری کے۔

اور یزید نے بطور تشبیل یہ اشعار پڑھے ہیں۔  
اس سلسلہ میں جہاں تک تحقیق حق کا تعلق ہے تو یہ اشعار یزید کے ہیں ممکن  
ہے بعض تکرار یزید نے ایک دو اشعار ابن زبیری کے بھی شامل کر لیے ہوں جنہیں  
تفصیل کہا جا سکتا ہے۔

ورنہ یزید کا یہ کہنا میرے بزرگان بدر آج ہوتے تو وہ کہتے۔ یا یزید  
لا تش۔

اسے یزید نے ہاتھ کبھی سست نہ ہوں۔

یہ مصرعہ تو یقیناً یزید ہی کا ہے ماسی طرح اس کے بعد کے اشعار جن  
میں وحی اور نبوت سے انکار ہے یہ بھی حتماً یزید کے اشعار ہیں۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے انہی اشعار کو دلیل بنا کر تکفیر یزید کی ہے  
اہم جنس بھی انہی اشعار کو بنیاد بنا کر کفر یزید میں شک کرنے والوں کے ایمان کو  
بھی خدوش سمجھتے تھے۔

ان تحقیق وقت کی تحقیقات عالیہ کے مطابق ان اشعار کو یزید کے علاوہ

کسی اور کی طرف منسوب کرنے پر زور صرف کرنے سے صرف یزید کی دکالت ہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کچھ حاصل ہوگا۔

علامہ ابن ابی الحدید نے تاریخ طبری کے حوالے سے معتقد باللہ عباسی کا ایک خط نقل کیا ہے جو اس نے اپنے عمال کو لکھا تھا کہ اسے مساجد میں نماز جمعہ کے بعد پڑھا جائے اس خط میں اموی مسلمانوں میں سے ہر ایک کے مطاعن اور ثواب درج کیے گئے ہیں۔

اور ابوسفیان کی اسلام دشمنی سے لے کر معاویہ کے متعلق انحصار کے ارشادات عالیہ ایک ایک کر کے درج کیے گئے تھے اور آخر میں یزید کے دیگر اعمال کے علاوہ ان اشار کو بھی نقل کیا گیا ہے۔

مترجم۔ مناسب ہوگا اگر یزید کی دکالت میں وقت ضائع کرنے اور صفحات سیاہ کرنے کی بجائے ہم مسلمہ واقعات کو ہی سامنے رکھیں۔ مسلمہ واقعات یہ ہیں۔

یزید کے حکم سے ابن زیاد نے فرزند رسول کو قتل کیا۔

یزید کے حکم سے ابن زیاد نے سروں کو نیزوں پر بند کیا۔

یزید کے حکم سے ابن زیاد نے لاشوں کو پامال کیا۔

یزید کے حکم سے ہی ابن زیاد نے ذریت رسول کے خیام بھی جلاتے تھے۔

یزید کے حکم سے ہی ابن زیاد نے زہر افادیوں کو بے ردا کیا۔

یزید ہی کے حکم سے ابن زیاد نے بے پالان کے اونٹوں پر زہر افادیوں کو کوفہ سے شام بھیجا۔

یزید کے حکم ہی سے کوفہ سے شام تک بے رواد رسول زاد یوں کی  
تبشیر کو آئی گئی۔

یزید کے حکم ہی سے اولاد رسول کو تین دن بیرون شام اور کئی گھنٹے در  
دربار پر رد کے رکھا گیا۔

یزید کے حکم سے ہی شام میں عید منائی گئی اور پانچ لاکھ تماشا ئی  
جمع کیا گیا۔

یزید نے ہی اپنے ہاتھوں سے سر مظلوم کی توہین کی۔  
اور یزید نے ہی اپنے ہاتھوں سے قاتلوں کو انعامات سے  
نوازا تھا۔

یزید ہی وہ خلیفہ ہے جس نے سرفراز رسول کو دربار پر پھولی  
چڑھایا تھا۔

یزید ہی نے رسول زاد یوں کو بھی اپنے دربار میں بے رواد طلب  
کیا۔

یزید ہی نے اولاد رسول کو پابند رکھا کیا۔

یزید ہی نے آل رسول کو ایسے زندان میں رکھا جو نہ سردی سے محفوظ  
اور نہ گرمی سے۔

ان مسلمات کے ہوتے ہوئے اشعار یزید میں اختلاف بے معنی۔ اور  
لابینی و کالت یزید ہے۔

اسی یے محقق مورخین نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اگر یزید قتل شبیر  
سے ناخوش تھا۔ تو پھر کوفہ سے شام ذہر زاد یوں کو کیوں بے پالان کے

اونٹن پر بے روبا بلایا ؟  
 شام میں کیوں ایک سال تک زندان میں رکھا اور مصری سپاہیوں کو  
 پہرہ پر مقرر کیا رکھا ؟



## دربارِ نرید اور سرِ فرزندِ رسولؐ

منتخب کے مطابق جب یہ خبیث سرِ فرزندِ رسولؐ کو تختِ پرطشتِ طلا میں اپنے سامنے چھڑی سے دندانِ مبارک سے جھارت کر رہا تھا۔ اور صحابہ کے منع کرنے کے باوجود بھی نرکا بلکہ روکنے والوں کو دربار سے دھکے دے کر نکال باہر کیا۔ پھر اپنی خباب میں مصروف ہو کر سر کے ساتھ چھڑی سے کھینے لگا تو نرید ہی کے محل سے ایک کینز سر دیا برہنہ دوڑتی ہوئی دربار میں آئی۔ اور کہنے لگی۔

اشد تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور نارِ جہنم سے قبل تجھے آتشِ دنیا میں جلائے۔

اے ملعون کیا تو ان دندانِ مبارک سے گستاخی کر رہا ہے جنہیں چوم چوم کر رسولؐ کو نین تھکے نہیں تھے۔

نرید نے کہا۔ اے کینز کیا تو باؤلی ہو گئی ہے یہ کیا بک بک لگا رکھی ہے۔ کیا تجھے اپنے جسم پر یہ سراچھا نہیں لگ رہا۔

کینز نے کہا: میرے ساتھ جو سلوک چاہے کر لینا مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ لیکن جو کچھ میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے وہ سن لے۔  
پھر کینز نے کہا۔

میں ابھی اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ نیند میں تھی یا جاگ رہی تھی۔ میرا رخ موڑتے آسمان تھا۔ میں نے دیکھا جیسے آسمان کا دروازہ کھل گیا ہے۔ اس سے نور کی ایک میڑھی زمین کی طرف لگاتی گئی۔ اس میڑھی سے دو خوب رو نور جو ان اترے جنہوں نے ہنر ریشم کے لباس پہن رکھے تھے تیرے گھر کے صحن میں ان دونوں نے جنتی زبرد سے ایک دری بچھائی اس دری سے اتنی چمک نکل رہی تھی کہ مشرق و مغرب روشنی نظر آ رہے تھے۔  
پھر چندے آفتاب چندے ماہتاب ایک جہان میڑھی سے اتر۔ اس دری پر بیٹھا اور باد از بلند کھٹے لگا۔

بابا آدم تشریف لائے۔ بابا ابراہیم آپ بھی تشریف لائیں۔ بھائی موسیٰ۔  
بھائی عیسیٰ آپ بھی آجائیں۔

اس بلانے والے کی ریش مبارک خاک آلود تھی۔ آنسو ٹپک رہے تھے۔ گریبان چاک تھا۔ آستین پڑھی ہوئی تھی۔

پھر ایک اور دری اسی صحن میں بچھائی گئی۔ اس پر چاند سے چہرے والی ایک ستور اگر بیٹھی۔ جس کے سر کے بال کھلے ہونے لگے۔ سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ ایسے گنتا تھا جیسے اس کا پہلو زخمی ہو گیا۔ اس نے ایک ہاتھ پہلو پر رکھا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ میں مٹھا تھا جس کے سہارے جلتی ہوئی آئی اور دری پر بیٹھ کر گریہ کرنے لگی۔

پھر فرمایا۔

ماں حوا! ماں ہاجرہ! بہن مریم! ماں خدیجہ! آپ بھی آئیں یہاں بیٹھیں۔ میں نے ایک بات غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ انبیاء کو بلائے والا سرور انبیاء سے اور ازواج و اہملت انبیاء کو بلائے والی پہلو شکستہ دختر رسول ہے جو سید الشہداء اور غریب کر بلا کی ماں ہے۔

اس دستور نے باواز بلند رد کر عرض کیا۔

بابا جان! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حبیب اور میری بیٹیوں سے کیا سلوک کیا ہے۔

سرور انبیاء اور تمام انبیاء یہ بات سکر بے ساختہ باواز بلند رونے لگے۔

پھر رسول کو نبی حضرت آدم کی طرف متوجہ ہوئے۔

اور فرمایا۔

بابا جان! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ میری امت کے کمبزن نے میری ذیت سے کیا سلوک کیا ہے۔

میں نے دیکھا ایک ایک نبی نے اور ایک ایک مخدرہ نے باری باری ایک دوسرے کو پرستہ دیا۔ پھر تمام مخلک جناب زہرا کو پرستہ دیا۔

پھر میں نے دیکھا کہ آسمان سے بے شمار لوگ آئے۔ میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔

اس نے جواب دیا کہ ہم ملائکہ ہیں۔

میں نے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟

اس نے خواب دیا اب ذرا آسمان کی طرف دیکھ تجھے پتہ چل جائے گا کہ ہم کیوں آتے ہیں؟

میں نے جب سوتے آسمان دیکھا تو کئی ملائکہ کے ہاتھ میں آگ کے شعلے تھے۔ اور وہ اسی گھر میں آ رہے تھے۔

اور آگ سے کہہ رہے تھے۔

اے آگ اس گھر کے مالک کو جلا ڈال۔

میں نے دیکھا ہے جب آگ تیری طرف آئی تو اس وقت بھاگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

ہائے میں جل گیا۔ ہائے میں جل گیا۔ اب کہا جاؤں۔ یہ دیکھ کر میں گھبرا گئی تجھے آگ سے بچانے کی خاطر بستر سے اٹھی میری آنکھ کھل گئی سنا تو دربار میں شور و غوغا تھا۔

پوچھنے پر پتہ چلا ہے کہ فرزندِ رسول کا سر تجھے پیش کیا گیا ہے۔ میں نے تیرا منک کہا ہے۔ جو کچھ دیکھا ہے تجھے بتانا ضروری تھا اب میں دیکھ رہی ہوں کہ جن لبوں کو رسولِ خدا چومتے تھے تو انہی سے گستاخی کر رہا ہے ہٹا لے چھڑی یہاں سے

یزید نے کہا۔ اللہ تجھے خوار کرے کیا تو اس بھرے دربار میں میری توہین کرنے آئی تھی؟

کینز نے کہا۔

توہین کرنے نہیں تجھے اس خوابِ غفلت سے بے دار کرنے آئی تھی جس میں تجھے دنیا و آخرت ادھاپنے دی گانے کی تمیز نہیں ہے۔



زید نے حکم دیا کہ۔

ابھی ابھی اس کینز کا سترن سے جدا کر دو یہ اپنے عورتوں واسے خراب  
سنا سنا کر لوگوں کے ذہن خراب کرتی رہے گی۔

جلاد آگے بڑھے اور انہوں نے اسی خوش نصیب کا سر جسم سے جدا  
کر دیا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق قتل کینز سے فراغت کے بعد زید پھر چھڑی  
سے دندان مبارک کے ساتھ گت ناخی کرنے لگا کہ جاثلیق آگیا۔ یہ غصے انتہائی  
بوڑھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس کے ہمارے پر یہ چل  
رہا تھا۔

مؤلف :- جاثلیق عیسائیوں کے اس بڑے پادری کو کہا جاتا ہے جو  
صرف انطاکیہ کے پادری جسے بطریق کہتے ہیں کے ماتحت ہوتا۔ بطریق سب  
سے بڑا پادری ہوتا ہے۔ اور صرف ایک ہوتا ہے جسے آج کل بطریق کپوپ  
کہا جاتا ہے۔

جاثلیق کے ماتحت کو مطران کہا جاتا ہے۔ جو کسی ڈیوینٹی بیڈ کو ارٹ  
پر ہوتا ہے اور مطران کے ماتحت اسقف کہلاتے ہیں۔ جو ہر گرجا میں  
ہوتے ہیں۔

جاثلیق نے جب سر غریب رسول زید کے سامنے طشت طلا میں دیکھا  
تو زید سے پوچھا۔

یہ کس کا سر ہے؟

زید نے کہا۔ حسین ابن علی ابن ابی طالب کا سر ہے۔

جاثلیق نے کہا۔

اس کی ماں کا نام کیا تھا؟

یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ تھا۔

جاثلیق نے کہا۔

ارے ظالم مسلمان میرے اور جناب داؤد کے درمیان تیس پشتوں

کا فاصلہ ہے۔

مگر آج بھی میں جس گلی سے گزرتا ہوں نصرانی میرے پاؤں کی مٹی لے کر تبرک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ تمہارے نبی کا تو ابھی کفن بھی میلانہیں ہوا اور تم نے فرزندِ رسول کو اس بے دردی سے قتل کر دیا ہے اور اس کے قتل کرنے کا جشن منا رہے ہو۔

میں ابھی اپنے گرجا میں سو رہا تھا کہ عالم خواب میں میں نے آدم سے خاتم الانبیاء تک تمام انبیاء کو دیکھا ہے۔ تمام انبیاء محمد کو رسول اللہ کہہ رہے تھے جبکہ محمد کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے۔

اس کا سر گرد آلود تھا۔ لباس پر جگہ جگہ خون کے سرخ نشان تھے۔

تمام انبیاء اسے اس کے مظلوم بیٹے کی بے گناہ شہادت پر پرستہ دے رہے تھے۔ میں گہرا کو اٹھا۔ اور اب دربار میں یہ تصدیق کرنے کی خاطر آیا ہوں کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے کیا حقیقت ہے یا نہیں۔ تجھ سے معلوم کرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ حقیقت ہے۔

یزید نے کہا۔ ارے تو کہاں سے ٹپک پڑا یہ ہمارا اپنا معاملہ ہے۔ تو کہاں سے خواب سنانے لگا۔

جاثلیق لگے بڑا حاحا۔ سرِ غریب رسول کو اٹھایا۔

اور عرض کیا۔

اے ابو عبد اللہ گواہ رہنا میں آپ کے نانا کی رسالت اور تیرے باپ کا ولایت کی شہادت دے رہا ہوں۔

تیرے اعداء سے اعلانِ برکت کرتا ہوں

یزید نے کہا۔ گویا تو اب مسلمان ہو گیا ہے۔ اور تو نے اپنا دین چھوڑ

دیا ہے۔

جاثلیق نے کہا۔ تو نے کلمہ شہادت خود سن لیا ہے۔ اب اگر مسلمان نہیں تو

اور کیا ہوں۔

یزید نے کہا۔ تیرا تحفظ ہمارے لیے اس وقت تک ضروری تھا جب تک تو اپنے دین پر تھا۔

اب جب ہمارے دین میں آ گیا ہے تو اب ہم اپنے دین کے مطابق تمہجہ سے سلوک کریں گے۔

جاثلیق نے کہا۔ مجھے اب کوئی پروا نہیں ہے کہ تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔

یزید نے کہا تمہجہ معلوم ہے کہ جو آلِ رسول سے محبت رکھے اس کی سزا کیا ہے؟

جاثلیق نے کہا۔

جو سزا بھی ہو میں برداشت کر لوں گا۔

یزید نے جلاو کو حکم دیا کہ اسے کوڑے مارو۔

دو جلا د آگتے ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف کھڑا ہو گیا باری  
باری دونوں کو ٹپے برساتے گئے۔ جب تک جاثیق میں طاقت رہی کھڑے  
ہو کر کوڑے ہستار ہا۔ جب جسمانی طاقت جواب دے گئی تو فرشتے دربار  
پر گر گیا۔

یزید نے جلا دوں سے کہا۔

یوں نہیں ایسے تو یہ جلدی مہر جانے گا۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر کوڑے مارو تاکہ  
محبت آل محمد کی سزا اچھی طرح مل سکے اور اسے پتہ چل جائے کہ اسلام کیسا  
مذہب ہے۔

میں چاہتا ہوں یہ سسک سسک کر مرے۔

جب کچھ دیر کے لیے کوڑے رکے تو جاثیق نے نہ آنکھیں کھولیں۔ یزید  
کو دیکھا۔ درباریوں کو دیکھا۔

اور سکا دیا۔

یزید نے کہا۔ کیا بات ہے مسکارا ہا ہے؟

جاثیق نے کہا۔ اپنی خوش نصیبی پر مسکارا ہا ہوں۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں  
سکتا تھا کہ مجھے جیتے جی جنت کی بشارت ملے گی۔ آج اپنے کانوں سے نہ صرف  
جنت کی بشارت سن لی ہے بلکہ اپنی آنکھوں سے جنت کا نظارہ بھی کر چکا ہوں۔  
جلا دوں سے کہہ ذرا جلدی کریں۔ نبی کو میں میرا انتظار کر رہے ہیں اور میں نہیں چاہتا  
کہ میرے آقا کو زیادہ تکلیف ہو۔

یزید نے پوچھا۔ کون نبی کو میں؟

جاثیق نے کہا۔ وہی نبی کو میں جس کا کلمہ تیرے دادا نے ہتھیار ڈال کے پڑھا

اور میں نے اس کے بیٹے کی تحانیات اور اپنے عیسیٰ نبی کی گواہی سے پڑھا ہے اور  
 نبی کو میں میرے سامنے کھڑے ہیں ان کے ایک ہاتھ میں جنت کی قمیص اور دوسرے  
 ہاتھ میں صحن تاج ہے۔ مجھے فرما رہے ہیں بہت تیزی سے تیرے جسم کو چھوڑنے کی  
 دیر ہے یہ قمیص اور تاج تجھے اپنے ہاتھ سے پہناؤں گا۔  
 یزید نے جلادوں سے کہا۔ اسے جلدی ختم کر دو۔ درباریوں کے ذہن  
 خراب کر رہا ہے۔



## واقعہ عبدالوہاب نصرانی

منتخب کے مطابق ایک نصرانی روم سے کسی ذاتی کام کی خاطر شام آیا۔ ان دنوں میں جب فتح یزید کے جشن منائے جا رہے تھے۔ یہ نصرانی اس وقت دربار یزید ہی میں بیٹھا تھا جب یہ غیث سرغریب دہرائے گستاخی کر رہا تھا۔

عبدالوہاب نے یزید سے پوچھا۔

اے امیر! یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے کہا۔ حسین ابن علیؑ ابن ابوطالب کا سر ہے؟

عبدالوہاب نے کہا۔ اس کی ماں کا نام کیا ہے؟

یزید نے کہا۔

آخر تو یہ سوال کیوں کر رہا ہے۔

عبدالوہاب نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ میں روم کا باشندہ ہوں۔ جب وہاں جا کر میں شاہ روم آپ کی فتح کا حال سناؤں گا تو وہ مجھ سے مقتول کے متعلق

پوچھے گا کون تھا۔

اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مکمل معلومات لے کر جاؤں مجھے یقین ہے شاہ روم بھی آپ کی اس خوشی میں آپ کا شریک ہوگا۔

یزید نے کہا۔

اس کی ماں فاطمہ بنت محمد رسول اللہ تھی۔

عبدالوہاب کانپ گیا۔ اور کہنے لگا۔ اسے یزید کیا یہ فاطمہ زہرا کا بڑا لڑکا

ہے یا چھوٹا؟

یزید نے کہا۔ چھوٹا لڑکا ہے۔

عبدالوہاب نے کہا۔

کیا حسین اسی کا نام تھا۔

یزید نے کہا۔ ہاں۔

عبدالوہاب کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے۔ اور کہنے لگا کہ

یزید شاید تجھے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں؟

تجھے کیا معلوم ہوگا شاہ روم کو بھی آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ میں

کون ہوں۔

آج کل تو میں شاہ روم کا وزیر ہوں۔ لیکن ایک وقت میں میں تاجر تھا۔

اور مکہ و مدینہ میں بغرض تجارت آتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں مدینہ آیا تو سردارانِ نبیاء

کا بڑا چرچا تھا۔

میں نے بھی سوچا کہ مدینہ کے مقتدر افراد سے ہے اگر ان سے واقفیت

ہو جائے تو اس کے مقتدر بن یقیناً مجھے اچھی نظروں سے دیکھیں گے چنانچہ میں نے

فیصل کیا کہ محمد کے پاس کوئی تحفہ لے جاؤں۔  
میں نے آپ کے صحابہ سے پوچھا کہ آپ کو کیا پسند ہے؟  
انہوں نے بتایا۔ آپ خوشبو کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔  
میں نے کستوری کی دو تھیلیاں اور کچھ عنبر لیا اور آپ کی خدمت میں  
حاضر ہو کر وہ تحفہ پیش کیا۔

آپ نے پوچھا۔ تیرا نام کیا ہے؟  
میں نے بتایا۔ میرا نام عبدالشمس ہے۔  
آپ نے فرمایا۔

اگر تو اپنا نام بھی بدل لے اور میرا دین بھی قبول کرے تو پھر تو میں تیرا  
یہ تحفہ قبول کر لوں گا ورنہ نہیں۔  
میں نے عرض کیا۔

نام آپ جو چاہیں تجویز فرمائیں۔ لیکن دیکھ سکھانہ میں مجھے کچھ ہمت دیں  
میرے دل میں ان کی محبت جیسے گھر گر گئی تھی۔ انہوں نے اسی وقت عبدالشمس  
کی جگہ میرا نام عبدالوہاب تجویز کیا۔

دوسرے دن میں نے آکر اسلام قبول کر لیا۔ واپس روم جا کر میں نے کسی  
کو اپنے اسلام سے آگاہ نہیں کیا۔ اس وقت میں میرے چاہیئے اور تین بیٹیاں  
مسلمان ہیں۔ میں اپنی امانت اور دیانت کی وجہ سے شاہ روم کا وزیر ہوں۔ انہی  
دنوں دوسرے سال میں بغرض تجارت مدینہ آیا۔ آنحضرت کی زیارت سے مشرف  
ہوا۔ آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ یہی حسین جس کا سر اس وقت تیرے سامنے  
رکھا ہے کسی تھا۔



آنحضرت کی خدمت میں آیا آپ نے آگے بڑھ کر دونوں بازو کھول کر اس  
 شہزادے کو سینہ سے لگایا جن ہونٹوں پر تو نے چھڑی رکھی ہوئی ہے انہی لبوں  
 کو آپ کافی دیر تک چومتے نہیں چومتے رہے شہزادہ کچھ دینا ناکی گود میں بیٹھ کر  
 واپس چلا گیا۔

اگلے سال میں پھر آیا تو میری موجودگی میں یہ دونوں بھائی آنحضرت کے  
 پاس آئے اور عرض کی۔

نانا ہم آپس میں کشتی رتے ہیں آپ فیصلہ فرمائیں کہ ہم سے طاقت در  
 کون ہے؟

آپ نے فرمایا: نہیں بیٹے کشتی رطائتمہاری شان کے خلاف ہے تم ایسا  
 کر دو دونوں جا کر تختیاں لکھو جس کا خط خوبصورت ہوگا وہی طاقت در ہوگا۔

دونوں شہزادے واپس چلے گئے کچھ دیر کے بعد تختیاں لے کر آگئے: نانا کے  
 سامنے رکھیں اور عرض کیا۔

نانا فیصلہ فرمائیے کس کا خط خوبصورت ہے؟

میں نے دیکھا سرور کو نین دونوں میں سے کسی کو بھی رنجیدہ خاطر نہیں کرنا  
 چاہتے تھے اس لیے آپ نے دونوں کو گلے لگا کر فرمایا۔

بیٹے تم دونوں جا کر بابا اعلیٰ کو تختیاں دکھاؤ وہی فیصلہ کریں گے۔

کچھ دیر بعد دونوں شہزادے واپس آئے اور عرض کیا۔

نانا بابا فرماتے ہیں تم دونوں اپنی ماں زہرا کے پاس جاؤ وہی فیصلہ کریں گی

آپ نے فرمایا: بیٹے ٹھیک ہے اپنے بابا کا حکم مانو اور ماں کے پاس چلے جاؤ

کچھ دیر بعد سرور کو نین پہلے مسکرائے اور پھر رو دیئے۔

میں نے عرض کیا۔ قید بیک وقت خوشی اور غمی یہ کیا ہوا۔  
آپ نے فرمایا۔ ابھی جبریل نے مجھے آکر بتایا ہے کہ جب دونوں بچے  
جناب نہر کے پاس تختیاں کے لیے گئے اور عرض کیا۔ اماں جان فیصلہ فرمائیے  
کس کا خط خوب صورت ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ بیٹے نانا یا بابا سے فیصلہ کرایا ہوتا۔  
شہزادوں نے عرض کیا۔ امی جان! نانا نے بابا کے پاس بھیجا اور بابا نے  
آپ کے پاس بھیجا ہے۔

یہ جواب سنکر بی بی نے دل میں سوچا کہ نہ تو ان دونوں کو ان حضورِ نبیہ کرنا  
چاہتے ہیں اور نہ میرے سراج بی بی کے گلے میں سات موتیوں والا ایک ہار تھا۔  
بی بی نے فرمایا۔

دیکھو میں ہار کے دانے زمین پر پھینکتی ہوں جس نے زیادہ اٹھالیے اسی کا  
خط خوب صورت ہوگا چنانچہ آپ کی دختر نیک اختر نے ہار کے دانے زمین پر کھیر دیئے  
دونوں شہزادے آگے بڑھے تین دانے حسن نے اور تین حسین نے اٹھالیے۔ ایک  
دانہ بچ گیا۔ ایک طرف سے حسن نے دوسری طرف سے حسین نے ہاتھ بڑھایا۔ اور  
ذاتِ احیث نے مجھے حکم دیا کہ ان میں کوئی بھی ایک دانہ نہ اٹھائے۔ دونوں کے  
ہاتھ پہنچنے سے قبل اس دانہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دے تاکہ آدھا حسن لے لے  
اور آدھا حسین لے۔

میں اس لیے مسکرایا ہوں کہ جس طرح میں دونوں میں سے کسی کا دل نہیں دکھاتا  
چاہتا تھا اسی طرح علی اور فاطمہ کے ساتھ ساتھ اللہ نے بھی کسی کو رنجیدہ کرنا  
مناسب نہیں سمجھا۔

اور دیا اس لیے ہوں کہ ایک دن میرا یہ بیٹا میری امت کے ہاتھوں  
 زیر جفا سے اور پھر یہ چھوٹا بیٹا سرزمین عراق میں تشہد اور گرسنہ شہید ہو گا۔  
 یزید جس ہستی کو اللہ اور رسول صرف رنجیدہ خاطر نہیں کرنا چاہتے تھے  
 تو نے اس ہستی کو اتنے بڑے ظلم سے شہید کر دیا ہے۔ اور اس کی شہادت پر تو  
 جشن منا رہا ہے۔

پھر عبد الوہاب اٹھا اس نے سر مظلوم زہرا کو تخت یزید سے اٹھایا۔ اسے  
 سے لگایا۔ بوسہ لیا۔ اور عرض کیا۔  
 اے فرزند زہرا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا ساتھ نہ دے سکا میرے  
 اس افسوس کی شہادت اور یزید کے سامنے کلمہ حق کہنے کی گواہی اپنے نانا اور  
 بابا کے سامنے دے دینا۔



## جناب سجاد و دربارِ نیرید میں

سروں کے بعد اس ظالم نے دوسرا حکم یہ دیا کہ اب مرد قیدیوں کو حاضر کیا جائے۔ چنانچہ جناب سجاد اور آپ کے ساتھ دیگج گیارہ گرفتار شدہ قیدی بچوں کو دربار کے سامنے لایا گیا۔

۱۔ جناب سجاد۔

۲۔ امام باقر۔

۳۔ عمرو ابن حسنؑ

۴۔ عمرو ابن حسینؑ۔

۵۔ حسن ابن حسنؑ

۶۔ زید ابن حسنؑ۔

۷۔ یحییٰ ابن حسنؑ

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ مرد اور بنات رسول تمام قیدیوں کو بیک وقت دربار میں پیش کیا گیا۔

متخب کے مطابق جناب بجا و فرماتے ہیں کہ جب ہمیں دبار شام میں زید کے پیش کیا گیا تو اس وقت تمام ایک رسی میں بندھے ہوئے تھے۔ رسی کا سرا میرے گلے میں تھا۔

میرے بعد دختر زہرا کے گلے میں ان کے پیچھے جناب ام رباب تھیں اسی طرح ہم تمام اولاد رسول ایک رسی میں گرفتاریوں میں لاتے گئے کہ میرے گلے میں پٹری رسی میں شمر کا ہاتھ تھا جب مجھے کھینچا تھا تو میرے پیچھے تمام مستورات کھچی چلی آتی تھیں۔

جب زید کھانے آئے تو میں نے زید کو مخاطب کر کے کہا۔  
اگر ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دے گا؟  
زید نے کہا کیا بات پوچھنا ہے؟  
میں نے کہا۔

صرف اتنا بتا دے۔ اگر آج ہمیں وہ رسول اس حالت میں دیکھتا جس کا مکہ پیٹھ کو تو اس نمبر پر بیٹھا ہے تو ان کے دل پر کیا گزرتی؟  
زید نے جواب میں کوئی بات نہ کہی اور منہ پھیر لیا۔  
زید نے شمر سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟  
شمر نے کہا۔ علی ابن حسین ہے۔  
زید نے کہا۔ کیا علی ابن حسین میدان کربلا کے مقتولین کی فہرست میں نہیں ہے۔

شمر نے کہا۔  
وہ اس کا چھوٹا بھائی تھا۔

ابن شمر اشوب کے مطابق ۔

یزید نے امام سجاد سے پوچھا ۔

تیرے باپ کو کیا تھا کہ اس نے اپنے ہر بیٹے کا علی رکھا ہے ؟  
امام سجاد نے فرمایا ۔

اور تو کچھ نہ تھا صرف انہیں اپنے باپ سے محبت تھی اس لیے انہوں  
نے اپنے ہر بیٹے کا نام علی رکھا ہے ۔

یزید نے کہا ۔ کیا تو اسی حسین کا بیٹا ہے جو میری جگہ منبر خلافت پر بیٹھنا  
چاہتا تھا ۔ آج تو نے اس کا انجام دیکھ لیا ہے کہ تیرے باپ کا سر میرے سامنے  
ہے ۔ اور تو اپنے ال بیت کے ساتھ رکن بستہ میرے دربار ہے ۔  
امام سجاد نے فرمایا ۔

یزید تو اچھی طرح جانتا ہے کہ منبر مومل پر بیٹھنے کے لیے میرے باپ  
سے زیادہ حق دار کون تھا اگر اس نے بقول تیرے یہ خواہش کی تھی تو کون سا  
بر کیا تھا ۔

یزید نے کہا ۔ پھر اب انجام بھی تو دیکھ لیا ہے ۔

امام سجاد نے فرمایا ۔

ابھی انجام کہاں آیا ہے ۔ جب انجام آجائے گا تو ہم بھی دیکھ لیں گے  
اور تو بھی دیکھ لے گا ۔

سجاد کے مطابق یزید نے کہا ۔

حیرت ہے تو میرا قیدی ہو کر بھرے دربار میں مجھے ترکی بترکی جواب  
دے رہا ہے ۔

جلاد کہاں ہے ۔

جلاد حاضر ہوا ۔

یزید نے کہا ۔ اسے لے جا کر قتل کر دے ۔

جلاد آگے بڑھا ۔ امام سجادؑ نے فرمایا ۔

میں قتل ہونے جا رہا ہوں ۔ میرے ساتھ یہ نبی کی امانتیں ہیں انہیں مدینہ پہنچانے کا انتظام کر دینا ۔

جب بنت زہرؑ نے جلاد کا ہاتھ جناب سجادؑ کی رسی میں دیکھا تو مجبوراً انہوں کے باوجود اپنے کو امام سجادؑ تک پہنچایا اور فرمایا ۔

اوزیدؑ جو قتل کر چکا ہے وہی کافی سمجھ ۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو مجھے بھی ساتھ قتل کر دے ۔

دربار میں مل جل چکی تھی ۔ کئی افراد کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا ۔ یزیدؑ غدرہ اس بیمار کو تنہا قتل نہیں ہونے دے گی ۔ اور اہل شام میں سے کوئی بھی کسی نبی زادی کا قتل گوارا نہیں کرے گا ۔ پھر جلاد کو واپس بلاوا ۔

دھدار اور ندی سے مر دی ہے کہ جب یزیدؑ جناب سجادؑ سے جا برا نہ گفتگو کر رہا تھا اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تسبیح تھی جسے آپ گھما رہے تھے ۔

یزیدؑ نے کہا ۔ مائے حسنینؑ زادے یہ کیا بات ہوئی کہ میں تیرے ساتھ بات کرتا ہوں ۔ اور تو ہاتھ میں تسبیح لیے گھما رہے میری کسی بات کا جواب دیتا ہے اور کسی کا نہیں ۔ حالانکہ تو قیدی ہے ۔

جناب سجاد نے فرمایا۔

جہاں تک تیری باتوں کے جواب کا تعلق ہے تو ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہے جو بات قابل جواب ہوتی ہے اس کا جواب دے دیتا ہوں اور جو نہیں ہوتی اس کا جواب نہیں دیتا۔ اور جہاں تک تسبیح کا تعلق ہے تو مجھے میرے باپ نے میرے دادا سے روایت بیان کی ہے کہ۔

نماز صبح سے فراغت کے بعد میرے دادا اس وقت تک کوئی بات نہ کرتے تھے جب تک ہاتھ میں تسبیح نہ لے لیتے تھے۔ اور تسبیح لینے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللہم انی اصبحتُ اُسبحُکَ وَاُمجِدُکَ وَاُحَمِّدُکَ وَاُهلِّلُکَ بعد و ما اذین بک سبحتی۔

اس کے بعد آپ ہاتھ میں تسبیح گھاتے رہتے تھے اور باتیں کرتے رہتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے مولائے صادق نبی کو نہیں سے سنا ہے کہ جو شخص نماز صبح کے بعد یہ دعا پڑھ ہاتھ میں تسبیح لے اور تسبیح کو گھاتا رہے تو اس کے نامہ اعمال میں ثواب تسبیح درج کیا جاتا ہے۔ خواہ کچھ بھی نہ پڑھے۔ اسی طرح رات کو اگر سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ کر تسبیح کو زیر تکبیر رکھ لے تو بھی تمام رات باوجود خواب کے ثواب تسبیح اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

میں اپنے جد محترم کی اقتدار کیا کرتا ہوں۔ اور صبح اٹھتے ہی دعا پڑھ کے تسبیح ہاتھ میں لیتا ہوں اور اسے گھاتا رہتا ہوں۔ رات کو سونے سے پہلے دعا پڑھ کے تسبیح کو زیر تکبیر رکھ دیتا ہوں۔

عیدون اخبار ارضائیں فضل سے مروی ہے کہ امام رضا نے فرمایا ہے کہ ہر بات شہداء کے بعد ایران آل محمد درباریزید میں داخل ہوتے تو زید نے سرِ مظلوم کو



زیرِ تخت رکھا۔ اس پر دستِ خوان لگایا۔ اپنے اموی معززین کے ساتھ بیٹھ کر  
شرابِ خوری کرنے لگا۔ اور جام میں کچ جانے والی  
کو سر مبارک پرانڈ لینے لگا۔

اور ہر مرتبہ کہتا تھا۔

اے حسین!

کیا دیکھ رہا ہے؟

کیسی اچھی شراب ہے؟

آپ کے خیال میں آپ کا والد حوضِ کوثر کا ساتی ہو گا۔ اگر کبھی اتفاق ہو  
جائے۔ اور میں حوضِ کوثر کے قریب سے پیسا گزروں گا تو آپ سے کہنا کہ مجھے  
حوضِ کوثر سے نہ پلائے۔

اے حسین!

آپ کے نانہانے چاندی اور سونے کے برتن کا استعمال حرام کیا تھا۔ ذرا  
دیکھ پیسے چاندی کے طشت میں اور اب سونے کے طشت میں تیرا سر کیسے خوبصورت  
لگ رہا ہے۔

تیرا آپ فخر کیا کرتا تھا کہ بدر میں اس نے اپنے مقابل میں ہر آنے والے  
کو قتل کیا تھا۔ اب دیکھ یہ بدر کا بدلہ ہے جو میں نے لے لیا ہے۔ اس کے بعد  
اس نے یہ اٹھار پڑھے۔

ہلالِ بدادِ بلالِ زمل کذلک تجوی صروف الدول

ایک چاندِ طلوع کر رہا ہے اور ایک چاندِ مغرب میں چھپ رہا

ہے۔ حوادثِ زمانہ حکومتوں کے ساتھ یہی کچھ کرتے ہیں۔

لئن ساءنا ان جبشاصفی لقد سونا ان جبشاقض  
ایک وقت اگر ایک لشکر کی موت نے ہمیں غمزدہ کیا تھا۔ تو آج  
دوسرے لشکر کی موت نے ہمیں خوشی اور مسرت بھی تڑپ ہے۔  
لست من خندف ان لم اشقم من نبی احد ما کان تعل  
میری ماں خندف نہ ہوئی اگر میں نے نبی احمد سے ان تمام کاموں  
کے بدلے نہ لیے جو اس نے کیے تھے۔

ابن جوزی نے۔ الرد علی المتعصب العنید فی تصویب فعل یزید میں  
لکھا ہے کہ۔

اگرچہ فرزند رسول کا قتل سرفراہ رسول سربائے شہداء و ذریت زہراؑ اور  
نبی زادوں کو رس بستہ کر کے بد از تشبیر یزید کا اپنی کھلی کپھری میں پیش کرنے کا  
حکم دینا بھی کم بائٹ تعجب نہیں ہے۔ لیکن ان تمام امور سے حیرت اس وقت  
بڑھ جاتی ہے جب ہمیں تاریخ کے مسلمہ مورخین یہ واقعہ بتاتے ہیں کہ یزید نے  
اپنے جام میں سچی ہوئی شراب سرفر زند رسول پر انڈیلی اور آنکھوں سے جنگ  
کا انتقام لینے کی بات کی۔

بوسہ گاہ نبوی کو چھڑی سے مجروح کیا۔

ابن زیاد کو حکم دیا کہ نبی زادوں کو بے پالان کے اونٹوں پر سوار کر کے سر دیا  
پر بند شام لایا جائے۔

فاطمہ بنت حسینؑ کو ایک شامی کے حوالہ کرنے کا ارادہ کیا۔

ذریت رسول کے لاشوں کو بے گورد کھن رکھنے کا حکم دیا۔

اگر دل یزید جاہلیت کے کینوں اور بدر کے انتقام سے لبریز نہ ہوتا تو

سر مظلوم کا احترام کرتا۔

سر فرزند زہرا کی چھڑی سے توہین نہ کرتا۔

جام میں بچی ہوئی شراب سر پر نہ اندھکتا۔

بنات رسول کے ساتھ احترام کا سا سلوک نہ کرنا۔

یہ تمام امور ایسے ہیں جو کسی بھی تاریخ پر طے دے سے بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ صرف زید پر لعنت یہ اکتفا نہ کرے بلکہ لعنت کے ساتھ کفر زید میں بھی شک نہ کرے۔

اگر واقعا زید ابن زیاد سے ناراض ہوتا۔ اور اگر واقعا ابن زیاد نے زید کی نافرمانی کر کے نواسہ رسول کو شہید کیا ہوتا تو پھر۔ ابن زیاد کو اپنے مقررین بارگاہ میں شامل نہ کرتا۔ بیت المال سے اس پر بے شمار تحائف کی بارش نہ کرتا۔ اسے انعام و اکرام سے نہ نوازتا۔ اور اسے اپنے اہل حرم میں بھی نہ بے جانا۔

ابن عقیل نے لکھا ہے کہ۔

جو امور کفر زید پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے اس کے یہ اشار بھی ایک واضح دلیل ہیں۔

اپنی کینز کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

علیتد ہاتی علیینی واعضی بذلک الی لا احب التناحب  
اسے علیہ مجھے میرا رب کہ دوبارہ میرا رب کہ یہ رونادھونا مجھے اچھا  
نہیں لگتا۔

حدیث ابی سفیان قدما فی ہا الی احد حتی اقام البواکب  
پہلے وقتوں میں ابوسفیان کی یہ باتیں تھیں کہ اس نے نوحہ کر توتوں  
کو بلا کر نوحہ خوانی کرائی تھی۔

اذا ما نظر مافی لعور قدیمۃ وحیدنا حلالا لا شراب متوالیا  
جب ہم پرانی شریعتوں اور سابقہ حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں  
شراب غوری ہر دور میں حلال ملتی ہے۔

وان مت یا ام الاحیم فانکعی ولا تا ملی بعد الفراق تلاقب  
اے ام احیم اگر میں مر جاؤں تو کسی دوسرے سے نکاح کر کے  
عیش کر لینا۔ اور مرنے کے بعد کسی قسم کی ملاقات اور زندگی کا  
خیال نہ کرنا۔

فان الذی حدیث من یوم بعثت احادیث طسم تجعل القلب ساھیا  
یہ باتیں جو تجھے سنائی جاتی ہیں کہ کوئی قیامت کا دن بھی ہوگا  
یہ سب ایسی بے ہودہ باتیں ہیں جن سے دل پریشان ہوتا  
ہے۔

معتر الندماں قولوا واسمعوا صوت الاغانی  
اے ساتھیو! اٹھو اور گانے والیوں کی آوازیں سنو۔

واشربوا کاس المدام واترکو ذکر المعانی  
اٹھو شراب کے جام لٹھاؤ اور معانی کا تذکرہ چھوڑو۔

متغتنی نقمۃ العیدان عن صوت الاذان  
مجھے توراںگی کی لے نے اذان کی آواز سے بے نیاز کر دیا ہے

وتعوضت عن الحور  
 میں نے حوروں کے عوض دنیا میں شراب ہی کو چن لیا ہے  
 وشمسہ کم برجھا قعر ذہا  
 و مشرقہا الساقی و مغربہا فی  
 انگریز آفتاب جس کا برج شکم صراحی ہے اور اس کا مشرق دست  
 ساقی اور مغرب میر امنہ ہے۔

شراب کبتر فی اناء کفضۃ  
 وساق لبدر مع نداحی کاخم  
 چاندی جیسے برتن میں سونے جیسی شراب ہے بستاروں جیسے  
 دوستوں میں ماہ دو ہفتہ جیسی پنٹلی پر ہاتھ ہے۔

فان حرمتم یوما علی دین احمد  
 فخذ علی ابن المسیح ابن مریم  
 اگر آج دین محمد میں شراب کو حرام کہا گیا ہے تو کوئی فرق نہیں  
 پڑتا۔ مسیح ابن مریم کے دین میں حلال سمجھ کر پی لو۔

ان اشار کو پڑھ کر کوئی احمق سے احمق آدمی بھی کفریزید میں شک  
 نہیں کر سکتا۔

محمد نجوی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن ابن برہنہ پر عبید اللہ  
 ابن زیاد نے ظلم کیا۔

عبدالرحمن کہتا ہے کہ میں ابن زیاد کے خلاف شکوہ لے کر شام آیا۔ ایک  
 سال تک دریزید پر کھڑا رہا لیکن مجھے درباریزید میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ سال  
 کے بعد واپس پلٹا۔ بیرون شام ایک چار دیواری بنی ہوئی تھی۔ اس میں داخل  
 ہوا۔ دیکھا تو ایک کتا جس کے گلے میں سونے کی زنجیر تھی اسی چار دیواری میں پھر  
 رہا تھا۔ پھرتے پھرتے وہ کتا ایک خیمہ میں گھس گیا میں آگے بڑھا تو ایک شخص

گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھ سے پوچھا۔ تو نے کہیں اس جگہ کوئی کتا دیکھا ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں ایک کتا تو اس خیمہ میں ابھی گیا ہے۔ وہ شخص جلدی سے وہاں آیا۔

مجھ سے پوچھا تیرے پاس کچھ پانی بھی ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں ہے۔

میں نے اسے پانی دیا۔ پہلے اس نے کتے کو پلایا۔ پھر سات مرتبہ کتے کو نہلایا۔ پھر بچا ہوا پانی خود پیا۔

اور مجھ سے پوچھا۔

تو یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے۔

میں نے اسے بتایا کہ ابن زیاد نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ زید کے پاس شکایت لے کر آیا تھا۔ لیکن کسی نے دربار میں نہیں جانے دیا۔ ایک سال انتظار کے بعد واپس جا رہا ہوں۔ یہ سب نہیں وہ ظالم کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔

اس نے کہا۔ اگر چاہے تو میں تجھے ابن زیاد کے نام ایک خط دے دوں۔ وہ میرا دوست ہے۔ مجھے امید ہے سابقہ ظلم کی تلافی کر دے گا۔ اور آئندہ تجھے کچھ نہیں کہے گا۔

میں نے کہا۔ لکھ دے۔

اس نے مجھے ابن زیاد کے نام خط لکھ دیا۔ میں وہ خط لے کر ابن زیاد کے پاس آیا۔

ابن زیاد نے جو بھی خط دیکھا اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اس نے میرے ساتھ کیے گئے

ظلم کی تلافی کا حکم دیا۔

اور کہنے لگا۔

یہ خط تجھے کس نے لکھوا دیا ہے؟

میں نے کہا۔ یہ خط کس کا ہے؟

ابن زیاد نے کہا۔

یہ امیر المومنین یزید کا خط ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے ایک دوست کی وساطت سے شرفِ زیارت نصیب

ہوا تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔

یزید نے مجھے لکھا ہے کہ۔ تو نے مجھے بھی لعنت کی ہے اور یزید پر

بھی لعنت کی ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تیری جائیداد تجھے واپس لوٹا

دوں۔ لہذا میں تیری جائیداد تجھے واپس کرتا ہوں۔ جا تیرا کام ہو گیا ہے۔

ابو الفرج نے کتاب البصرہ میں لکھا ہے کہ۔

جب جناب عباس بن عبدالمطلب جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تو

سرورِ کونین نے جناب عباس کی گرفتاری کی شبِ اول آپ کا ہمدانہ گریہ

سنی۔ آپ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اور صبح ہونے سے پہلے صحابہ سے اجازت لیکر

آپ کو رہا کر دیا تھا۔

جب قاتلِ جناب حمزہ وحشی نے اسلام قبول کیا تھا تو آنحضرت نے اسے

فرمایا تھا۔

میرے سامنے کبھی نہ آنا میں اپنے عزیزوں کے قاتل کا چہرہ دیکھنا

گوارا نہیں کرتا۔

آج اگر سرور کونین زندہ ہوتے تو اپنی بیٹیوں کی گرفتاری خدا معلوم  
کیسے برداشت کرتے یا اپنے حسین کے قاتل کو دیکھنا کیسے برداشت کرتے۔  
ابراہیم نخعی کہا کرتا تھا

بہ خدا اگر میں قاتل حسین ہوتا۔ اور شریک قتل ہوتا اور مجھے معافی کر کے جنت  
میں بھی بھیج دیتا تو کبھی نبی اکرم کے سامنے نہ جانا۔

از روئے تاریخ بنات رسول اور آل رسول کے علاوہ سب سے پہلے جس  
شخص نے فرزند رسول کی بے رحمانہ شہادت پر سر شیعہ لکھا تھا۔ اس کا نام۔ عقیقہ ابن  
عمر و عسی تھا۔

پہلے مرتبہ کے اشعار یہ ہیں۔

ما ذلت ابکید و ارقی لتجوہ و یسعد عینی و معہا و زخیرھا

میں ہمیشہ اس کے غم میں روتا رہوں گا اور سر شیعہ خوافی کرتا رہوں گا  
میری آنکھیں۔ آنکھوں کے آنسو اور میری آہیں میرا تعاون کرتے  
رہیں گے۔

و نادیت من حول الحسین عصایا اطافت به من جانبہ قبورھا

حسین کے ارد گرد صاحب حسین میں ایک ایک کا نام لے کر پکارتا  
رہا ان کی قبروں نے حسین کے ارد گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔

سلام علی اهل القبور بکربلا و قل لہا منی سلام یزورھا

کربلا میں تمام قبروں پر میرا سلام ہو میرا زیارت کرنے والا  
سلام بہت کم ہو گا؟



سلام بأصال العسی وبالضی  
 شام کے ڈھتے سائے اور چاشت کے بڑھتے سائے میں سلام ہو  
 جسے چو طر فی ہوا میں لے کر ان تک پہنچاتی رہیں۔

وہ برا انداز دار قبرہ بطوح علیہم سکھاو عبیرھا  
 قبر حسین کے زائرین کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور ان پر کربلا سے  
 اٹھنے والی مشک و عنبر کی مہک قربان ہوتی رہے۔



## نبی زادیاں دربارِ نرید میں

ارشادِ مفید کے مطابق جب آلِ محمدؐ کے مردِ قیدیوں کو بلایا تو چونکہ مرد اور  
نبی زادیاں ایک ہی سی میں بندھے ہوئے تھے اس لیے سب کے سب داخل  
دربار ہوئے۔

نرید نے تمام قیدیوں کو دربار کے ایک طرف کھڑا کرنے کا حکم دیا سرِ مظلوم  
نرید نے اپنے سامنے رکھا۔

جب زہرا زادیوں نے سرِ مظلوم کو نرید کے سامنے دیکھا۔ تو بت زہرا نے  
یوں بین کرنا شروع کیا۔

یا حبیبنا یا حبیبِ رسول      ہائے ہمارے پیارے۔ اے  
اللہ۔      رسول کے پیارے۔

یا بنِ مکہ و منی      ہائے مکہ و منی کے بیٹے۔

یا بنِ فاطمۃ الزہراؑ      ہائے سیدۃ النساءِ فاطمۃ زہرا  
سیدۃ النساء۔      کے بیٹے۔

یا بن بنت المصطفیٰ - ہاتے دختر مصطفیٰ کے بیٹے۔

یار بیع الارامل و ہاتے بے واقوں اور یتیموں کے

الیتامی - سہاے۔

یا قتیل اولاد الا ہاتے حرام زادوں کے

دعیاء - مقتول۔

انوار نعمانیہ کے مطابق جب تمام نبی زادیاں دربار یزید میں پیش کر دی گئیں تو یزید ایک ایک بی بی کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگا۔

من ہذا؟ و من یہ بی بی کون ہے اور یہ بی بی

ہذا؟ - کون ہے؟

حتی کہ یزید نے ایک کمسن بچی کو دیکھا کہ جس کے گلے میں رسی تھی۔ اور دونوں بازوؤں کی کہینوں میں منہ کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ یزید نے پوچھا۔

من ہذا؟ - یہ بچی کون ہے؟

زجر ابن قیس کے ہاتھ میں رسی تھی اس نے جواب دیا۔ یہ سکنہ بنت حسین ہے۔

یزید نے پوچھا۔ اے دختر حسین یہ تو نے کیوں میں منہ کیوں دے رکھا ہے؟

بچی نے کوئی جواب نہ دیا۔

جناب سجاد کی طرف دیکھا۔

یزید نے دوبار سوال کیا۔ لیکن بچی نے کوئی جواب نہ دیا نہ جبران قیس

نے رسی کو جھٹکا دیا۔ بچی کی آنکھیں پتھر آگئیں۔

جناب بجا دے فرمایا۔

ظالم بچی کے گلے میں رسی پہلے ہی اتنی تنگ ہے کہ وہ بات کا جواب نہیں دے سکتی تو رسی کو جھٹک رہا ہے۔

یزید نے زبر کو رسی ڈھیل کرنے کا حکم دیا۔ جب زبر آگے بڑھا تو بچی ترپنے لگی اور بندھے ہوئے ہاتھوں سے منع کرنے لگی۔

یزید نے جناب بجا دے سے پوچھا۔ بچی رسی ڈھیل کرنے سے کیوں منع کر رہی ہے؟

جناب بجا دے فرمایا۔ یہ نہیں چاہتی کہ کوئی نامحرم اس کے قریب آئے۔

چنانچہ زید کے حکم سے کچھ دیر کے لیے جناب بجا دے کے ہاتھ کھولے گئے۔ جناب بجا دے نے آکر اپنے ہاتھ سے رسی ڈھیل کی۔

یزید نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

بنت حسین نے کہا۔

ظالم تجھے شرم نہیں آ رہی۔ بار بار مجھی کو مخاطب کر رہا ہے۔ دوسری تمام مستورات عمر رسیدہ می انہوں نے اپنے پردے بالوں سے بنار کھے ہیں۔ میں کم سن ہوں۔ چادر ہے نہیں اور بال چھوٹے ہیں۔ ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے اگر کہنوں میں منہ نہ چھپاؤں تو کیا کروں۔

نبی لحم سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر جناب سکینہ کی طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اسے یزید۔

کر بلا کے مال غنیمت سے یہ بچی بطور کنیز مجھے دے دے۔

بنت حسین نے دخترِ زہرا کی طرف دیکھا۔ اور عرض کیا۔ پھر بھی اماں! کیا ہم اولادِ رسول ان کی کنیزیں بنیں گی۔

بی بی نے پیار سے دیکھا۔ اور فرمایا۔

میری بچی مطمئن رہ ایسا نہیں ہوگا۔ پھر بی بی اس شخص کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا۔

اے حرام زادے خاموش رہ

اسکت یا لکم الرجال

اشد تیری زبان قطع کرے۔

قطع الله لسانك و

تیری آنکھیں اندھی کرے۔ تیرے

اعی عینیک و ایدیس

ہاتھ خشک کر دے۔ جہنم تیرا

یدیک وجعل النار

ٹھکانا بنائے۔ تجھے معلوم

متواك ان اولاد الانبياء

نہیں کہ انبیاء کی اولاد حرافز اولاد

لايكونون خداما لاولاد

کی خادم نہیں ہوا کرتی۔

الادعیاء۔

جونہی بی بی کی وعائنم ہوئی۔ اس شخص نے چیخ ماری۔ بے ہوش ہو کر زمین

پر گرا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کے ہاتھ خشک ہو کر گردن سے چٹ چکے

تھے۔ زبان کٹ چکی تھی اور آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں۔ یہ دیکھ کر بی بی نے ان

الفاظ میں شکر باری کیا۔

اس اللہ کی حمد ہے کہ جس

الحمد لله الذي عجل

نے آخرت سے قبل دنیا میں

عليك العقوبة قبل

الآخره هذا جزاء  
من يتحرص  
تیری سزا قدری کر دی ہے  
دیکھے۔ اولادِ انبیاء کی طرف  
بحرم رسول اللہ۔  
سویض نگاہوں سے دیکھنے والے  
کا انجام یہی ہوتا ہے۔

روضۃ الشهداء کے مطابق بنتِ نہرائے جب زیرِ تخت سرِ مظلوم دیکھا  
تو بے اختیار آگے بڑھیں۔

اور یزید سے فرمایا۔

یزید۔ یہ میرے تو میرے بھائی کا۔ اگر اجازت ہو تو میں اسے سینہ سے  
لگا لوں۔

یزید نے اجازت دی۔ خدا معلوم بی بی نے مجبور ہاتھوں سے کیسے اٹھائے  
کی کوشش کی۔ جب یزید نے دیکھا تو جنابِ سجادؓ کے ہاتھ کھولنے کا حکم دیا جناب  
سجادؓ نے پھوپھی کے ہاتھ کھولے۔ بی بی نے سر کو اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ اور  
خشک لبوں کا بوسہ لیا۔ اور غش کھا گئیں۔ جب غش سے افادہ ہوا تو فرمایا۔  
اسے یزید ہمیں امید ہے کہ قیامت میں ہمیں اس کا اجر ملے گا جو تو نے  
سلوک کیا ہے۔

کمالِ ستیفہ میں ہے کہ عرق کا ایک درباری مسخوڑ ہیر نامی تھا۔ وہ دربار  
یزید میں مذاق کیا کرتا تھا اور اسے انعام ملتا تھا۔ جب اس نے آلِ محمدؐ  
کو پابند رس دیکھا تو اس نے جنابِ فاطمہ بنتِ حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے  
کہا۔

یزید یہ بچی مجھے بخش دے۔ اور ساتھ ہی کی طرف ہاتھ بھی بڑھایا۔

جناب فاطمہ نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر فرمایا۔  
 اقصر بیدك عن قطعها ہاتھ پیچھے ہٹا لے اللہ سے  
 اللہ۔ قطع کرے۔

اس نے جو نبی یہ بات سنی اس کا دہشت کے مارے برا حال ہو گیا ساتھ  
 ہی دل میں سوچنے لگا کہ۔ یہ قیدی تو عرب ہیں اس نے ایک درباری سے  
 پوچھا۔

یہ قیدی تو عرب معلوم ہوتے ہیں اور ایسی جگہ کھڑے کیے گئے ہیں جہاں  
 غیر عرب غیر مسلم قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا ہے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ تجھے شاید یہ نہیں بتایا گیا کہ۔ یہ رسول زادیاں  
 ہیں۔ میں نبی زادہ ہوں یہ زہرا کی ہو بیٹیاں ہیں جنہیں تمہارے امیر نے قید  
 کیا ہے۔

جب اس عراقی کو یہ علم ہوا تو اس نے اپنے مندر پر ٹھانپے مارے۔ روتا  
 ہوا دربار سے باہر نکلا۔ اپنے خنجر سے اپنا ہایاں ہاتھ کاٹا۔ اسے آپس ہاتھ  
 پر رکھ کر واپس دربار میں آیا۔ اور جناب سجاد کی خدمت میں عرض کی۔

آقا آپ کریم ہیں۔ مجھے معاف فرمادیں۔ سجدہ میں نے کچھ اور سنا تھا۔  
 مجھے قطعاً یہ علم نہ تھا۔ پھر روتا ہوا دربار سے باہر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ کسی کو  
 کہیں نظر نہ آیا۔

امالی میں مرقوم ہے کہ جناب فاطمہ بنت حسینؑ سے مروی ہے کہ جب ہم  
 دربار میں داخل ہوئے اور زید کے سامنے پابند رسن صاف بستہ کھڑے تھے۔ تو  
 ایک سرخ رنگ شامی اٹھا اور اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اسے زید۔ یہ بچی مجھے دے دے۔  
 میں مچھو مچھو کے قریب ہوئی اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر عرض کیا۔  
 مچھو مچھو اماں! کیا اب ہمیں کینز بھی بنائے جائے گا بنت نہرانے فرمایا۔ بیٹی تو  
 مطمئن رہ۔

پھر اس شامی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔  
 کذب و لعنت ماذا لك  
 تو جھوٹا اور ملعون ہے۔ یہ  
 لك و لالد۔  
 زید نے کہا۔  
 بل کذب و الله لو شئت  
 اگر میں چاہوں تو ایسا کر  
 لفعلت۔  
 پھر مچھو نے فرمایا۔

ان تخرج من ملتنا  
 بخدا! تجھے ایسا کرنے کا ہرگز  
 وتدين بغير ديننا  
 حق نہیں ہے۔ ہاں میرے نانا  
 کا کہہ چھوڑ دے تو پھر دیکھا  
 جاتے گا۔

زید نے کہا۔  
 انما خرج من الدين  
 دین سے تو آپ کا باپ اور  
 ابوك و اخوك  
 بھائی نکل گئے تھے۔ تو نے  
 بدین اللہ و دین اخي  
 اللہ۔ میرے نانا۔ میرے بابا  
 و ابی و حیدى اهدیت  
 اور میرے بھائی کے دین ہی



انت و ابوك وجدك - پر تو كمہ پڑھابے -  
یزید نے کہا -

يا عدوة الله - اے دشمنِ خدا -

پھو مچی نے فرمایا - تو حکمران ہے جیسا چاہے کہہ دے -

ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ اس کے بعد اس شامی نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا  
اس وقت یزید نے اس کو ڈانٹ کر کہا۔ مزید بک بک نہ کر تجھے معلوم بھی ہے  
کہ یہ کون ہیں ؟

شامی نے پوچھا - ہمیں وہی کچھ معلوم ہے جو تم نے بتایا ہے اور وہ یہ ہے  
کہ یہ باغی تیدی ہیں -

یزید نے کہا - نکل جا دربار سے - یہ سر حسین ابن علی ابن ابی طالب کا ہے اور  
یہ فاطمہ بنت محمدؐ کی بیٹیاں ہیں -  
اس شامی نے کہا -

اللہ تجھ پر لعنت کرے - اولادِ انبیاء کو قتل کر کے ان کے سردن سے کھینٹ  
ہے اور نبی زادوں کو کھلے سر رن بستہ دربار میں اپنے سامنے کھڑا کرتا ہے -  
اور ہمیں کہتا ہے کہ یہ باغی ہیں -

یزید نے کہا - اے تو کیا بک رہا ہے -

شامی نے کہا - جب تک معلوم نہ تھا اس وقت تو ہم معذور تھے - لیکن علم  
ہو جانے کے بعد اگر تجھ پر لعنت کریں تو قیامت کے دن آنحضرتؐ کو کیا منہ  
دکھائیں گے -

یزید نے کہا کیا تو بھی چاہتا ہے کہ تجھے ان سے ملا دوں ؟

شامی نے کہا۔ اس سے زیادہ کون سی خوش نصیبی ہوگی۔  
یزید نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور اسے اسی دربار میں قتل کر دیا  
گیا۔

روضۃ العظیمین میں ہے کہ اس کے بعد یزید پھر مر مظلوم سے کھینے لگا اور  
بید کی چڑی دانوں پر مارنے لگا۔  
اس وقت بنت زہرا نے یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله رب العالمين	اللہ رب العالمین کی حمد ہے
وصلی الله علی محمد	محمد اور اس کی تمام آل پر درود
واله اجمعین	سلام ہو۔ سچ فرمایا ہے اللہ
صدق الله کذاک	نے کہ۔ جن لوگوں نے بد عملی
يقول - ثم کان عاقبة	کا ارتکاب کیا ہے آیات
الذین اساء و	خدا کو جھٹلایا ہے۔ اور ان کا
السوء ان کذبوا	نفاق اڑایا ہے ان کا انجام برا
بآیات الله وکانوا	ہوگا۔ اے یزید ہمارے یہ
بهائستهن و	آسمان و زمین کے مابین عرصہ
اظننت یا یزید	حیات تنگ کر کے اور عین
حيث اخذت علينا	قیدیوں کی طرح پابند بن کر کے
اقطار السماوات والارض	کیا تو یہ سمجھا ہے کہ تیرے اس
وافاق السماء فاصبحنا	عمل سے ہم اللہ کے ہاں حقیر
نسا ق کما نسا ق الاسراء	ہو گئے اور تو معزز ہو گیا

ان بنا ہوا ناعلی اللہ  
 ویک علیہ کوامۃ وان  
 ذلک لعظم خطرک عندہ  
 فشمخت با نفک  
 ونظرت فی عطفک  
 جذلان مسرور ارجیت  
 رأیت الذین لک  
 مستوثقة واکامور  
 متسقة حین صفالک  
 ملکنا و سلطاننا  
 مهلاً مهلاً انسیت  
 قول اللہ لا تحسین  
 الذین کفروا انما  
 نملی لهم خیر لانفسهم  
 انما نملی لهم  
 لیزدادوا اثماً  
 ولهم عذاب مہین  
 امن العدل یا بن  
 الطلق اتخذ یرک حراً  
 ترک واما نیک وسوقک

اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا  
 کہ تو اللہ کے ہاں عظیم الشان  
 ہے جس کی وجہ سے تو  
 اونچی ناک کر کے بنائیں بجا رہا  
 ہے۔ جب تو نے دنیا کو اپنے  
 سامنے جھکا ہوا اور حالات کو  
 اپنے حق میں دیکھا ہماری حکومت  
 اور سلطنت پر قبضہ کر کے تو  
 خوشی سے پھولا نہیں سماتا ذرا  
 صبر کر۔ ذرا صبر کر کیا تجھے  
 اللہ کا یہ فرمان بھول گیا ہے  
 کہ کفار کی دولت کو ان کے  
 حق میں بہتر نہ سمجھ ہم انہیں  
 اس لیے ہمت دے رہے  
 تاکہ ان کے گناہوں میں مزید  
 اضافہ ہو تو ہمیں آمیز عذاب نبی  
 کا مقدر ہے۔ اسے غلام زادوں  
 کی اولاد کیا یہی عدل ہے  
 کہ تو نے اپنی ستورت اور  
 لونڈیوں کو پردوں میں بٹھا

نبات رسول اللہ  
 سبا یا قد ہتکت  
 ستودہن۔ وابدیت  
 وجوہن تحدوا  
 بہن الاعداء من  
 بلد الح بلد  
 یستترقہن اہل  
 المناہل والمناقل  
 یتصقم وجوہہن  
 القریب و  
 البعید الدانی و  
 الشریف و لیس  
 معہن من رجالہن  
 ولا من حما تہن  
 حی وکیف ترتجی  
 مراقبہ ابن من  
 لفظ فوہ اکباد الا  
 ذکیاء و بنت لمحہ  
 من دماء الشہداء وکیف  
 یستبطا فی بغضنا اہل

رکھتا ہے اور رسول زادیوں  
 کو قیدی کر رکھتا ہے ان کے  
 سروں سے چادریں پھینکی  
 ہیں۔ دشمن انہیں ایک شہر  
 سے دوسرے شہر میں تشہیر  
 کراتے رہتے جنہیں ہر بازاری  
 سرائے نشین دیکھتا پھرتا رہے  
 ہر قریب و دور کو گھرا ہوا شخص  
 ہر رفیل و کمینہ دیکھنے کی کوشش  
 کر رہا ہے۔ جب کہ ان کے  
 ساتھ نہ کوئی تندرست مرد  
 ہے اور نہ مددگار۔ بھلا اس  
 شخص سے حیا کی کیا توقع کی  
 جاسکتی ہے جو اس ماں کا  
 بیٹا ہو جس نے پاکیزہ لوگوں  
 کا بکر چھایا ہو۔ اور جگا گوشت  
 خون شہداء سے بنا ہو۔ ہم  
 اہل بیت کے بغض میں وہ شخص  
 کس طرح پیچھے رہ سکتا ہے  
 جو ہمیں بغض، عداوت، کینہ

بیت من نظیر الینا  
بالشفت والشنان  
والاضغان ثم تقول  
غیر متاثم ولا مستغفم  
لاهلوا واستحلوا فرحاً  
ثم قالوا بایزید لا تشل  
فتحیا ثنا یا ابی عبد  
الله سید شباب  
اهل الجنة تنکتهما  
دکیف لا تقول و  
قد نکات القرحة  
واستاحلت الشامة  
باراقتک دماء ذریة  
محمد ونجوم الارفع  
من انبیاء عبد المطلب  
وتهتف یا شیخک  
زعمت انک تتاویم  
فلتروا و لتودن  
انک شللت و بکھنتا  
ولم تکن قلت ما

اور حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہوں پھر  
کسی احساس اور شرم کے بغیر  
تو برسرِ دربارِ کتابت میرے  
آباء آج مجھے مرجا کتے خوشی  
سے پھولے نہ سماتے اور کتے  
یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں پھر  
تو سید شباب اہل جنتہ کے  
وہ ان مبارک پر بید کی چٹری  
مارتا ہے۔ بھلا تو کس طرح  
یہ باتیں نہ کرے گا جب کہ تو  
نے زخم کھول دیئے۔ بد نصیبی  
کو دعوت دی کہ تو نے ذریت  
محمد۔ نجوم ارض۔ اور اولاد  
عبد المطلب کو شہید کیا۔ اب  
تو اپنے بزرگوں کو پکارتا اور  
تو سمجھتا ہے کہ وہ کچھ جواب  
دیں گے۔ غنقریب تو ان کے  
پاس جاتے گا پھر تو اپنے  
یکے اور کہے پر پشیمان ہوگا  
اور تو کہے گا کہ کاش میرے

قلت و فعلت ما  
فعلت ۔

اللهم خذ بحقنا  
و انتقم من ظالمنا  
واحلل غضبك

يمن سفك دمائنا  
وقتل حماتنا فو

الله ما خريت الا  
جلاك ولا جذزت

الا لحمك ولتدون  
على رسول الله بما

تحملت من سفك  
دماء ذريتہ و

انتھكت من حرمتہ  
فی عترتہ ولحمته

حيث يجمع الله  
شملهم ويلم

شعثهم وياخذ  
بحقهم ولا تحسبن

الذين قتلوا في سبيل

ہاتھ شل ہوتے اور میری زبان  
گنگی ہوتی جو کچھ میں نے کہا  
تھانہ کہا ہوتا۔ اور جو کیا تھا  
ذکیا ہوتا۔ اسے اللہ ہمارا انتقام  
تو ہی وصول فرما۔ ہمارے  
ظالموں سے نے انتقام لے۔

جن لوگوں نے ہمارے حامیوں  
کے خون بہانے میں اور ہمیں  
قتل کیا ہے ان پر اپنا غضب  
نازل فرما۔ بخدا تو نے اپنے

ہی چمڑے پر چھری چلاتی ہے  
اور اپنے ہی گوشت کو کاٹا  
ہے۔ عنقریب تجھے نبی اکرم  
کے سامنے اس کی ذریت

کے خون۔ اور اس کی حرمت و  
عترت کی قرین کا بوجھ لے کر

اس وقت جانا ہوگا۔ جب  
اللہ ان کی جماعت کو اکٹھا

کرے گا۔ ان کی پراگندگی کو  
ختم کرے گا۔ ان کا حق وصول کریگا

اللہ امواتا بل احياء  
 عند ربهم يرزقون  
 حسبك باللہ حاکمًا  
 وبمحمد خصیما  
 و بجبرائیل ظہیرًا  
 وسیعلم من سؤل  
 لك ومكنك من  
 رقاب المسلمین  
 یس للظالمین  
 بدلا واکیم  
 مشر مکانا و اضعف  
 جندا و لئن جرت  
 علی الدواھی  
 مخاطبتك انی  
 لاسق غصرقدرک  
 و استعظم تفریعک  
 و استکثر تو بیغک  
 کلن العیون  
 عبری والقلب  
 حری الا قالعجب  
 جو لوگ راہ خدا میں شہید  
 ہوتے ہیں انہیں مردہ مت  
 سمجھو وہ زندہ ہیں۔ اور بارگاہ  
 خالق میں رزق سے بہرہ ور  
 ہیں فیصلہ کے لیے تجھے اللہ  
 ہی کافی ہوگا۔ مدعی ہونے کی  
 حیثیت سے محمد اور معاون کا  
 حیثیت تجھ پر کافی ہوگا۔ جس  
 نے تجھے حکم دیا اور مسلمانوں  
 کی گردنوں پر سوار کیا اسے  
 بھی عنقریب معلوم ہو جائے گا  
 ظالمین کا برا ٹھکانا ہوگا۔ تجھے  
 معلوم ہو جائے گا کہ تم سے  
 مکان کے اعتبار سے بدتر اور  
 معاونوں کے لحاظ سے کمزور  
 تر کون ہے۔ ہاں یہ حادثات  
 زمانہ ہی سے ہے کہ مجھے سمجھ  
 کہ مخاطب کرنا پڑا ہے ورنہ  
 میں تجھے اسی بات سے حقیر  
 سمجھتی ہوں کہ تجھ سے بات

کل العجب  
 تقتل حزب الله  
 النجباء بحزب  
 الشیطان الطلقا  
 فهداه الایدی  
 تنطف من دماثنا  
 والا فواء تحلب  
 من لحومنا وهذه  
 الحبث الزواکی  
 تنتابها العواسل  
 ولئن اتخذت  
 مغنیا لتجدنا و  
 شیكا مغرما  
 حین لا تجد  
 الا ما قدمت  
 یدک وما ربک  
 یطلام للعبید  
 والی الله المشتکی  
 وعلیه المعول  
 فکد کیدک وسع

کی جاتے تھے نصیحت کرنے کو  
 میں نصیحت کی تو یہی سمجھتی ہوں  
 تھے جھڑکنے کو جھڑک کی مذمت  
 سمجھتی ہوں۔ لیکن کیا کروں۔  
 آنکھیں بہتی ہیں اور دل کے  
 پھپھوے جلتے ہیں۔ کتنے تعجب  
 کی بات ہے کہ آج حزب اللہ  
 کی شریف زادیوں کو ازار  
 کردہ غلاموں کے شیطانی ٹولے  
 سے بات کرنا پڑ رہی ہے۔  
 میرے سامنے وہ ہاتھیں جو  
 ہمارے خون سے رنگین ہیں  
 اور وہ منہ ہیں جن میں ہمارا  
 گوشت چایا گیا ہے۔ اور  
 میرے پیچھے وہ پاکیزہ جسم ہیں  
 جن پر ایک صحرا اڑ رہی ہے  
 آج اگر تو ہمیں غنیمت سمجھ  
 رہا ہے تو کل تو ہمیں اپنے لیے  
 تاروان سمجھے گا اور وہ وہ وقت  
 ہوگا جب تیرے سامنے وہی



سعیك لا تمحو  
ذکرنا ولا تمیت  
وحینا ولا تذکر  
امدنا ولا ترحض  
عنک عارها و  
هل مرأیک  
الافتد و ایامک  
الاعدد و جمیعک  
الابد دیوم ینادی  
المنادی الا  
لعنة الله علی  
الظالمین فالحمد  
لله رب العالمین  
الذی ختم  
لاولنا بالسعادة  
والمغفرة ولا  
خرنا بالشهادة  
والرحمة ونسئل  
الله ان یکمل  
لهم الثواب و

کچھ ہوگا جو تیرے ہاتھوں نے  
کمیا یا ہوگا۔ اللہ اپنے بندوں  
پر ظلم نہیں کرتا بشکوہ اللہ سے  
ہے اور بھر دے بھی اسی پر  
ہے تو جیسے چلبے اپنا کر  
وسیع کرے اور اپنی ہر کوشش  
کر کے دیکھ لے تو ہمارا ذکر نہ  
مٹا سکے گا۔ ہماری دجی کو مردہ  
نہ کر سکے گا۔ ہماری عمر کو نہ پا  
سکے گا۔ اس قتل کی لعنت  
کبھی سمجھ سے نہ جاتے گی۔  
تیری فکر خام تھی تیرے دن  
گتے جا چکے ہیں۔ تیری جمیعت  
بکھر جانے گی۔ اب اس دن  
کو یاد کر جس دن منادی ہمارا  
کرے گا۔ ظالمین پر اللہ کی  
لعنت ہے۔ اس اللہ کی حمد  
ہے جس نے ہمارے اوائل  
کو سعادت اور مغفرت عطا  
کی اور ہمارے اواخر کو شہادت

یوجب لهم  
الزید و یحس  
علینا الخلفة  
انه راحیم  
ودود و حسنینا  
الله و نعم  
الوکیل -

اور رحمت سے نوازا ہم اللہ  
سے ان کے ثواب کی تکمیل اور  
اجرِ جزیل کی درخواست کرتے  
ہیں۔ وہ ہمیں ان کے ہی  
خلف الرشید بنائے۔ وہ  
رحیم و مہربان ہے۔ اللہ ہمیں  
کافی ہے وہی بہترین وکیل  
ہے۔

مقتل ابی مخنف کے مطابق بنت زہراؑ کے اس خطبہ سے پورے دربار  
میں سننا مچھل گیا۔ کافی دیر تک لوگ روتے رہے۔ پھر یزید جنابِ سجادؑ کی  
طرف متوجہ ہوا۔  
اور کہنے لگا۔

تیرے دادا اپنے کو میرے باپ سے اور تیرا باپ اپنے کو میرے باپ  
سے اچھا سمجھتا تھا۔ اب تم لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ کون اچھا ہے۔  
جنابِ سجادؑ نے جواب میں فرمایا۔  
قیامت کے دن پتہ چل جائے گا کہ کون اچھا ہے۔  
یزید نے کہا۔

تعب ہے تو میرا قیدی ہے اور میرے سامنے ایسی باتیں کرتا ہے  
جلاد کہاں ہے؟  
جب جلاد سامنے آیا تو یزید نے کہا کہ اس بیمار کو لے جا اور اس کا

سرکٹ کے لا۔

اس وقت تمام بنات رسول رونے لگیں۔

بنت زہرانے فرمایا۔

یا یزید لقد رویت  
الارض من دم اهل بیت  
انرید ان لا تتزلج  
من نسل رسول الله  
علی وجد الارض  
احدا۔ کلا لا یكون  
هذا۔

اے یزید تو نے اہل بیت  
کے خون سے زمین کو سرخ کر  
دیا ہے۔ اب کیا تو یہ چاہتا  
ہے کہ روئے زمین پر نسل  
رسول میں سے کسی ایک کو بھی  
نہ چھوڑے۔ نہیں ایسا ہرگز  
نہیں ہوگا۔

مدائنی کے مطابق جلا و جناب سجاد کو باغ میں لے گیا۔ وہ قبر کو دفنے لگا  
اور آپ مصروف نماز ہو گئے۔ جب وہ قبر بنا چکا تو اس نے آپ کے سر قلم کرنے  
کا ارادہ کیا کہ ہول سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جلا و کے سینہ پر کچھ اس طرح پڑا کہ  
وہ گر کر بے ہوش ہو گیا اور اسی بے ہوشی میں مر گیا۔

خالد ابن یزید یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ دوڑ کر دربار میں گیا اور باپ کو  
تمام حال سنایا اس نے کہا۔ جلا و کو اسی قبر میں دفن کر دو اور ابن حسینؑ کو  
دربار میں لے آؤ۔

روضۃ الشہداء کے مطابق جب جناب سجادؑ واپس دربار میں آئے  
تو دربار یزید میں شاہانہ نزت بکھنے لگی۔ یزید کے بیٹے خالد نے جناب سجاد  
سے کہا۔

هذا النوبة ابى  
فاين نوبة  
میرے باپ کی نوبت کج رہی  
ہے تیرے باپ کی نوبت  
ابیلاک - کہاں ہے -

جنا ب سجاد نے فرمایا -  
توفیق ہنیئة -  
فرامبر کرو -

اتنے میں صدائے اذان بلند ہوئی -

جنا ب سجاد نے خالد ابن یزید سے فرمایا -

اسمع هذا النوبة  
ابى وجدى فلا  
تغتربنوبة ابىك  
تلك -  
فرامبر اب میرے باپ  
اور دادا کی نوبت ہے -  
اپنے باپ کی اس نوبت  
پر غور نہ کرو -

واعلم انهما نزول  
سريعا -  
یقین رکھو یہ نوبت بہت جلد  
ختم ہونے والی ہے -

ابن طاؤس نے لہوف میں لکھا ہے کہ اس کے بعد یزید نے ایک خطیب  
کو حکم دیا کہ منبر پر جا کر امیر المومنین علیؑ اور فرزند رسولؐ کی توہین کر۔ اور میری اور  
معاویہ کی مدح سرائی کر۔ چنانچہ وہ خطیب منبر پر گیا۔ اور ہر وہ یہود کی کبی جو  
اس کے منہ میں آئی -

جنا ب سجاد نے اسے فرمایا -

روئے ارض پر سمجھ صیابے جیہا کوئی نہیں ہوگا - تو نے مخلوق کی  
خوشنودی کی خاطر اللہ کو ناراض کیا ہے - یقین کرے جہنم ہی تیرا ٹھکانا ہوگا

## جنابِ سکینہ کا خواب :-

انوارِ نعمانیہ میں ہے کہ یزید نے کمسن سکینہ کو بے ساختہ روتے دیکھا تو پوچھا۔

بچی کیا بات ہے تو اس قدر روتے جا رہی ہے؟  
بی بی نے فرمایا۔

یزید جو مصائبِ یومِ عاشور سے آج تک ہم نے دیکھے ہیں ان میں سے ہر مصیبت ہمارے لیے زندگی بھر رونے کو کافی ہے۔ لیکن آج صبح جب سے میں بے دار ہوئی اس وقت سے میں سب سے زیادہ رورہی ہوں۔  
یزید نے پوچھا۔ آخر آج صبح سے زیادہ رونے کا کیا سبب ہے؟  
بی بی نے فرمایا۔

یزید جب سے ہم کربلا سے چلے ہیں اس وقت سے گذشتہ شب تک میں سو نہ سکی۔ اگر سونا چاہتی تھی تو یہ زجرِ ان تین تازیانے مارتا تھا۔ اور اگر سونا چاہتی تھی تو بے پالان کے اونٹ سے گرنے کا خطرہ تھا۔ چونکہ تیری طرف سے دربار میں آنے کی اجازت نہیں ملی۔ ہم بیرونِ شام تین دن انتظار میں رہے آج رات جب میں سوئی تو میں نے جو خواب دیکھا ہے اس نے میرے گریہ میں اضافہ کر دیا ہے۔

یزید نے پوچھا کونسا خواب تھا۔

بی بی نے فرمایا۔

کل رات جب میں سوئی تو عالمِ خواب میں مجھے ایک محل نظر آیا جس کی

دیواریں یا قوت سے۔ ستون زبرجد سے اور دروازے ساکوان سے بنائے گئے تھے میں اس محل کے دروازہ پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی کہ محل کا اندرونی دروازہ کھلا اس میں سے ایک غلام قسم کا شخص برآمد ہوا میں نے اس سے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟

اس نے جواب دیا۔

آپ کے بابا بشید کربلا حسینؑ کا ہے۔

پھر پانچ انتہائی بزرگ نش افراد باہر آئے۔

میں نے اسی غلام سے پوچھا جو شاید انہی کے انتظار میں کھڑا تھا۔

یہ بزرگ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔

آگے آگے جناب آدم ہیں۔ ان کے بعد حضرت نوح ہیں۔ تیسرے جناب ابراہیم

ہیں۔ چوتھے حضرت موسیٰ اور پانچویں جناب عیسیٰ ہیں۔

ان کے آخر میں ایک شخص باہر آیا۔ غم اس کے چہرے پر برس رہا تھا۔

آنکھیں بہہ رہی تھیں۔ سر خاک آلود تھا۔ اور زور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

میں نے غلام سے پوچھا۔

اور یہ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔

بی بی۔ کیا آپ انہیں نہیں پہچانتیں؟

میں نے کہا۔

نہیں پہچانتی۔

اس نے کہا۔

یہ آپ کے جدِ امجد سید الانبیاء بنی مصطفیٰ ہیں۔

جو نبی میں نے یہ سنا میں دوڑ کر ان کے قریب آگئی۔ سلام کیا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی بازو کھولے اٹھالیا۔ سینہ سے لگایا۔ میرا سر جو مابیشانی ہوا ہوسلایا۔ پھر میرے کان دیکھے۔ جن پر خون کے سرخ دبے تھے۔ پھر میرے بازو دیکھے۔ جن پر رسی کا نشان تھا۔ آخر میں میرے گلے پر رسی کے نشان کو دیکھا۔ اور بے ساختہ رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔

دادا جان! ذرا میرے پاؤں بھی تو دیکھیں۔ یوم عاشور کے بعد آج تک آپ کی امت نے پاؤں میں کچھ بھی نہیں پہنے دیا۔ میں پا رہی ہوں دھوپ پیدل چلتی رہی ہوں۔ کانٹوں پر دوڑتی رہی ہوں۔

پھر میں نے اپنے خاتم الانبیاء نانا کی آنسوؤں سے پڑ ریش مبارک کا برسر لیا اور عرض کیا۔

نانا! کیا آپ مجھ سے نپڑ چھیں گے کہ آپ کی امت نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

یا جده! بقتلت والله  
رجالنا۔  
کر دیئے ہیں۔

یا جده! ذبحت والله  
اطفالنا۔  
ذبح کر دیئے گئے۔

یا جده! هتكك  
نانا! بخدا ہمارے سروں سے

واللہ حریمنا۔  
 یاجداہ! لوزا بیتنا  
 علی الاقتاب بغیر  
 وطاء لا غطاء ولا  
 حجاب رأیت امرا  
 عظیما۔  
 چادر میں چھین لی گئی ہیں۔  
 نانا! اگر آپ ہمیں بے پالان  
 کے اونٹوں بے مقنع و چادر  
 سوار دیکھتے تو آپ ناقابل  
 برداشت عظیم مصیبت کا شاہدہ  
 کرتے۔

میں نے دیکھا حجاب آدم و نوح۔ سطر ابراہیم و موسیٰ اور حجاب عیسیٰ  
 بے تماشا رونے لگے۔ میرے نانا دھاڑیں مار کر رونے لگے اور فرمانے لگے۔  
 میرے مظلوم بیٹے کی کس بیٹی اب چپ ہو جا۔ میرے کو بیدہ دل کر تو نے  
 ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔

پھر انہوں نے مجھے ایک مرتبہ چوما۔ زمین پر اتارا اور فرمایا۔  
 بیٹی جا۔ اندر چلی جا۔

میں صل کے اندر داخل ہوئی۔ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس میں چھ مستورات  
 بیٹھی تھیں۔ ان میں سے پانچ تو سن رسیدہ تھیں لیکن چھٹی ان کی نسبت کم سن تھی۔ میں  
 نے دیکھا اس کے بال کھلے ہوتے تھے۔

لباس سیاہ تھا۔ اس کے ہاتھ خون آلود تیروں سے چھلکا ہوا قمیص  
 تھا۔

میں نے ایک کینز سے پوچھا۔ اس کمرہ میں بیٹھنے والی یہ مستورات کون  
 ہیں؟  
 کینز نے کہا۔ اسے بنت مظلوم! ایک جناب حوا ہے۔ دوسری جناب مریم



ہے۔ تیسری جناب آسیہ ہے۔ جو تھی حضرت موسیٰ کی ماں بوبکہ پانچویں آپ کی  
جیدہ ماجدہ خدیجہ الکبریٰ ہے اور چھٹی جس کے ہاتھ میں پھٹا ہوا سرخ قمیص ہے  
آپ کی دادی دختر مصطفیٰ ہے۔

میں آگے بڑھی۔ اپنی دادی زہرا کے قریب ہوئی۔ اور کچھ فاصلہ پر کھڑے  
ہو کر عرض کیا۔

اسلام علیک یا راوی کسن سکینہ کا سلام

جد تاہ !

تیسری دادی نے سراٹھایا۔ بہتی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فرمایا۔

سکینہ ہے ؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں دادی۔

وہ اٹھیں۔ جلدی سے میرے قریب آئیں۔ دونوں بازوؤں میں مجھے لے

کر گئے لگایا۔

میں نے عرض کیا۔

یا جدتی علی صغرتنی دادی مجھے تو کمسنی میں یتیم کر

دیا گیا ہے۔

او وقت۔

دادی نے مجھے اپنی گردن میں بٹھایا۔ میرے سر کے خاک آلودہ بال چومے

اور فرمایا۔

بیٹی بابا کے بدتمارے ساتھ کیا ہوا ؟

میں نے عرض کیا۔

دادی! کیا بتاؤں کیا ہوا۔ ہمارے خیام کو آگ لگا دی گئی ہمارے سروں

سے چادریں۔ کانوں سے گوشوارے۔ ہتے اکراؤں سے جوتے تک اتروا  
یہ گئے۔

پوچھا بیٹی تیرے بیمار بھائی کا کیا حال ہے؟  
میں نے عرض کیا۔

دادی! بھلا اس بیمار کا کیا حال ہوگا جو خود بیمار ہو۔ اسے پیچھے بہتر  
مقتول ریگ صحرا پر تڑپتا نظر آ رہا ہو۔ اور ماٹے مٹائیں۔ بہنیں اور اعزہ کھلے سر  
بازاروں میں تشہیر کرائی جا رہی ہوں۔

دادی! ان لوگوں نے کئی مرتبہ میرے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن  
اس کی بیماری نے انہیں باز رکھا۔

دادی! میرے بھائی کے کندھے سے مہلک اتارے گئی ہے۔ اسکے لیے  
تو کثرتِ مرض سے اٹھنا اور بیٹھنا مشکل ہے۔

دادی! کاشش آپ اس وقت میرے بیمار بھائی کو دیکھتی جب ان ظالموں  
نے اس کے گلے میں بھاری طوق ڈال کر اونٹ پر سوار کر دیا تھا۔ کتنی مرتبہ  
میرا بھائی سوار ہوتے ہوئے زمین پر آیا۔ جب انہوں نے میرے بھائی کو اونٹ  
پر بٹھایا۔ تو وہ سنبھل نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے میرے بھائی کے دونوں پاؤں اونٹ  
کے پیٹ کے نیچے سے رسی سے باندھ دیے۔ کوفہ سے شام تک میرے بھائی کے  
پاؤں سے خون بہتا رہا ہے۔ اور اب زخموں سے بھی خون بہتا ہے۔ اور  
آنکھیں بھی خون روتی ہیں۔ شب و روز روتا ہے۔ جب لوگ نیزہ پر آیا یا  
اور مھاتیوں کے سر دیکھتا ہے تو روتا ہے۔ جب ہمیں رنج و مصائب دیکھتا ہے  
تو روتا ہے۔

یہ سنکر میری دادی نے باواؤ بلند و ناشرود کیا۔

اور مجھ سے پوچھا۔

مجھے تو صرف یہ بتا بیٹی۔ جب تیرا بابا شدید ہو گیا تو اسے کس نے دفن کیا اور کب دفن کیا۔

میں نے عرض کیا۔

دادی جان! آپ کا بیٹا کتنی بد دفن ہوا۔

پہلی دفعہ تو گھوڑوں کے سموں میں دفن ہوا۔

دوسری بار سیاہ آندھی میں دفن ہوا۔

اور تیسری بار ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوا۔

جب بارہ محرم کو ہم کربلا سے چلے اس وقت تک آپ کا بیٹا ریگ و صحرا پر بے گرو کھن تھا۔

پھر مجھے جناب اسید نے اپنی گرد میں لیا۔ میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پیرا پیشانی کا بوسہ لیا۔

اور کہا۔

اے نیت مظلوم! اب بس کر۔ ہمارے جگر پھٹ رہے ہیں۔ اور دختر خاتم

الانبیاء بار بار غش کھا رہی ہے۔

یہ سنکر پورا دربار رونے لگا۔

زید نے حکم دیا کہ۔

اب ان اسیروں کو واپس زندان میں لے جاؤ۔ چنانچہ واپس زندان

میں لایا گیا۔

مؤلف :-

اگرچہ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آل محمدؐ کی یہ حالت دیکھ کر زید کو ترس آگیا اور اس نے آل محمدؐ کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ لیکن مسئلہ حقائق کے پیش نظر یہ صرف زید کی بلا تنخواہ و کالت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ خود ان مورخین اور ان کے علاوہ دیگر تمام مورخین حسب ذیل نکات پر متفق ہیں :-

۱۔ زید ہی نے جلاؤ کو حکم دیا کہ امام سجادؑ کو باغ میں لے کر شہید کر دے۔ اور قتیل امام کا حکم زید نے کئی مرتبہ دیا۔

۲۔ زید ہی نے یہ حکم دیا تھا کہ امام سجادؑ کو اموی مسجد میں زیرِ نمبر بٹھا کر خطیب حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر سب دشتم کرے۔

۳۔ زید ہی نے امویوں سے مشورہ کیا تھا کہ جناب سجادؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ اسے بھی ختم کر دے تاکہ نبی علیؑ میں سے کوئی ایسا نہ بچے جو نبی امیرؑ سے انتقام لے سکے۔

۴۔ زید ہی نے امیران آل محمدؐ کو ایسے غیر مستف زندان میں رکھا جو نہ سردیوں سے محفوظ تھا نہ گرمیوں سے۔

۵۔ زید ہی نے امیران آل محمدؐ کو اپنے دربار میں اتنی طویل دیر تک کھڑا کیے رکھا کہ مخدراتِ عفت کے پاؤں متورم ہو گئے۔

۶۔ زید ہی کے حکم سے سرِ مظلومؑ کو بلا چالیس دن تک در دربار پر سولی چڑھا گیا۔

۷۔ زید ہی کے حکم سے دیگر شہداء کے سرِ دشمنی کے دوسرے دروازوں پر

لوگ نیزہ پر ادیناں کیے گئے۔

۸۔ یزید ہی کے حکم سے اسیران آل محمد کو انہی قیدیوں کے لباس اور  
رسن بستگی کی حالت میں یزید کے گھر لے جایا گیا۔ تاکہ اموی عورتوں کی  
خوشی میں اضافہ ہو۔



## زندانی شام

جس زندان میں امیران آل محمد کو رکھا گیا۔ اس کے متعلق مورخین کی  
اراء مختلف ہیں۔

اس اختلاف کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ بعض مورخین نے یزید کی  
طرف داری کی کوشش کی ہے ان مورخین نے بھی قید کے ابتدائی ایام کے سلسلہ  
میں دیگر مورخین سے اتفاق ہی کیا ہے۔

زندانی شام ایک خرابہ تھا۔ جس کی دیواریں اس قدر بوسیدہ تھیں کہ  
قریب سے گزرنے والے بھی ڈر ڈر کے اور جلدی جلدی گزرتے تھے کہ کہیں  
دیوار گرنے نہ جائے۔ اس خرابہ کا محل وقوع کچھ ایسا تھا کہ یہ جگہ گزرگاہ خاص و  
عام تھی۔

اس زندان میں کہیں چھت نہ تھی نہ سردیوں میں تحفظ تھا۔ اور نہ  
گرمیوں میں۔ خدا معلوم عترت رسولؐ نے گرمیوں کا موسم کیسے گزارا۔ گرمیوں  
کے متعلق تو بعض مقاتل میں یہ ملتا ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد جوں جوں

سورج بلند ہوتا جاتا تھا۔ سادائیاں دیوار کے سایہ میں سمٹی جاتی تھیں۔ اور جب سایہ ختم ہونے کے برابر جاتا تھا تو بچوں کو گود میں لے کر خود کھڑی ہو جاتی تھیں اور باری باری ایک قدم پر کھڑے ہو کر گرمی کا وقت گزارتی تھیں۔ سردیوں اور گرمیوں کی وجہ سے سادائیوں کے چہروں کے رنگ ہمک بدل گئے تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مدینہ میں واپسی کے بعد حنیفہ اور جناب عبداللہ ابن جعفر کو پوچھا پڑا تھا کہ۔

بنت زہرا کون ہے؟  
بعض مورخین نے زندان کی دیواروں کی دوسیدگی کی وجہ یہ لکھی

ہے کہ۔

یزید یہ چاہتا تھا کہ امیران آل محمد میں سے کوئی بھی واپس نہ جائے جو کہ بلا میں شہید ہو گئے وہ تو کہ بلا میں رہ گئے۔ اور جو شام تک پہنچ گئے، میں ان میں سے بھی کوئی واپس مدینہ نہ جائے۔ چونکہ دمشق میں امیروں کی اکثریت مستورات پر مشتمل تھی۔ اور وہ انہیں تلوار سے شہید نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے یہی سوچا کہ زندان ایسا ہو کہ اس کی دیواروں کے نیچے دب کر قیہ آل محمد شام ہی میں ختم ہو جائے۔

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یزید نے جناب سجاد کو شام میں آزاد کر دیا تھا۔ آپ کے پاؤں سے بیڑیاں۔ گلے سے طوق اور ہاتھوں سے سیماں کھول دی تھیں۔ اور آپ آزادی کے ساتھ بازاروں میں آتے جاتے تھے۔

اولاً۔

تو تاریخی حقائق ان مورخین کا ساتھ نہیں دیتے اور۔

ثانیاً۔

اگر انہیں قبول کر بھی لیا جائے تو بھی اس سے برات یزید نہیں ہو سکتی کیونکہ جب تمام مخدرات عصمت زندان میں تھیں۔ اور در زندان پر رومی اور عراقی سپاہی پیرہ دار تھے۔

اگر یزید نے جناب بجا کو آزاد کر رکھا تھا تو اس یقین پر کیا ہو گا کہ جس شخص کی مستورات زندان میں ہوں۔ وہ اگر آزاد بھی ہو گا۔ تو قیدی ہی رہے گا۔ کیونکہ جناب بجا و مخدرات عفت کو چھوڑ کر کہاں جاتے۔

بعض مورخین کے مطابق جب آل محمد دربار کی پیشی سے ناراض ہو کر زندان میں آ گئے۔ تو یزید کے حکم سے سر مظلوم کو بلا کو مسجد اموی کے مینار پر نصب کر دیا گیا۔ اور دیگر سر ہائے شہداء و دربار یزید کے مختلف دروازوں پر اوڑناں لگے۔

مدت زندان :-

مورخین اس مدت میں بھی مختلف ہیں کہ شام میں مدت قید کتنی تھی۔

بعض مورخین نے صرف سات دن لکھی ہے۔

بعض نے چالیس دن لکھی ہے۔

بعض مورخین نے چھ ماہ لکھی ہے اور

بعض مورخین نے ایک سال لکھی ہے۔



جہاں تک سات دن کی مدت قید کا تعلق ہے تو وہ روایت دوائتا نقلاً اور عقلاً کسی بھی اعتبار سے درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ

۱۶ ربیع الاول ۶۱ھ کو شام میں رسیدگی ہے اور ۸ ربیع الاول ۶۲ھ کو مدینہ میں واپسی ہے۔ اگر سات دن مدت قید مان لی جائے تو پھر درمیان کی بقیہ مدت کو پورا کرنا ہوگا۔ کہ سادات نے کہاں گزاری ہے اور یہ بات صرف قیاس آرائیوں سے ثابت نہیں کی جاسکتی بلکہ ٹھوس تاریخ شواہد پیش کرنا ہوں گے۔

علاوہ ازیں انہی مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سرہانے شہداء بھی واپس لانے تھے۔ جب کہ انہی مورخین نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ تمام سرہانے شہداء دمشق کے دروازوں پر یا دربار یزید کے دروازوں پر چالیس دن ایذاں رہے۔

(مترجم۔ یہ خیال رہے کہ اختلاف صرف ظلم کے سلسلے میں ہے کہ وہ واپس ہوا ہے یا نہیں۔ دیگر شہداء کے سروں میں اختلاف نہیں ہے ان کے متعلق تقریباً تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ جناب بجا کو واپس لائے تھے اور آپ انہیں کربلا لائے تھے)۔

جو مورخین مدت قید سات دن بتاتے ہیں انہی مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قید سے رہائی کے بعد سات دن تک سادات نے سیاہ لباس پہن کر دین شام میں سلسلہ عزادار مہم بھی جاری رکھا۔ علاوہ انہیں بھی متعدد وجوہ ایسی ہیں جن کی بنا پر یہ کہتا قطعاً غلط ہے کہ آل محمد صرف سات دن قید رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مورخین نے مدت قید کی تعین کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ انہوں نے شہادت حسینؑ کے بعد آسمان پر رونما ہونے والی سرخی کو پیمانہ بنایا ہے۔ کہ جب تک آل محمد قید رہے اس وقت تک آسمان سرخ رہا اور جب آل محمد قید سے آزاد ہوئے اس وقت آسمان سے سرخی غائب ہو گئی اور آسمان پر رہنے والی سرخی کے متعلق چونکہ اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ شہادت مظلوم کربلا کے بعد چالیس دن تک آسمان سرخ رہا تھا۔

بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ چھ ماہ تک سرخ رہا۔ اور بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ ایک سال تک سرخ رہا۔ اسی سرخ کو بنیاد بنا کر مورخین نے مدت قید تعین کر لی ہے۔

لیکن سرخی نہ تو مدت قید کا پیمانہ بن سکتی ہے اور نہ یہ پیمانہ ہے مدت قید کی تعین جن علامات سے ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ یوم اربعین کربلا میں درود۔ اور جناب عبداللہ ابن جابر انصاری سے ملاقات۔

۲۔ ایسا زندان جس میں نہ سردی سے تحفظ تھا نہ گرمی سے۔

۳۔ نقشہ وجوہ۔ یعنی سادائیوں کے چہرہ کا رنگ پریدہ ہوتا۔

۹۱ھ کے یوم اربعین کربلا میں درود قطعاً ناممکن ہے۔ کیونکہ ۱۲ محرم کو ابن زیاد کا فرید ہدایت کے لیے کوفہ سے شام قاصد کا بھیجا۔ قاصد کا گھوڑے سڑاٹے چھ سو میل طے کر کے جانا۔ پھر واپس آنا۔ ابن زیاد کا اسیران آل محمد کو اونٹوں پر شام بھیجا۔ اس قافلہ کا راستہ میں انتالیس منازل پر قیام۔

ایران آل محمد کی تہنیز پھر شام پہنچا سات دن قید گزار کر سات دن ماتم اور عزاداری کر کے واپس سلاطینہ ہجری کے یوم اربعین کر بلا آجانا عقلاً نقلاً ہر اعتبار سے ناممکن ہے۔

ایسے زندان پر اظہارِ تاسف کرنا جو نہ سردی سے محفوظ رہ سکے نہ گرمی سے۔ اسی صورت میں معقول ہو سکتا ہے جب زندان میں سردیاں اور گرمیاں گزاری جاتیں۔ یہ سہ حقیقت بھی سات دن کی روایت کی نفی کرتی ہے۔  
تقشیر و جہ۔

محدثاتِ عفت کے چہروں کی رنگ پریدگی بھی نہ سات دنوں میں ممکن ہے نہ پالیس میں۔ بلکہ یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہوگی جب سردیاں اور گرمیاں دونوں موسم ایسی جگہ گزریں جس میں سردیوں اور گرمیوں ہر دوسے تحفظ ممکن نہ ہو۔

بہون کے مطابق یہ زید نے یہ معمول بنالیا تھا کہ روزانہ محض شراب متعذ کرتا تھا۔ اور محض شراب کے وقت سرِ مظلوم کر بلا کو سولی سے اتار کر اپنے سامنے رکھتا تھا۔ شراب پی کر بغلیں بجاتا تھا۔ اور سرِ مظلوم سے مخاطب ہو کر کہتا تھا دیکھ حسین! یہی وہ شراب ہے جسے تیرے نانا کے دین میں حرام کیا گیا ہے۔

ایک دن اسی بزمِ شراب میں شاہِ روم کا ایک قاصد بھی موجود تھا۔ جب اس نے سرِ مظلوم کی تازگی اور اس ظالم کی کیسگی دیکھی تو۔  
شاہِ روم کے قاصد نے پوچھا۔  
زید یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے کہا۔

جس کا بھی ہوتے کیا ہے۔

قاصد نے کہا۔

میں تو صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جب واپس جاؤں گا تو شاہ روم مجھ سے شام کے تمام حالات پوچھے گا۔ ان حالات میں ظاہر ہے مجھے سر کا نام بھی لینا پڑے گا۔

اگر آپ مجھے بتادیں تو میں جب شاہ روم کو جا کر بتاؤں گا کہ یزید نے اپنے ایک دشمن کو قتل کیا تھا۔ جس کا سر میں اپنی آنکھوں سے اس کے سامنے دیکھ لے تو شاہ روم بھی آپ کی اس خوشی میں شریک ہو گا۔ اگر آپ نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتائیں۔

یزید نے کہا۔

یہ حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب کا سر ہے۔

قاصد نے پوچھا۔ اس کی ماں کا نام کیا تھا؟

یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمدؐ۔

قاصد کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے۔

اور کہنے لگا۔

یزید ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارا دین آپ کے دین سے اچھا ہے۔

یزید نے کہا۔ وہ کیسے۔

قاصد نے کہا۔

شاید سچے معلوم نہیں کہ میں جناب داؤد کی اولاد سے ہوں۔ میرے اور

جناب داد کے مابین کتنی پشتوں کا فاصلہ ہے۔ لیکن آج تک تمام نصرانی میرے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ اور مجھے معلوم ہے کہ حسینؑ اور محمدؐ کے مابین ایک پشت کا فاصلہ بھی نہیں۔ تم نے اپنے نبی زادے کو کتنی بے دردی سے قتل کیا۔ اور کس دھٹائی سے نبی زادے کے سر پر بزم شراب ادا کرنا شروع کر رکھی ہے۔

کیا تم نے گرجائے خاص کی بات سنی ہے۔

یزید نے کہا: کبھی نہیں سنی۔

بھلا تو سنا دے کیا بات ہے؟

فاصلہ نے کہا: عمان اور چین کے مابین سمندر میں ایک جزیرہ ہے جسے ثمانین کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا رقبہ اسی x اسی فرسخ ہے۔ وہ جزیرہ ہم نصرانیوں کی واحد ملکیت ہے۔ اس جزیرہ میں کافروں کے درخت پیدا ہوتے ہیں بڑا آباد اور زرخیز جزیرہ ہے۔ گرجوں کی بھی بہتات ہے اسی جزیرہ میں ایک بڑا گرجا ہے جسے گرجائے خاص کہتے ہیں۔

اس گرجا کے محراب میں ایک طاق ہے۔ اس طاق میں ایک تم رکھا ہوا ہے اس تم کا ارد گرد موصوفے ہوئے ہوا ہے۔ تمام دیوار پر منحل لگایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تم اس گرجے کا ہے جس پر حضرت عیسیٰؑ سوار ہوا کرتے تھے۔ اسے یزید انصاری جنہیں تم کافر کہتے ہو وہ تو اس تم کا احترام کرتے ہیں جو اس گرجے کی طرف منسوب ہے۔ جس پر حضرت عیسیٰؑ سوار ہوا کرتے تھے اور تم نے بلا انصاف نبی زادے پر یہ ظلم کیا ہے۔ اب بھلا تو ہی بتا کہ۔

ہمارے عیسائی دین اچھا ہے۔ یا تیرا اسلام۔  
 یزید نے جلا دیکھ کر دیا کہ۔ اسے اسی جگہ قتل کر دے۔ تاکہ یہ واپس روم جا کر  
 ہماری رموائی نہ کرے۔

جب جلا دتوارے کر گیا۔ اور قاصد کو یقین ہو گیا کہ۔ اب جان بچنا  
 مشکل ہے۔

قاصد نے یزید سے پوچھا۔

کیا واقعتاً تجھے قتل کر دے گا؟

یزید نے کہا۔ میں نے تیرے سہلے حکم دیے۔ جلا دے ہاتھ میں تلوار تو  
 خود دیکھ رہا ہے اب اس میں شک کی اگر کوئی گنجائش ہے تو پھر جب تلوار سے تیری  
 گردن جدا ہو جائے گی اس وقت یقین کر لینا۔

قاصد نے اسی وقت۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد  
 ان محمداً رسول اللہ پڑھا۔

یزید نے کہا۔ اب کچھ تاخیر نہ کرے گا۔

قاصد نے کہا۔ میں کچھ تجھ سے جان بچانے کی خاطر نہیں پڑھ رہا بلکہ اپنے  
 ایمان کی خاطر پڑھ رہا ہوں میں آج صبح سے حیران تھا۔ اب میری نہ صرف حیرت  
 ختم ہو گئی بلکہ مجھے میری منزل نظر آ گئی ہے۔

یزید نے کہا۔ وہ کیا بات ہے؟

قاصد نے کہا۔ رات میں نے عالم خواب میں خاتم الانبیاء کی زیارت کی ہے  
 ہمارے حضرت عیسیٰ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کی رسالت کی  
 تصدیق کی اور انہوں نے مجھے بشارت دی کہ کل تو ہمارے پاس جنت میں پہنچ جائیگا

آج صبح سے میں حیران تھا کہ آج شام میں جنت میں کیسے پہنچوں گا۔ اب تو نے میری حیرت کو ختم کر دیا ہے۔

یہ کہہ کر وہ اٹھا۔ سر مظلوم کر بلا اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ اور عرض کیا۔  
السلام عليك يا ابن رسول الله۔

السلام عليك ايها المظلوم۔

السلام عليك ايها الغريب۔

جلاد نے تلوار سے وار کیا۔ اور ناصر شاہ روم اسی جگہ شہید ہو گیا۔



## وفات سکینہ بنت حسین

شیخ نے منتخب میں روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کی تین سالہ کمسن بچی تھی جو ہر وقت بابا کے فراق میں گریاں رہتی تھی۔ جب یزید نے امیران آل محمدؑ کو خرابہ شام میں رہنے کو جگہ دی تو اس بچی کا گریہ پہلے سے بڑھ گیا۔ ایک رات زندان میں بچی نے خواب میں اپنے بابا کے سر کو تخت یزید پر اس طرح دیکھا کہ یزید اپنی چوڑی سے دندان مبارک پر جارت کر رہا ہے۔ اور سر مظلوم بارگاہ خالق میں استغاثہ کر رہا ہے۔

بچی نے خواب ہی میں پکار کے دانتباہ کیا۔

اور بے دار ہو گئی۔ بے داری میں بھی بچی دانتباہ کہہ کے فریاد کرنے لگی کہ۔

تمام ستورات شہزادی کا زور سکر بے دار ہو گئیں۔ ایک ایک بی بی نے بچی کو گود میں لیا اور خاموش کرانے کی کوشش کی لیکن بچی یہ مطالبہ کرتی رہی  
ابن والدی۔ میرے بابا کہاں ہیں؟



ایں قبرۃ عینی. میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں

ہے۔

انی رائیت سر اُسہ ابھی ابھی میں نے بابا کا سر زید

بین بیدی یزید کے تخت پر دیکھا ہے۔ وہ

وآینکتہ بالقضیب. دندان پر چھڑی سے گستاخی

کر رہا تھا۔

احضروہ الی لا تزود مجھے میرے بابا کا سر دے دو

منہ۔ تاکہ میں اسے چوم تو لوں۔

تمام خداتِ محبت نے باؤ از بند گریہ ضرور کیا۔ جب صدائے  
نوح و شیون گوشِ یزید میں پڑی تو اس نے غلام کو پتہ کرنے کی خاطر  
بھیجا۔

غلام نے واپس جا کر زید کو بتایا کہ بچی بابا کے سر کا مطالبہ کر رہی ہے  
یزید نے کہا کہ سرے جاؤ۔ اور بچی کو دکھاؤ۔

سر لایا گیا طشت میں رومال سے پوشیدہ سر جب بچی کے سامنے پیش کیا  
گیا تو۔

غیر ناری نے کہا۔

میں نے کھانا نہیں بابا کا سر مانگا ہے۔

اس پر آل محمد کے نوح و شیون میں اضافہ ہو گیا۔ بختاب سجاد نے آگے چڑھ

کر کے فرمایا۔

لیکن یہ کھانا نہیں تیرے بابا کا سر ہے۔

بی بی نے جلدی سے سر کو طشت سے اٹھایا۔ جھولی میں رکھا۔ ریش مبارک کو  
دائیں بائیں سے بوسے دیئے۔ پھر گوتے بریدہ کو بوسہ دیا۔ تازہ ٹپکتے ہوئے  
خون سے ہاتھوں کو رنگین کیا۔ اپنے منہ اور پیشانی کو خضاب کیا اور کہنے  
لگی۔

بابا! آپ کو اپنے خون سے  
کس نے رنگین کیا۔

یا ابتاہ من ذالذی  
خضبك بدما ٔك -

بابا! کس نے آپ کے گلے  
نازنین پر خنجر چلایا۔

یا ابتاہ من ذالذی  
قطر وریدك -

بابا! مجھے کسی میں کس نے  
یتیم کیا۔

یا ابتاہ من ذالذی  
ایتمنی علی صغرسنی -

بابا! آپ کے بعد ہم کہاں  
جائیں۔

یا ابتاہ من یقی بعدك  
نرجوه -

بابا! تیری یتیم بچی کے سر پر  
کون دست شفقت دیکھے  
گلا۔

یا ابتاہ من  
للیتمه -

بابا! یہ برہنہ سر مخدرات عفت  
کہاں جائیں گی۔

یا ابتاہ من للنساء  
الماسرات -

بابا! یہ قیدی بے دایں کس  
کاسہارا میں گی۔

یا ابتاہ من ملا  
رامل المسیسات -

بابا! ان رونے والی آنکھوں

یا ابتاہ من للعیون

البکیات -  
 یا ابتاہ لیتنی کنت  
 الفراء -  
 یا ابتاہ لیتنی دست  
 اتونی ولا براری -  
 کے آنسو کون پونچھے گا -  
 بابا اکاش میں آپ کی جگہ  
 زیر خنجر قربان ہو جاتی -  
 بابا اکاش میں مٹی میں مل  
 جاتی مگر آپ کی خون آلود ریش  
 نہ دیکھتی -

اس کے بعد بی بی نے یہ سر شہ پرٹھا -  
 یا والدی لیتنی کنت الفداء ولا اراک واثراس شہور ببلدانی  
 بابا اکاش میں آپ کی جگہ ذبح ہو جاتی اور آج آپ کا نوک نیزہ  
 پر بلند سر شہر شہر پھرتا نہ دیکھتی -  
 دجالنا قتلوا اطفالنا ذبحوا نسبا ثنا و سلیموا و اطوال  
 احزانی -

بابا! ہمارے تمام سر و قتل کر دیئے گئے پچے ذبح کر دیئے گئے ہماری  
 مستورات کے سروں سے پا دیریں پھین لی گئیں اور ہمارے غم  
 طویل ہو گئے -

اس کے بعد شہزادی خاموش ہو گئی - اور سر سے آواز آتی -

یا بنیۃ الی الی ہللی انا لک  
 یا بنیۃ الی الی ہللی انا لک  
 بیٹی جلدی جلدی میرے پاس آجا  
 میں تیرے انتظار میں بے چین ہوں  
 بالانتظار -

مظلوم کربلا کے سر سے یہ آواز سنکر تمام اہل حرم نے ایک مرتبہ نوحہ ستون  
 بلند کیا - دختر علی نے آگے بڑھ کر جناب سید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جگانے کی

کوشش کی۔ لیکن شہزادی نہ جاگی۔ بی بی معصومہ کے ہاتھوں سے سر مظلوم لینا چاہا  
 تو شہزادی ایک طرف جھک زمین پر دراز ہو گئیں۔ بنت زہرا نے جب نبض  
 پر ہاتھ رکھا۔ تو بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔  
 رات کا وقت تھا۔ زندان میں دامحمرہ اور واحیناہ سے ماتم شروع ہو گیا  
 زید نے دریافت احوال کے لیے غلام بھیجا تو اسے بتایا گیا کہ جس معصومہ نے  
 بابا کا سراں لگا تھا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔



## خطیب یزید اور خطیب آل محمد

اگرچہ مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ جناب سجادؑ نے دربار شام میں خطبہ کیا۔ کیا پہلی پیشی کے وقت دیا یا کسی اور پیشی کے وقت۔ لیکن چونکہ الفاظ خطبہ میں اتفاق ہے۔ اس لیے ہم جناب سجاد کے اس خطبہ کی عبارت پیش کرنے چلے ہیں۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق یزید نے اپنا ایک انتہائی فصیح و بلیغ خطیب بلایا اور اسے کہا۔

نمبر پر جا کر تجھ سے جس قدر ہو سکتا ہے۔ شیخین اور بنی امیہ کے فضائل بیان کر اور آل محمدؑ کی جس قدر توہین کر سکتا ہے۔ بیان کر۔

خطیب نمبر پر آیا۔ اور اس سے جو کچھ ہو سکا اس نے بنی امیہ وغیرہ کی مدح و ثنا کی اور آل محمدؑ کی تنقیص کی۔

جناب سجادؑ نے خطیب سے تو صرف اتنا فرمایا کہ۔  
تو نے مخلوق کی خوشنودی کی خاطر اللہ کی ناراضگی خرید لی ہے۔

پھر یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اگر اجازت ہو تو میں بھی ہنر پر کچھ ایسی باتیں لوگوں کو بتاؤں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہو۔

یزید نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ درباریوں نے یزید سے کہا کہ یہ بیمار بچہ کیا کہہ سکے گا، جسے رونے اور اپنے غموں سے فرصت ہی نہ ہو اسے اجازت دے دو چار حملوں سے بڑھ کر کچھ نہ کہہ سکے گا۔

یزید نے کہا۔

تمہیں نہیں معلوم مضاحت و بلاغت اور شجاعت و فضائل اس خاندان کو در ثمن میں ملے ہیں۔ انہیں کسی سے سیکھنا نہیں پڑتے مجھے ڈربے کہیں اہالیانِ شام کسی نقہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

معاویہ بن یزید نے باپ سے کہا۔

اباجان بھلا اس کمزور بیمار لاغر اور غم زدہ سے کیا ڈر اور خوف ہو سکتا ہے۔ آپ اسے اجازت دے دیں۔ جب یزید کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا تو مجبوراً اس نے جنابِ بھاد کو اجازت دی آپ برسرِ ہنر تشریف لے گئے۔

حدو ثنائے الہی کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! جو مجھے پہچانتے

ایہا الناس من

ہو سو پہچانتے ہو!

عرفنی فقد عرفنی۔

اور جو نہیں پہچانتے انہیں

ومن لم یعرفنی

فانا اعرفه بنفسی  
انا علی ابن الحسین  
ابن علی المرتضیٰ -  
میں خود اپنا تعارف کرتا ہوں۔  
میں علی ابن الحسین ابن علی المرتضیٰ ہوں۔

انا ابن من حجر  
وسی انا ابن  
من طاف و  
سعی -  
میں حج کرنے والے اور لیک  
کنے والے باپ کا بیٹا ہوں۔  
میں سعی و طواف کرنے والے  
باپ کا بیٹا ہوں۔

انا ابن زمزم وصفا  
انا ابن قاطمة الزهراء  
انا ابن المذیوح  
من الققاء -  
میں زمزم و صفا کا فرزند ہوں  
میں فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں۔  
میں اس کا فرزند ہوں جسے  
پس گردن سے شہید کیا گیا

ہے۔

انا ابن العطشان  
حتى قضی -  
انا ابن من منعوه  
من الماء -  
میں اس پیاسے کا بیٹا ہوں  
جسے تادم آخر پیاسا رکھا گیا۔  
میں اس کا بیٹا ہوں جس کا  
پانی نہ کر لیا گیا۔

انا ابن محمد المصطفیٰ  
انا ابن صریح کر بلا -  
انا ابن من راحت انصاره  
تحت اشراف -  
میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔  
میں شہید کر بلا کا بیٹا ہوں۔  
میں اس کا بیٹا ہوں جس کے  
انصار تحت اشراف چلے گئے۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کے  
الہم پابند رہن کیے گئے۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کے  
بے گناہ بچے فوج کیے گئے۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کے  
خیام کو دشمنوں نے نذر آتش  
کر دیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی  
لاش میدان میں بے گور چھوڑی  
گئی۔

میں اس کا بیٹا ہوں جسے غسل  
دیا گیا نہ کفن۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کے  
سر کو نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی  
عترت کے سروں سے میدان  
کربلا میں چادریں چھین لی گئیں

میں اس کا بیٹا ہوں جس کا  
جسم ایک جگہ اہل سر دوسری  
جگہ ہے۔

انا ابن من غدت حرمہ  
اسری

انا ابن من ذبحتم  
اطفالہ من غیر سولی

انا ابن من اخرم  
الاعداء فی خیمتہ

لفی۔  
انا ابن من اضحی  
ضریعاً فی النقی۔

انا ابن من لالہ غسل  
ولا کفن یرئی۔

انا ابن من رفعوا  
رأسہ علی القنا۔

انا ابن من هتك  
حرمہ بارض کربلا۔

انا ابن من جسمہ  
بارض و رأسہ

باخرئی۔



میں اس کا بیٹا ہوں۔ مجھے  
دم آخر اپنے گرد دشمنوں کے  
علاوہ کوئی اپنا نظر تک نہ آتا  
تھا۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی  
عشرت کو شام تک بے پالان  
کے اونٹوں پر لایا گیا۔  
میں اس کا بیٹا ہوں جس کا  
نہ کوئی ناصر تھا نہ حامی اور  
مددگار۔

لوگو! ہمیں اللہ نے پانچ  
خصوصیات سے ممتاز فرمایا ہے  
بجہ ارسالات کی کان ہم ہیں  
اور ملائکہ ہمارے ہی گھر میں آتے  
تھے۔

قرآنی آیات ہمارے بارہ میں  
نازل ہوتی ہیں ہم نے عالمین کو  
ہدایت دی ہے۔

شجاعت ہمارے پاس ہے  
ہم کبھی گھبراتے نہیں۔ براعت

انا ابن من  
لا یزى حوله غیر  
الاعداد۔

انا ابن من  
سبیت حرمہ الی  
الشام تھدی۔  
انا ابن من لاله  
ناصر ولا حق

ایہا الناس قد  
فضلنا اللہ خمس خصال  
فینا واللہ مختلف الملائکہ  
ومعدن الرسالہ۔

فینا نزلت الایات  
ونحن قدنا للعالمین  
مدی۔

فینا الشجاعة فلم  
نخف بأسا وبراۃ

والفصاحة اذا  
افتخر الفصحاء -  
اور مضاحت ہمیں ملی ہے اگر  
لوگ مضاحت پر فخر کریں تو  
ہمارا نام سرفہرست ہوگا۔

فینا الهدی الی  
سبیل السواء والعلم  
لمن اراد ان یتقید  
علی والمحبۃ فی قلوب  
المومنین من الوری -  
راہ حق کی ہدایت ہم میں ہے  
علم جو افراد کے لیے علم ہمارے  
پاس ہے۔ بھری کائنات  
میں قلوب مومنین میں محبت  
ہمارے لیے ہے۔

ولنا الشان الا علی  
فی الارض والسماء  
ومن یولا ناما خلق  
اللہ الدنیا وکل فخر دون  
فخرنا یموی -  
ارض وسماء میں شان اعلیٰ ہماری  
ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اگر ہم نہ  
ہوتے تو اللہ کائنات کو پیدا  
نہ کرتا۔ ہمارے فخر کے سامنے  
ہر فخر بچ ہے۔

بالحینا یسفی و  
باعتضنا یوم القیامہ  
یشقی -  
قیامت کے دن ہمارے محبوب  
کو حوض کوثر سے سیراب کیا  
جائے گا اور ہمارا دشمن بدھیب  
ہوگا۔

جب آپ یہاں تک پہنچے تو دربارِ زید میں تھک چکے تھے۔ ہر شخص سوگوار  
اور ہر آنکھ اشکبار ہو گئی۔ ہر طرف ایک کھرام چل گیا۔ صدائے گریہ و زاری  
بلند ہوئی۔

یزید ڈر گیا کہیں گڑبڑ نہ ہو جاتے۔

یزید نے موذن سے کہا۔ اذان کہہ۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ تو نے بڑی ذات کو اکبر اور عظیم ذات کی عظمت بیان کی ہے تو نے سچ کہا ہے۔

موذن نے کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ

امام سجاد نے فرمایا۔ میں بھی ہر شہادت دینے والے کے ساتھ اس کی توحید کی شہادت دیتا ہوں۔

موذن نے کہا۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔

امام نے فرمایا۔ یزید بھلا بتائیہ محمد تیرا جد امجد ہے یا میرا؟  
یزید نے کہا۔ آپ کا۔

امام نے فرمایا۔ اگر محمد میرا جد امجد ہے تو خدا کے یہ بتا اسی کے دین و نبوت کی گواہی دے کر تو نے اس کی اولاد کو کسی جرم میں شہید کیا ہے اور اس کی مہتر کو کس گناہ میں پابند رس کر کے خراب نام میں مجھوس کیا ہے۔

اس کے بعد منہاں ابن عمرو نے پوچھا۔

اے فرزند رسول کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا۔

بھلا اس شخص کا حال بھی پوچھا جاتا ہے۔ جس کا باپ بے گناہ شہید کر دیا گیا ہو۔ اس کا لاشہ بے گور و کفن چھوڑا گیا ہو۔ جس کے انصار نہ ہوں۔ جس کے اہل بیت کو دشمنوں کے جمع میں تشہیر کیا گیا ہو اور کیا جا رہا ہو اس وقت غم

کے ہوا چارے پاس کوئی لباس نہیں۔

اگر تو پوچھنا چاہتا ہے تو لو دیکھ لے میرا حال۔ دشمن خوش ہو رہے ہیں  
دوست آنسو بہا رہے ہیں؟

منہاں کیا تجھے معلوم نہیں کہ۔ عرب غیر عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ  
ہم سے ہے۔

قریش عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم سے ہے۔

اور ہم اسی محمدؐ کے اہل بیت ہیں۔ ہمیں اسی محمدؐ کے حرم میں رہنے نہیں  
دیا گیا۔

ہمیں قتل کیا گیا۔ پانی بند کیا گیا۔ بے گور و کفن چھوڑا گیا۔ پابند رہیں کر کے کوفہ  
سے شام تک جگہ جگہ تشہیر کیا گیا۔

کیا تجھے نظر نہیں آ رہا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے دین بنی امیہ کا ہو  
اور آل محمدؐ اس کی غلام ہو۔

لوگوں میں ایک مرتبہ طوفان گریہ بلند ہوا۔

یزید نے غصہ میں آکر موزن سے کہا۔ تو نے اس جوان کو کیوں غیر  
پر جانے کی اجازت دی؟

موزن نے کہا۔ مجھے کیا علم تھا کہ۔ اتنے مصائب اور جبر و تشدد کے  
بادِ جود بھی یہ نوجوان اتنی مضاحت و بلاغت اور بے بیاکی سے اتنا عمدہ  
خطبہ دے گا۔

یزید نے کہا۔

ارے ظالم! تجھے معلوم نہیں تھا کہ۔ یہ معدن رسالت اور اہل بیت

نبوت کا فرد ہے۔

موفن نے کہا۔

اگر ایسی بات تھی تو پھر تو نے کیوں ان پر اتنے مظالم کیے۔ مردوں کو قتل اور مخدرات عفت کو رسن بست کیا۔

یزید نے جلاو کو حکم دیا کہ موفن بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا ہے لے دو بار سے باہر نہ جانے دے یہیں قتل کر دے حکم یزید سے جلاو نے ایک وار سے موفن کی گردن اڑا دی۔

احتجاج میں یہی روایت منہال کی بجائے مکحول صحابی نبی اکرم سے منقول ہے۔

انوار نعمانیہ میں یہی روایت منہال ابی عمرو سے ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ۔

امام مجاہد مجھے یہ جواب دینے کے بعد واپس پٹے۔  
میں نے عرض کیا۔ قید کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔  
آپ نے فرمایا۔

اپنے اس زندان میں جس میں یزید نے مجھے ذریت رسول کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ اس زندان کی نہ چھت ہے اور نہ سردی یا گرمی سے بچانے والی کوئی چیز۔ جب سے اس میں بند ہوتے ہیں آج تک ہوا کو ترس رہے ہیں۔  
مجبور مستورات کا میں ہی تنہا ہمارا ہوں۔ اگر مجھے یزید کی پیشی میں زیادہ وقت صرف ہو جائے تو تمام مستورات بے چین ہو کر در زندان پر جمع ہو جاتی ہے اور سپاہیوں کی منت کرنے لگتی ہیں کہ ہمیں ہمارے امام کی اطلاع

دے زندہ ہے یا نہیں۔

ابھی تک آپ یہی بات کر رہے تھے کہ زندان بان دوڑتا ہوا آیا اور  
 کہنے لگا کہ فرزند رسول آپ کو آپ کی پھوپھی بلارہی ہیں۔ یہ پیغام سنکر آپ  
 جلدی سے زندان بان کے ساتھ زندان میں چلے گئے۔  
 امام سجاد کے مذکورہ خطبہ کو متعدد مورخین نے قدرے لفظی اختلاف کے  
 ساتھ ذکر کیا ہے۔



## آل محمد خانہ یزید میں

بجاء مناقب ابو مخنف اور دیگر مؤرخین کے مطابق جب یزید کو قدرے  
اطمینان ہو گیا اور خرابہ شام میں آل محمد کو محسوس کرنے کے باوجود بھی اسے  
انقلاب اور انقلاب کے کوئی آثار نظر نہ آتے۔ تو اس نے اپنے اہل خانہ کی  
خواہش پر آل محمد کو اپنے گھر لانے جلنے کا حکم دیا۔

اس سلسلہ میں یزید نے خواہ تمام کیا وہ یہ تھا کہ سرِ مظلوم کو بلا کر اس  
نے اپنے گھر کے اس دروازہ پر اویزاں کرنے کا حکم دیا جس دروازہ سے آل محمد  
کو اس کے گھر میں داخل کیا جانا تھا۔ جب سرِ مظلوم زہرا اویزاں ہو گیا تو اس  
نے حکم دیا کہ اب حضرت رسول کی محذرات کو گھر میں لایا جائے۔ دروازہ پر سر  
کو اویزاں کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ نجات زہرا کے کباب دل ایک تیرہ پھر  
بل جاتیں۔ اور ہر مستور گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے شہید آقا کو دیکھ  
لے۔ اور ان کی لگا ہوں میں میدان کر بلا کا نقشہ پھر سے تازہ ہو جائے۔  
جب دختران زہرا خانہ یزید میں داخل ہوئیں تو تمام اموی مورخوں نے

انہیں دیکھا۔ ان مخدرات کے چہروں پر غربت اور مظلومیت کچھ اس طرح برس رہی تھی کہ تمام اموی عورتوں کو اپنے بارہ سنگھار بھول گئے۔

ان کا خیال تو یہ تھا کہ جب دختران زہرا ہمارے گھر آئیں گی۔ ہماری شان و شوکت دیکھیں گے۔ ہماری سیج۔ دھجج۔ لباس۔ اور خوشبو دیکھیں گی۔ تو وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر ہماری عظمت کی قائل ہو جائیں گی۔

لیکن ان کے تمام ارادے اور تمام خیالات اس وقت ریت کا محل ثنابت ہوئے جب بوسیدہ لباس میں سرو یا برہنہ عظمت کا کوہ گراں مخدرات عفت نے گھر میں قدم رکھا۔ اگرچہ۔

اموی عورتوں نے نئے قیمتی اور بھڑکیے لباس پہن رکھے تھے۔ اور۔ دختران زہرا کے لباس بوسیدہ۔ گرد آلود۔ اور سیاہ ماتمی لباس تھے۔ مگر۔

اموی عورتیں خود اپنے کو بیچ محسوس کرنے لگیں اور بے ساختہ استقبال کر اٹھ کر مڑی ہوئیں۔

اموی عورتوں نے رنگارنگ زیورات پہن رکھے تھے۔ اور ذریت رسول کے کانوں میں بالیاں تک نہ تھیں بلکہ بعض شہزادیوں کے کانوں کی لور آج بھی نظم و بربریت کے وہ نشان موجود تھے جس سے گو خوارے اتارے گئے تھے۔

مگر اموی عورتوں نے ان چہروں کی عظمت و جلالت سے مغلوب ہو کر اپنے گلوں سے ملائیں۔ کانوں سے گڑ خوارے اور ہاتھوں سے لنگن اتار کر پھینک دیئے۔



اموی عورتوں نے سروں پر قیمتی ریشمی چادریں بے رکھی تھیں۔ جب ان کی نگاہ دخترانِ نہرا کے بے چادر سروں اور بے مقنع چہروں پر پڑی تو انہوں نے اپنے سروں سے یہ کہہ کر چادریں اتار پھینکیں کہ جن سے ہم نے پردہ سیکھا تھا اگر دستِ ظلم و جور نے ان کے سروں سے چادریں پھین لی ہیں تو ہمیں چادریں کہاں مناسب ہیں۔

تمام اموی مستورات آگے بڑھیں اور بے ساختہ بناتِ نہرا کے گلے لگ کر نوحہ و شیون کرنا شروع کر دیا۔

یزید جس نے اپنے ذہن میں یہ سوچا تھا کہ اموی عورتیں بناتِ نہرا کی شکستہ حالی دیکھ کر خوش ہوں گی اور فدیتِ بتول کے غم میں اضافہ ہوگا۔ وہ دربار میں بیٹھ کر ایک ایک اموی عورت کی نوحہ خوانی اور صدائے گریہ و ماتم سن رہا تھا۔

ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے یہ یزید کا گھر نہیں بلکہ امامِ بارگاہ ہے جس میں عزاداریِ شہیر ہوتی ہے۔

ہند زوجِ یزید نے جب آلِ رسول کی یہ حالت دیکھی تو نہرہ سکی۔ اسی عالمِ غم و الم میں گھر سے باہر دربار میں آگئی۔ اور یزید کو لعنت کرنے لگی۔

یزید نے جلدی سے اٹھ کر اپنی چادر ہند کے سر پر ڈال دی اور کہنے لگا۔

فراہوش سے کام لے۔ بھرے دربار میں چادر کے بغیر کیوں آگئی ہے۔ ہند نے فوراً جواب میں کہا۔

تبھی پر اللہ کی لعنت ہو۔

عظیت حرمتک  
و عترۃ رسول  
اللہ بلا روائے۔  
ظالم تجھے شرم نہیں آتی۔ اپنی  
عترت کو تو تو بے چادر نہیں دیکھ  
سکتا۔ اور عترت رسول کے سروں  
سے تو نے چادریں پھین رکھی  
ہیں۔

منتخب میں ہند زبور یزید سے مروی ہے کہ ایک رات میں اپنے بستر پر  
سو رہی تھی کہ عالم خواب میں میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔  
اور ملائکہ گروہ درگروہ آسمان سے اتر کر ہر مظلوم کے قریب آ کر کہتے ہیں۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ

السلام علیک یا بن رسول اللہ

اسی اثنا میں میں نے آسمان سے ایک عماری اترتے دیکھی جو نہی زمین پر  
اتری اس سے بے شمار لوگ باہر آئے ان میں سے ایک انتہائی وجہید مگر غمزہ  
شخص آگے بڑھا۔

دیگر تمام اس کے عقب میں اور وائیں بائیں ہو گئے اس نے آگے بڑھ کر  
سر کو اٹھایا۔ اسے بے شمار بر سے دیئے اور فرمایا۔

یا ولدی قتلوک  
اتراہم ماعدنوک  
ومن شرب الماء  
منعوک۔  
بیٹے ان ظالموں نے تجھے قتل کر  
دیا ہے کیا یہ لوگ تجھے پہچانتے نہ  
تھے۔ بیٹے ان ظالموں نے تجھے  
پانی تک نہ دیا۔

میرے لال میں تیرا نانا تجھے شام میں ملے آیا ہوں۔ یہ تیرا بابا بھی آیا  
ہے۔ ذرا دیکھ تیرا حسن بھاتی۔ چچا جعفر طیار اور حمزہ بھی آئے ہیں۔ اس  
کے بعد آپ نے اپنے اہل بیت میں سے ایک ایک کا نام لیا۔  
میں گہرا کراٹھی۔ یزید کے کمرہ میں آئی اور اسے لعنت و ملامت کرنے  
لگی۔



## رہائی از شام

مورخین سے آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ آل محمد زندان شام میں کتنا عرصہ رہے ہیں۔ سات دن سے لے کر ایک سال تک کی روایات ملتی ہیں۔ زیر نظر سطور میں ہم اس کا بھی جائزہ لیں گے کہ آل محمد کی مدت اسیر کی کتنی تھی۔ اس وقت ہم رہائی کے وقت پیش آئے والے واقعات ذکر کر رہے ہیں۔

یہ بھی قطعی طور پر آج تک فیصلہ نہیں کیا جاسکا کہ اسباب رہائی کیا تھے۔

بعض مورخین نے سیاسی اسباب بتائے ہیں اور بعض نے یزید کا خواب بیان کیا ہے۔

ہمارے خیال میں جس طرح کسی ایک نظریہ کو حتماً مسترد نہیں کیا جاسکتا اسی طرح کسی ایک خیال کو قطعی طور پر قبول بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مورخین کے بتائے گئے اسباب میں سے کوئی ایک سبب ہو۔ یہ بھی ممکن

ہے کہ مورشین نے قرودا فروا جو اسباب بتائے ہیں۔ وہ سب کے سب مجموعاً ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مورشین کے بتائے گئے اسباب میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو۔

بہر طور سب جو بھی تھا۔ یزید نے اکل محمدؐ کو رہا کرتے وقت جناب سجاد سے کہا۔

میں آپ کی تین باتیں مانوں گا۔ جو چاہیں تین منوالیں۔

امام سجاد نے فرمایا۔

پہلی خواہش یہ ہے کہ مجھے ایک مرتبہ میرے بابا کے سر کی زیارت کرا دے تاکہ شام سے جاتے ہوئے آخری الوداع کر لوں۔

یزید نے کہا۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔ اب تو کبھی بھی اپنے بابا کا سر نہیں دیکھ سکے گا۔

امام سجاد نے فرمایا۔ اگر تو میرے قتل کا مکمل ارادہ کر چکا ہے۔ تو کسی ایسے شریف انسان کی ڈیوٹی لگا جو ان مخدرات عفت کو واپس مدینہ پہنچا دے یزید نے کہا۔ میں نے آپ کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا ہے آپ خود ان مستورات کو مدینہ لے جائیں گے۔

امام سجاد نے فرمایا۔ یوم عاشور ہمارے خیم سے جو کچھ لوٹا گیا ہے۔ وہ ہمیں واپس دیا جائے۔

یزید نے کہا۔ اسے فرزند حسینؑ آپ کو معلوم ہے کہ لوٹتے والے جانے کہاں کہاں سے آئے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون کون لوگ اٹھے۔ ان تمام کو جمع کرنا اور ان سے واپسی کا مطالبہ میرے بس سے باہر ہے۔ آپ مجھے تمام لٹے

ہوئے سامان کی فہرست بنادیں میں اس کی گئی گنا زیادہ قیمت دے دوں گا۔  
امام سجاد نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ لوٹا گیا ہے  
وہ سب عمر سعد کے ذریعہ ابن زیاد تک اور ابن زیاد کے ذریعہ تم تک پہنچ چکا  
ہے۔ اس سامان میں جو کچھ ہے تیرے لیے قطعاً بے قیمت ہے لیکن ہمارے  
لیے اگر پوری کائنات کے مقابلہ وہ سامان رکھ دیا جائے تو ہم پوری کائنات کو  
ٹھکرا دیں گے۔ اور وہ سامان بے لیں گے۔

یزید نے پوچھا: اس سامان میں مثلاً آپ کا قیمتی آناض کون سا تھا۔  
امام سجاد نے فرمایا: اس سامان میں دختر رسول کا چہرہ تھا۔ بنت نبی کا  
مقتع تھا۔ ام الحنین کے گئے کا ایک ہاتھ تھا جو جناب خدیجہ نے دم آخر ان کے  
گلے میں ڈالا تھا۔ اور ایک پہلو دریدہ قمیص تھی۔

یزید نے حکم دیا کہ تمام سامان واپس کر دیا جائے چنانچہ تمام سامان جب  
واپس کر دیا گیا تو یزید نے دوسو دینار بھی ساتھ دیتے امام سجاد نے دوسو دینار  
لے کر اسی دربار میں فقرائے شام پر تقسیم کر دیا۔

جس شخص کو امام سجاد کے ہمراہ مدینہ تک پہنچانے کے لیے بھیجا گیا اس کے  
نام میں اختلاف ہے۔

بعض مورخین نے عمر ابن خالد قرشی لکھا ہے۔

بعض نے نعمان ابن بشیر لکھا ہے۔

بعض نے خزیم ابن شتر لکھا ہے۔

بعض نے جندم ابن شتر لکھا ہے اور

بعض نے بشیر ابن جندم لکھا ہے۔

ان میں سے جو بھی تھا زید نے اسے تیس۔ یا تین سو۔ یا پانچ سو پا ہی بھی دیے۔ اور حکم دیا کہ آل محمدؐ کو مدینہ میں پہنچاتے۔

یہ افراد جتنے بھی تھے ان کی اکثریت مہمان آل محمدؐ پر مشتمل تھی۔ جہاں کہیں قیام کیا جاتا تو یہ لوگ آل محمدؐ سے اس قدر دور جا بیٹھے تھے کہ مخدراتِ عصمت کو پردہ کے لیے کسی قسم کی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ دن کو آرام کرتے تھے رات کو سفر کرتے تھے۔

جب اس مقام پر پہنچے جہاں سے ایک راہ عراق کو اور ایک مدینہ کو جاتی تھی تو جنابِ سجادؑ کے حکم سے ان لوگوں نے راہ عراق لی اور یوں آل محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ ایک مرتبہ پھر سرزمینِ کربلا میں آ پہنچا۔



## آل محمدؐ فرات شہد پر

جس طرح اس بات میں اختلاف ہے کہ آل محمدؐ زندان شام میں کتنا عرصہ رہے اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ کربلا میں کب پہنچے۔  
بعض مورخین کے مطابق آل محمدؐ نے پہلا چہلم قید شام گزارنے کے بعد کربلا میں آ کے کیا۔

بعض مورخین کے مطابق جناب جابر نے پہلا چہلم کربلا میں کیا۔ لیکن آل محمدؐ نے ۲۲ھ کا چہلم کربلا میں کیا۔

بعض کے خیال میں جناب جابر نے پہلا چہلم کربلا میں کیا۔ لیکن آل محمدؐ کربلا میں پہلے چہلم کے بعد اور دوسرے چہلم سے پہلے آئے۔

اس سلسلہ میں مناسب ہوگا اگر ہم تاریخین کے سامنے سرکار علامہ مجلسی کی وہ تحقیقی پیش کردیں جو انہوں نے اپنی فارسی تصنیف زاد المعاد میں پیش کی ہے۔

علامہ کے الفاظ میں۔ یوم اربعین کی زیارت کی نفیست کا سبب یہ ہے کہ۔



امام سجاد اپنے تمام اہل بیت کے ساتھ شام سے پلٹ کر کربلا آئے تھے۔ اور یہ سال شہادت یعنی سال ۶۱ ہجری کا یوم اربعین تھا۔ اور آپ نے تمام شہداء کے سر ان کے مزارات میں دفن فرمائے تھے۔

لیکن یہ انتہائی بعید از قیاس اور ناقابل تسلیم بات ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی باتوں پر بات کی جاسکتی ہے۔ لیکن خوف طوالت سے ان تمام پہلوؤں سے صرف نظر کر کے ہم دو ایک علماء کے نظریات پیش کرتے ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ امام سجاد شام سے رہائی کے بعد کربلا بصورت اعجاز تشریف لائے تھے۔

اگرچہ یہ ممکن ہے لیکن اس قسم کی ضعیف سے ضعیف تر روایت آج تک نہیں مل سکی۔ جب کہ اس کے خلاف کافی روایات موجود ہیں۔ محقق رضی قزوینی نے نظم الزہراءؑ میں لکھا ہے کہ آل محمدؑ شام سے رہائی کے بعد ۱۰ ہجری میں صفر کو کربلا پہنچے۔ لیکن یہ قطعاً ناممکن ہے کیوں کہ۔

ابن زیاد نے آل محمدؑ کی کوفہ میں تشریف کے بعد زید سے مزید ہدایات کی خاطر قاصد بھیجا۔ اور کوفہ سے شام تک کے سفر کے لیے ایک طرفہ بیس دن اور ہدایات لینے کے بعد قاصد کو واپسی کے لیے بھی بیس دن کی ضرورت ہوگی۔

پھر آل محمدؑ کا اونٹوں پر جانا۔ ایک ماہ زندان میں رہنا اور واپس یوم اربعین کربلا پہنچنا یہ سب عقلاً اور روایتاً ناممکنات ہیں۔  
۱۔ ہم صرف اپنے پیش کردہ اور اشتباہات کی بنیاد پر روایات سے حق انکار

نہیں رکھتے۔

۲۔ بعض مؤثقین سے ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ کوفہ سے ڈاکہ شام تک تین دن میں ڈاک لے کر جاتا تھا۔

۳۔ عام مورخین کے مطابق شام میں آل محمدؑ کی مدت قید صرف آٹھ دن ہے۔

۴۔ سلسلہ ڈاک کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ انسان ہی بطور قاصد جاتے۔ کیونکہ اس وقت کوتر بھی بطور ڈاکہ کے استعمال ہوتے تھے اور کوتر کی رفتار انسان کی رفتار سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

۵۔ جابر کا حجاز سے یوم اربعین پہنچ جانا بھی بعید نہیں ہے کیونکہ ابو حنیفہ نے ذی الحجہ کا چاند کوفہ میں دیکھا تھا اور مکہ پہنچ کر احکام حج سجالایا تھا۔

۶۔ شہادت مظلوم کربلا کی اطلاع صرف بذریعہ ابن زیاد ہی نہیں گئی۔ بلکہ ملائکہ جنات اور پرندوں نے بھی خبر شہادت کو نشر کرنے میں کافی جلدی کی تھی۔

۷۔ خبر شہادت کے لیے بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے خون ابلنا اور جناب ام سلمہ کے پاس موجود مٹی کا خون ہو جانا ہی جناب جابر کے کربلا پہنچنے کے لیے کافی تھا۔

ان حقائق کے پیش نظر علامہ مجلسی کے اشتباہات کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ مولف۔ محقق رضی کے ان جوابات میں سے کوئی بھی جواب ایسا نہیں ہے جسے بنیاد بنا کر یہ مان لیا جائے کہ آل محمدؑ کے چلم میں ہی کربلا آگئے ہوں کیونکہ

۱۔ اصول اسلام کے مطابق کسی روایت کا صرف سن یا پڑھ لینا حجت روایت کی دلیل نہیں ہوتی۔ بلکہ روایت کے ساتھ درایت بھی موجود ہے اور جس روایت کی درایت تائید نہ کرے وہ روایت قطعاً قابل اعتماد نہیں ہوتی۔  
۲۔ محقق رضی کا بعض مؤلفین سے یہ سن لینا کہ کوفہ سے شام تک ڈاکہ تین دن میں جانا تھا تو درست ہے کہ ممکن ہے انہوں نے سنا ہو۔ ہم ان کے سماع سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کوفہ سے شام تک تین دن میں جانے والا ڈاکہ آخر کس راستہ پر جاتا تھا؟ اگر یہ راستہ زمیں ہی پر جاتا تھا تو آخر کونسا تھا؟

۳۔ یہ درست ہے کہ عام مومنین نے مدت قید اٹھ دن لکھی ہے۔ لیکن انہی مومنین نے یہ بھی ترکھا ہے کہ۔

تفشرت الوجوه  
من شدة المحروا القر۔  
گرمی اور سردی کی شدت سے  
سادانیوں کے چہرے رنگ پریدہ  
ہو گئے تھے۔

بھلا کیا اٹھ دن میں چہروں کی رنگ پریدگی ممکن ہے۔  
۴۔ کبوتر کا ڈاک لے جانا ممکن ہے بشرطیکہ کوئی ضعیف سے ضعیف ترقات اس نظریہ کی مؤید ہو۔ روایات سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ڈاک کبوتر نہیں انسان بصورت قاصد لے کر گیا تھا۔

۵۔ کامل فی السقیفین اس بات کی تصریح بھی موجود ہے کہ آل محمد بدھ کے دن ۱۶ ربیع الاول کو شام پہنچے۔

۶۔ جہاں تک جناب جابر کی کر بلا میں آمد کا تعلق ہے تو وہ بھی اسی سال کے

چہلم پر اس لیے ناممکن ہے کہ جناب جابر اور ابو حنیفہ کے سفر میں فرق ہے ابو حنیفہ کو جو سہولیات سفر میسر تھے وہ جناب جابر کو نہیں تھے۔ ابو حنیفہ خود مختار تھے جب کہ جناب جابر آنکھوں سے معذور ہونے کی وجہ سے سہارا کے محتاج تھے اور وہ سہارا کوئی رفیق سفر یا غلام ہی ہو سکتا تھا۔

۷۔ یہ تو مسئلہ ہے کہ یوم عاشور ہی سے شہادت مظلوم کی اطلاع اطراف عالم میں پھیل گئی تھی۔ لیکن یہ کہاں مذکور ہے کہ جنوں اور پرندوں نے خبر شہادت کے ساتھ ساتھ مقام شہادت کی تعیین بھی کر دی تھی۔

ان مسلمات کے پیش نظر علامہ مجلسی کے اعتراضات درست ہیں۔ اور آل محمدؑ کا سالہ کے یوم اربعین پر پہنچانا ممکن تصور ہے۔

اور اس بات پر اسرار کہ آل محمدؑ کی شام سے واپس کے بعد پہلے چہلم پر جناب جابر سے ملاقات ہوئی ہے تاریخ ردیات اور مشاہدات کے منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ جناب جابرؑ کے ہی چہلم پر کہ بلا تشریف لائے ہوں اور پھر کوفہ ہی میں قیام پذیر ہو گئے ہوں۔ اور سالہ کے دوسرے چہلم پر آل محمدؑ کی شام سے واپس کے بعد آل محمدؑ سے ملاقات ہوئی ہو۔



# آل محمد مدینۃ الرسول میں

لہو ف کے مطابق ..... حجاب سجاد جب بیرون مدینہ پہنچے تو بیرون  
مدینہ ہی خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ بشیر ابن ہذلم کو قریب بلایا اور فرمایا: تیرا  
والد تو شاعر تھا۔

کیا تو بھی شاعری کرتا ہے؟

بشیر نے عرض کیا۔

تبد آپ کی دعا چاہیے کچھ کرتا رہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

پھر جانا اور اہل مدینہ کو ہماری آمد سے مطلع کر۔

بشیر گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ میں داخل ہو کر روضۃ الرسول کی طرف

جاتے ہوئے ان اشعار سے اہل مدینہ کو اطلاع دی۔

یا اہل یثرب لا مقام لکم ہما۔ قتل الحسین فادعی مدنا راہ۔

اے یثرب والو! انگوٹھوں سے بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ حسینؑ شہید ہو گئے ہیں۔

اٹھو اور آنسو بہاؤ۔

الجسم منه بکربلاء مضر و وارأس منه علی القناتید اذ۔  
بجسم حسین کربلا میں خون آلود ہے اور سر حسینؑ کو نوک نیزہ پر بلند  
کر کے کو بکو تشہیر کیا گیا ہے۔

علیؑ ابن حسینؑ اپنی چھو بھٹیوں۔ ماؤں۔ بہنوں اور بے واؤں کے ہمراہ  
بیرون مدینہ خیمہ زن ہے۔ میں انہی کی طرف سے تمہیں ان کی آمد سے مطلع کرنے  
کیا ہوں۔

بشیر کہتا ہے جو نبی میں نے یہ ندادی۔ مدینہ کے گلی کوچوں میں عورتیں۔  
لڑکیاں۔ بچے مرد سب باہر نکلے کوئی فرد ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں آنسو  
اور سیمہ نہ ہو۔

عورتیں سپروں اور سر پر ماتم کرتی ہوئی باہر آئیں۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا  
جیسے پورا مدینہ ماتم کدہ بن گیا ہو۔  
انہی رونے والیوں میں سے ایک کسین سچی مرثیہ پڑھتی ہوئی میرے قریب  
آئی اور کہنے لگی۔

اے خبر موت دینے والے۔ تو نے خبر شہادت دے کر ہمارے غم تازہ  
کو دیتے ہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ یہ وہ زخم ہے جو تا قیامت مندمل نہیں ہوگا۔ اللہ  
تجھ پر رحم کرے۔ تو کون ہے؟  
میں نے عرض کیا۔

جلی بی میں بشیر ابن جذلم ہوں۔ اور جناب سجاد بیرون مدینہ خیمہ زن  
ہیں۔

میں روضہ رسول پر آیا۔ سلام کیا۔ انھوں نے کہہ دیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ بیرون مدینہ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اگرچہ میں گھوڑے پر سوار تھا اور لوگ پیدل تھے۔ لیکن میں واپس آیا۔ تو میں نے دیکھا کہ کافی مرد اور عورتیں مجھ سے پہلے امام سجاد کے پاس پہنچ چکے تھے۔ راستہ نہیں مل رہا تھا۔ بالآخر میں گھوڑے سے اتار پیدل چلتا ہوا امام سجاد تک پہنچا۔

میں نے دیکھا آپ اسی وقت غیمہ سے باہر تشریف لارہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں رومال تھا۔ جناب باقر نے مسند امامت پھانسی جناب سجاد اس پر تشریف فرما ہوئے۔

اہل مدینہ کو دیکھ کر آپ کے گریہ میں اضافہ ہو گیا۔ جو شخص بھی جناب سجاد کو دیکھتا ہے ساختہ دھڑاڑیں مار کر رونے لگتا۔ کافی دیر تک رونے کی آواز فضا کو دہلاتی رہی بالآخر جناب سجاد نے ہاتھ کے اشارہ سے لوگوں کو خاموش رہنے کو فرمایا۔

تمام لوگ خاموش ہو گئے۔  
آپ نے فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم	الحمد لله رب العالمين
الرحمن الرحيم مالك	يوم الدين يا ماعز
المخلاتق اجمعين	الذي بعد فار تفر
بسم الله رب العالمين	يوم الدين يا ماعز
الرحمن الرحيم مالك	يوم الدين يا ماعز
المخلاتق اجمعين	الذي بعد فار تفر
بسم الله رب العالمين	يوم الدين يا ماعز
الرحمن الرحيم مالك	يوم الدين يا ماعز
المخلاتق اجمعين	الذي بعد فار تفر

بسم الله رب العالمين۔ جو رحمن و رحیم۔ یوم جزا کا مالک اور تمام کائنات کا پیداکرنے والا ہے اس کی حمد ہے۔ وہ اللہ جو اتنا دور ہے کہ آسمانوں کی بلندیوں میں ہے اور اتنا قریب

فی السماوات العلی  
 وقرب فشهد النجوى  
 تحمده على عطاء  
 الامور وفجائع  
 الدهور - والم الفجائع  
 ومضاضه اللواذع  
 وجلیل الرزء وعظیم  
 المصائب القاطع  
 الكاظة القادحة  
 الحاتجة ایها الناس  
 ان الله وله الحمد  
 ابتلا بالمصائب خلیلة  
 وثلمة فی الاسلام عظیمه  
 قتل ابو عبد الله الحسین  
 وعترته وسبی نسانه  
 وحیثه ودار وابر اسه  
 فی البلدان من فوق  
 عالی انسان هذه  
 الرزیه التي لامثلها رزیه  
 ایها الناس فاعی

ہے کہ سرگوشی تک سن لیتا ہے  
 امور عظیم، حوادث زیادہ مصائب  
 کی شدت - اور دردوں کی  
 مدت میں ہم اسی کی حمد کرتے  
 ہیں - تکالیف کی شدت،  
 پریشان کن، اندوہناک، المناک  
 اور دردناک مصائب میں بھی  
 ہم اس کی حمد کرتے ہیں -  
 اے لوگو! حمد خدا ہے - اللہ  
 نے ہمیں بہت بڑے مصائب  
 سے آزمایا ہے - اسلام میں  
 بہت بڑا حادثہ ہوا ہے -  
 ابو عبد اللہ حسینؑ اور آپ کی  
 عزت کو شہید کر دیا گیا - اس  
 کی ستمناں اور بچوں کو قیدی  
 کیا گیا - ان کے سر کو نوک نیزہ  
 پر تشہیر کیا گیا - یہ وہ مصیبت  
 ہے کہ اس جیسی مصیبت کا  
 تصور تک نہیں کیا جاسکتا  
 اے لوگو! قتل نواسر رسول



رجالاً متکم تسرون  
بعد قتله الرية عين  
متکم تحبس معها و  
تضن عن انهما لها  
قلقد بکت السبع  
الستاد لقتله و بکت  
ایحار بامواجها و  
اسماوات بارکانها و  
الارض بارجائها  
والاستیجار یا عصا نهها  
والحیثان فی لبحر ايمار واللاکته  
المقربون و اهل السموات اجعون  
ایها الناس ای تیب کا  
ینصدع لتقبله ام  
ای فواد لا یحفت الیه  
ام ای سمع یسمع هذه  
الثمة التي تلمست  
فی الاسلام فلا یرتاع  
لها۔  
ایها الناس اصبحنا

کے بعد وہ کون شخص ہے جو  
خوش ہو سکے یا کون سی آنکھ  
ہے جو آنسو روک سکے۔ وہ  
کون سی آنکھ ہے جو آنسوؤں  
میں بخل کر سکے۔ سات آسمان  
آپ پر روئے ہمندر کی بوجھل  
نے گریہ کیا۔ آسمان روتے ہیں  
زمینیں روتی ہیں۔ درختوں کی  
ٹہنیاں گریہ کنیں ہیں ہمندروں  
میں مچھلیاں رو رہی ہیں ملائکہ  
مقربین اور اہل سما رو رہے  
ہیں۔  
اے لوگو! بھلا وہ کون ہے  
جو شہادت فرزند رسول سے  
دکھی نہ ہو۔ وہ کون سادہ ہے  
جن سے آنسو نہ ہیں۔ بھلا وہ  
کون سا کان ہے جو اسلام  
میں پڑنے والے اس رخنے  
کی خبر سننے اور لرز نہ جائے۔  
لوگو! ہمیں مدینہ بدر کیا گیا ہیں

مطرو دین - مشروین .  
 مذودین و شاعین عن  
 الامصار کا نا اولاد ترک  
 و کابل من غیر جرم  
 اجراضناہ و لامکروہ  
 ارتکبناہ و لاثلمہ فی  
 الاسلام شلمناہا ما  
 سمعنا بھذا فی اباءنا  
 الاولین . ان هذا الا  
 اختلاق .  
 واللہ لو ان النبی تقدم  
 الیہم فی قتالنا کما تقدم  
 الیہم فی الوصایۃ  
 نبالہما زادوا علی  
 ما فعلوا نبافانا  
 للہ وانا الیہ  
 راجعون .

پرانگندہ کیا گیا۔ ہمیں اپنے گھر  
 سے نکالا گیا۔ ہمارے ساتھ  
 ایسے سلوک کیا گیا جیسے ہم ترک  
 کابل کے غلام ہوں۔ حالانکہ یہ  
 یہ سب کچھ ہمارے کسی جرم  
 کسی ناپسندیدہ عمل یا اسلام  
 کی مخالفت کی وجہ سے نہیں  
 تھا۔ ایسے مصائب ہم نے  
 اپنے سابقہ ابا و اجداد میں بھی  
 نہیں سنے یہ کھلی جارحیت ہے  
 بخدا اگر سردارانِ نبیاء اپنی امت  
 کو ہمارے ساتھ حسن سلوک  
 کی بجائے جنگ اور بد سلوکی  
 پر آمادہ کرتے تو اس سے  
 زیادہ یہ لوگ پھر بھی نہ کہتے  
 حالانکہ آنحضرتؐ نے ہمارے ساتھ  
 حسن سلوک کی وصیت کی تھی  
 ہم اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور  
 اسی کی طرف رجوع کرتے  
 ہیں۔

اس کے بعد تمام اہل مدینہ کی معیت میں قافلہ اہل بیت اندرون شہر کی طرف

روانہ ہوا۔

جواب ام کلثوم فاطمہ بنت حسین نے جب مدینہ کے در و دیوار کو دیکھا تو  
بے ساختہ یوں مخاطب ہوئیں۔

مدینۃ جدنا لا تقسیلینا  
فیا المحسرات والاحزان  
جئنا۔  
اے مدینہ ہمیں داخل نہ ہوتے  
دیتے ہم بہت حسرتیں اور غم  
کے کر آتے ہیں۔

الافا حذر رسول اللہ عنا  
یا ناقد فجئنا فی انبیاء۔  
وان رجالنا یا لطف  
صرعی بلارأس وقد  
ذبحوا البنینا۔  
اے مدینہ! ہماری طرف سے  
رسول انبیاء کو بتا دے کہ ہمیں  
ہمارے باپ کی شہادت کا غم  
دیا گیا ہے، ہمارے مردوں  
کے لاشے میدان کر بلا میں

واخیر حیدنا انا  
اسرنا وبعد الاسریا  
جد سبنا۔  
مردوں کے بغیر ہیں اور ہمارے  
کمسن بچوں کو بھی ذبح کر دیا  
گیا ہے۔ ہمارے نانا کو بتا دے

ورھطک یا رسول  
اللہ اضحوا عریا  
بالطفوف مسلینا۔  
کہ ہمیں پہلے گرفتار کیا اور پھر  
گرفتاری کے بعد ہمارے ہاتھوں  
میں رسیاں باندھی گئیں۔

وقد ذبحوا الحسین  
ولم یراعوا جنابک  
اے رسول خدا! آپ کا قبیلہ  
صمراؤں میں بلا غسل و کفن پڑا

ہے۔ ان کے لاشوں سے کپڑے  
بھی اتارے گئے ہیں۔

نانا! آپ کے حسین کو ان لوگوں  
نے ذبح کر ڈالا اور ہمارے  
سلسلہ میں آپ کے رشتہ تک  
کا خیال نہ رکھا گیا۔

نانا! اکاش آپ اپنی بیٹیوں  
کو اس وقت دیکھے جب رکن  
بستہ انہیں اونٹوں پر سوار  
کرایا جا رہا تھا۔

اے رسول خدا! ہمیں پابند  
رکن کرنے کے بعد ہماری تبشیر  
کرائی گئی اور جمعوں میں سے  
گزارا جاتا رہا۔

نانا! تو ہی تو ہمارا گھوڑا تھا۔  
جب سے تیری آنکھیں بند ہوتی  
ہیں دشمن ہم پر ٹوٹ پڑتے ہیں  
وادی زہر! اکاش آپ اس  
وقت اپنی بیٹیوں کو دیکھتیں  
جب رکن بستہ شہر بھر پھرتی

یا ایہ رسول اللہ  
فیہنا۔

فلو نظرت عیدنک  
للا سائر علی  
اقتاب الجمال  
محملینا۔

رسول اللہ! بعوا  
السبی حارث عیون  
الناس ناظرۃ  
النیا۔

وکننت تحوطنا حتی  
قولت عیونک ثارت  
الاعداء علینا ،  
أفاطم لو نظرت  
الی اسبایا نباتک  
فی البلا و مشقتینا ،

جا رہی تھیں۔

اے داوی! کاش! آپ تاراچی  
خیام کے وقت پریشان حال  
بیشیوں کو دیکھتیں۔

اور کاش! آپ زین العابدین  
کو دیکھتیں۔

اے فاطمہ! کاش! آپ ہمیں  
راتوں میں جاگتا دیکھتیں۔

اور کاش! آپ دیکھتیں کہ کس  
طرح جاگ جاگ کر ہماری آنکھیں  
سک ابل گئی تھیں۔

اے داوی! آپ نے دشمنوں  
سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔

داوی یقیناً جانے جو مصائب  
ہم نے جھیلے ہیں آپ نے تو عشر  
عشر بھی نہیں دیکھا۔

داوی! اگر آپ زندہ رہیں تو  
ہم پر پڑنے والے مصائب کو  
دیکھ کر تاقیامت ماتم کرتی رہیں  
اے چچا حسن! ظاہر آپ کے

أفاطم لو نظرت  
الی الحیار الی -

ولو ابصرت زین  
العابدین -

افاطم لو رأیتنا  
سہامی -

ومن سہم اللیالی  
قد عمینا -

افاطم! مالقیث  
من عدائک -

ولا قیراط ما  
قد لقینا -

فلو ذلت حیوتک  
لم تنال

الی یوم القیامۃ  
تند بدینا - یا عمی یا الحسن

بھائی کے جملہ اقرباں شہید ہو گئے ہیں۔

چچا حسن! آپ کا بھائی آپ سے بہت دور ریگ صحرا میں مدفون ہو چکا ہے۔

چچا! کاش آپ اس وقت دیکھتے جب تارا جی خیام کے وقت آپ کی بچوں کے پیچھے گھوڑے دوڑائے جا رہے تھے

اور انہیں کوئی مددگار نہیں مل رہا تھا چچا آپ اس وقت دیکھتے جب بے پالان کے اونٹوں پر آپ کی عسرت کو بلا مقنع وردار سوار کیا جا رہا تھا۔

زینب پھوپھی کو خیمہ سے بے چادر باہر نکال گیا اور فاطمہ حیران و پریشان غم سے بے حال تھی۔ سیکہ شدت گرمی سے بے حال تھی اور لغوت الوقت یارب العالمین پکار رہی تھی

المزکی عیال اخوک  
اضحوا ضا تعینا۔

ایا عماہ ان اخاک اضحی  
بعید أعینک بالفصلہ  
قینا۔

ولو عاینک یا  
مولای ساقوا  
حریماً لا یحدن  
لہم معینا۔

علی متن التیاق  
یلد وطاً و  
شاہدت العیال  
مکتفیغا وزینب  
اجوہا من

خباہا و فاطمہ  
والہ تیدی  
الانینا۔

سکینہ تشکی  
من حرجسد تنادی  
الغوت رب العالمینا۔

ہذا می قصتی مع شرح  
یہ تھا ہمارا تفصیل قصہ -  
حالی الایا سامعون  
سننے والو! ہمارے غم میں جتنا  
ابکو علقبا -  
رو سکتے ہو ردلو -

قافلہ آل محمد صب سے پہلے روضہ رسول پر آیا - تاریخ بتاتی ہے کہ  
پورا مدینہ سوگوار تھا اور اس دن غم و الم کا دہی منظر تھا جو منظر شہادت  
رسول کو نبین کے دن تھا - جب یہ تھی قافلہ روضہ رسول پر آیا -  
بنت زہرا آگے بڑھیں - روضہ رسول کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بہتی  
آنکھوں سے عرض کیا -

یا جد اہ افی  
غایمة الیک انھی  
الحسین -  
نانا میں اپنے بھائی حسین  
کی خبر شہادت سنانے آتی  
ہوں -

ہلموا انبک  
اصحاب العباء  
وارثی سبط خیر  
الانبیاء - ہلموا  
انبک مقتولاً یکتہ ہو کثر  
ولالہ مفا السماء -  
نانا! آپ کا صاحب کساد  
بیٹا کہاں ہے؟ میں سبط  
خیر الانبیاء مرثیہ خواں ہوں -  
نانا! آپ کا بیٹا مارا گیا  
جسے خالق کے تمام آسمان ملائکہ  
یک رو رہے ہیں -

ہلموا انبک مقتولا  
علیہ بکما وحق الہماقتن  
نانا! آپ کے شہید بیٹے  
ہر صحراؤں میں درندے بھی

فی القلاء الافابکو	گریہ کر رہے ہیں۔ اس مقتول
قتیلا قوبکتہ البتولة	پر آنسو بہاؤ جیسے سیدۃ النساء
فاطمہ ست النساء۔	بتول روتی ہیں۔
الافابکوالتاوی	لوگو! میدان کر بلا کے شہید
الطف حزما	پر آنسو بہاؤ۔ اس پر رو
الافابکولہذیوح	دو جسے پس گردن سے شہید
القفاء۔	کیا گیا ہے۔
الافابکوالمف	اسی پر آنسو بہاؤ جس کے
اصتحت علیہ قنوع	غم میں جنات بھی گریہ کن
الجن حزناً بالیکاء۔	ہیں۔
الافابکوالمنعفر	اس پر رو جو جسے مٹی پر
ذبیح علی الرخصاء	ذبح کیا گیا۔ جس کے اعفار
شلو بالثراء۔	کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مٹی میں
	ملا دیا گیا۔
الافابکو قتیلا	اس شہید پر گریہ کرو جس
مستیاحاً۔ الافابکوا	کا قتل مباح سمجھا گیا۔ اس
المرحل بالدماء۔	غریب پر آنسو بہاؤ جسے خون
بنفسی جسم	میں غلط کیا گیا۔ میری
مطروح حیربح	جان قسیران ہوا اس زخمی
علی حوالضعید بلا	جسم پر جو گرم مٹی پر کسی



وطاء بنفسی من	بشرے کے بغیر تڑپتا رہا۔
تجولا الخیل	میری جان فدا ہو اس مظلوم
رکضا علیہ و	پر جس کی لاش پر گھوڑے
هو سلوب	دوڑتے رہے اور اس کا
الرداء۔	جسم مسلوب الرداء تھا۔



## جناب محمد ابن حنیفہ

جناب محمد کی کنیت ابو القاسم تھی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب سجاد و زید رسول سے باہر تشریف لائے تو اپنے چچا جناب محمد کے پاس آئے جناب محمد نے آپ کو گلے لگایا۔ زار و قطار روتے روتے غش کر گئے جب غش سے افاتہ ہوا تو تموار کمر سے لٹکائی ذرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر لوگ کے سامنے پہاڑ پر چڑھے۔ پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا۔ لیکن یہ سب کسانیزوں کا خود ساختہ واقعہ ہے چونکہ کیسانی جناب محمد کو امام مہدی سمجھتے تھے، اور ان کے عقیدہ کے مطابق جناب محمد کوہ رضویٰ میں غائب ہو گئے ہیں۔

ہمارے نزدیک حق و حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ آپ بیمار تھے لیکن جناب سجاد سے ملاقات کے بعد مدینہ میں نہیں ٹھہرے۔ کیونکہ بنی امیہ کی نگاہوں میں جناب سجاد کی نسبت جناب محمد زیادہ خطرناک تھے۔ بنی امیہ کو امام سجاد سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ جب کہ امام حسین کے بعد وہ جناب محمد کو اپنے لیے

خطرہ سمجھتے تھے۔ اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اولاد امیر المومنین سے کوئی زندہ رہ جائے۔ اموی جاکوسس ہر وقت جناب محمد کی تاک میں رہتے تھے جناب محمد کو بھی احساس تھا۔ اب بنی امیہ میرے درپے ہیں۔ چنانچہ آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ تشریف لائے اور مکہ کو مقام امن سمجھ کر وہیں مقام پذیر ہو گئے۔ جناب مختار مکہ میں آئے جناب محمد سے ملے اور واپس جا کر اہل کوفہ سے کہا کہ۔

میں امام مہدی محمد ابن علی سے ملاقات کر کے آیا ہوں۔ اور میں قاتلانِ ذریت رسول سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ تعدادن کر دو۔ ابراہیم ابن مالک اشتر اور دیگر اشرف کوفہ نے مختار کی حامی بھر لی۔ اور ذریت رسول کے قاتلوں سے انتقام لینے کی خاطر تمام اہل کوفہ جناب مختار کے گرد جمع ہو گئے۔

ادھر مکہ میں عبداللہ ابن زبیر نے اپنی علیحدہ حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور اہل مکہ سے اپنے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ جب اہل مکہ کی عمومی بیعت سے فارغ ہوا تو اسے اطلاع ملی کہ کوفہ میں مختار اپنے گرد لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔

ابن زبیر نے عبداللہ ابن مطیع عدوی کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اور ابن مطیع نے لوگوں سے عبداللہ ابن زبیر کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ جب جناب مختار نے حالات کو ساؤ گار دیکھا تو انہوں نے ابن مطیع کو دارالامارہ سے بھگا دیا۔

خود دارالامارہ پر قبضہ کر لیا۔ اور قاتلانِ حسین سے انتقام پر بیعت

لینا شروع کر دی۔ اہل کوفہ نے دھڑا دھڑ بیعت کرنا شروع کر دی۔

عبداللہ ابن زبیر کو جب کوفہ کے حالات معلوم ہوئے تو اس نے اپنے بھائی مصعب ابن زبیر کو ایک بہت بڑا شکردے کر مختار کے پاس بھیج دیا۔

مصعب ابن زبیر نے جنگ کی بجائے مختار کے مصالحت کی کوشش کی لیکن مصعب ناکام رہا۔ اور مختار مسلسل قاتلانہ ذریت رسول سے انتقام لیتا رہا۔

مصعب ابن زبیر یہاں سے ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔ اور بصرہ پر حملہ کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف عبداللہ ابن زبیر نے عوام کی بیعت کے بعد خواص سے بیعت لینا شروع کی۔ اور اس نے اس سلسلہ میں جناب محمد کو بھی بیعت کرنے کا کہا۔

لیکن جناب محمد نے انکار کر دیا۔

جوں جوں جناب محمد بیعت سے انکار کرتے گئے۔ عبداللہ ابن زبیر کا اصرار بڑھتا گیا۔ عبداللہ ابن زبیر کا خیال تھا کہ اگر محمد میری بیعت کرے۔ تو چونکہ مختار محمد کو امام مانتا ہے اس لیے مختار خود بخود میری بیعت کرے گا۔ عبداللہ ابن زبیر کے ہر مطالبہ بیعت کے جواب میں جناب محمد کوئی تر کوئی عذر دے لیتے تھے۔

بالآخر معاملہ جب اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو جناب محمد نے ابن زبیر سے مہلت مانگی۔

ابن زبیر نے کہا۔

اب ایک منٹ بھی مہلت نہیں ملے گی۔ یا اسی وقت بیعت کر لو یا قتل

کے لیے تیار ہو جاؤ۔

جناب محمد نے فرمایا۔

رسول اللہؐ نے تو صفوان جیسے مشرک کو چار ماہ کی مہلت دے دی تھی اور  
تو مجھے ایک منٹ کی مہلت بھی نہیں دیتا۔

ابن زبیر نے جواب میں آنحضرتؐ اور ابن صفیفہ دونوں کے حق کے ایسے نامترا  
الفاظ کہے جنہیں ادا کرنے سے زبان قلم قاصر ہے۔

دونوں طرف سے تو ٹکار شروع ہو گئی۔ بالآخر ابن زبیر کے پاس مہلت  
دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

چنانچہ ابن زبیر نے مہلت تو دو ماہ کی دے دی لیکن ساتھ ہی ایک  
خیفہ نصب کر کے اس میں جناب محمد کو مع ان کے رفقاء اور اہل بیت کچھ قید کر دیا۔  
اور چالیس مسلح سپاہی پہرہ پر لگا دیئے۔

ایک رات جناب محمد نے اپنے رفقاء سے مشورہ کیا جس میں طے یہ پایا کہ  
اپنے حالات سے مختار کو مطلع کیا جائے۔

جناب محمد نے ایک خط لکھا جس میں اپنے تمام حالات لکھے اور مختار  
سے مدد طلب کی۔

جب خط جناب مختار کو ملا تو اس نے اسی وقت مجلس مشاورت بلوائی اور  
تمام اہباب کو حالات سے مطلع کیا۔ اور جناب محمد کی مدد کرنے کا فیصلہ  
کر لیا۔

بارہ سالہ ان لشکر بلائے۔

پہلے سالار کو ایک ہزار۔

دوسرے کو دو ہزار۔

تیسرے کو تین ہزار۔

چوتھے کو چار ہزار۔

اسی ترتیب سے بارہویں کو بارہ ہزار کا شکر دے کر اس طرح روانہ کیا کہ پہلا دستہ صبح کو دوسرا شام کو بھیجنا شروع کیا۔

اسی اثنا میں ابن زبیر نے اپنے سپاہیوں کو جناب محمد کے خیمہ کے گرد لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ جب دو ماہ کی مدت گزرنے کے بعد اگر محمد بیعت نہ کرے تو لکڑیوں کو آگ لگا دی جائے۔

یہ لوگ لکڑیاں جمع کرنے میں مصروف تھے کہ مختار کا پہلا دستہ ابو عمر کی سرکردگی میں پہنچ گیا۔ اور انہوں نے جناب محمد کے خیمہ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔

ابن زبیر انہیں دیکھ کر مطمئن ہو گیا کہ یہ ایک ہزار ہیں ان پر قابو پانا آسان ہے۔

ادھر جناب مختار کا لشکر جس وقفہ سے کوفہ سے چلتے تھے اسی وقفہ سے مکہ پہنچنے لگے۔

جب بارہواں سالار بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ وارد مکہ ہوا تو اب عبد اللہ ابن زبیر اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔

جناب مختار کی فوج نے وہ تمام ایندھن جو محمد حنیفہ کو جلانے کی خاطر اکٹھا کیا گیا تھا دور مٹایا۔ جناب محمد کا سلام کیا۔ مختار کی طرف سے لاکھوں ادا دیے۔

تسلیمات پیش کیں۔

اور اجازت جنگ مانگی۔

لیکن جناب محمد نے حرم خدا کے تقدس کے پیش نظر انہیں جنگ سے روک دیا۔

اور فرمایا۔

جو دین ہمارا جدا مجدے کے آیا ہے اور جس دین پر ذریت رسول قربان ہو رہی ہے اسی دین کا حکم یہ ہے کہ بیت اللہ کی عزت و عظمت کو پامال نہ کیا جائے۔

اسرائے لشکر نے جناب مختار کی طرف سے زور دینا بھی پیش کیے اور جناب محمد نے وہ سب مال قبول فرما کر تمام کا تمام اسی لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اور انہیں دعائے خیر دی۔ اور تمام لشکر کو واپس جانے کا حکم دیا۔

جب لشکر کو واپس چلا گیا۔ تو مصعب کو ساتھیوں نے کوفہ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا۔

مصعب نے کہا۔ جب تک ابواز سے مجھے ملک نہیں پہنچ جاتی اس وقت تک میں کوفہ پر حملہ نہیں کروں گا۔

کچھ دنوں بعد مصعب ابن ابی صفرو ابواز سے لشکر لے کر مصعب کے پاس پہنچ گیا۔ مصعب نے جحازی۔ بصری اور ابوازی لشکر کو جمع کر کے مرتب کیا اور کوفہ پر حملہ کی خاطر روانگی کا حکم دیا۔

جب مختار کو بصری لشکر کی اطلاع ملی تو آپ نے ابن شمیٹ کو تیس ہزار کا لشکر دے کر مصعب کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن شمیٹ نے راستہ میں مصعب سے

جنگ کی۔

لیکن مصعب کے پاس لشکر بے شمار تھا اس لیے ابن شمیٹ کا میاب نہ ہو سکا۔

ابن شمیٹ قتل ہو گیا۔ لشکر بھی کافی سے زیادہ کام آگیا۔  
جناب مختار کو جب ابن شمیٹ کے متعلق معلوم ہوا تو اس نے خود مصعب کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اپنا تمام لشکر جمع کیا اور مصعب کے مقابلہ کی خاطر چل پڑا۔ مصعب کا حوصلہ ابن شمیٹ کے قتل کے بعد بڑھ چکا تھا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے۔ طبل جنگ بج گئے۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ صبح سے رات گئے تک جنگ جاری رہی۔

چونکہ مصعب کے پاس لشکر بہت زیادہ تھا۔ اس لیے جناب مختار کی پیش رفت گنتی۔ مصعبی لشکر نے ہر طرف سے جناب مختار کو گھیر لیا۔ آپ کا کافی سے زیادہ لشکر کام آگیا۔ جناب مختار چھ ہزار کے بچے ہوئے لشکر کے ساتھ محصور ہو گئے۔

چالیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔ جب پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ تو جناب مختار نے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

اکثریت نے مشورہ دیا کہ ہمیں مصعب سے امان مانگ لینا چاہیے۔ جناب مختار نے فرمایا۔ اس وقت تمہیں دو اہم اسباب کی وجہ سے امان نہیں ملے گی۔

۱۔ تم لوگوں نے کوفہ میں قاتلان حسین کو چن چن کر قتل کیا ہے۔ اور تمہیں



معلوم ہے کہ قاتلان ذریت رسول کے ورثہ تمام کے تمام مصعب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

اگر مصعب تمہیں امان دے گا بھی تو صرف تمہارے ہتھیار ڈالنے تک تمہیں امان دے گا۔ جب تم ہتھیار ڈال دو گے پھر تمہیں ایک ایک کر کے ذبح کر دے گا۔

۲۔ اس وقت تم محصور ہو۔ اور چالیس دن کی محصور ی کے بعد امان کی پیش کش بھی تمہاری طرف سے ہوگی ایسی امان قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ مصعب کو معلوم ہے کہ اب تم صرف زندگی بچانا چاہتے ہو۔ اس لیے وہ تم سے وعدہ تو کرے گا۔ لیکن جب تم اس کے قبضہ میں آ جاؤ گے تمہیں قتل کر دے گا۔

اگر تم لوگ مقابلہ میں ڈٹ جاؤ۔ تو بھی چونکہ تمہاری تعداد کم ہے۔ موت تمہارے سامنے ہے۔ گویا موت دونوں صورتوں میں تمہارے سامنے ہے۔ خواہ امان کی درخواست کرو یا جنگ کرو۔ صرف اتنا فرق ہے کہ امان کی درخواست کے بعد جو موت آئے گی وہ ذلت کی موت ہوگی۔ اور میدان جنگ کی موت عزت کی موت ہوگی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ذلت کی موت پر عزت کی موت کو ترجیح دوں گا۔

یہ کہہ کر جناب مختار نے ہتھیار گائے اور فرمایا۔ جسے میرے ساتھ آنا ہو وہ آجائے۔

اکثریت اپنی جگہ بیٹھی رہی چند افراد جناب مختار کے ساتھ تیار ہوئے۔ سب

نے اپنا اپنا اسلحہ اٹھایا۔ اور میدان کربلا میں آکر جنگ شروع کر دی۔ صبح سے  
عشاء تک یہ افراد برابر لڑتے رہے۔ جب تاریکی شب چھا گئی اس وقت جنگ  
ختم ہو گئی۔ دوسری صبح ایک شخص جناب مختار کا سر مصعب کے پاس لایا۔

مصعب نے دیکھو محصورین پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ تو چونکہ آمادہ جنگ ہی  
نہیں تھے اس لیے انتہائی کم وقت میں ان کا صفایا کر دیا گیا۔ مصعب نے فتح  
کا خط اور جناب مختار کا سر مکہ عبداللہ ابن زبیر کے پاس بھیج دیا۔

جب قاصد خط اور سر لایا اور آکر بڑی لمبی مبارکبادیاں پیش کیں تو  
عبداللہ نے پوچھا۔

اتنی طویل مبارکبادیوں سے تیرا مقصد کیا ہے  
قاصد نے کہا۔

حضور! میں انعام کی خواہش رکھتا ہوں۔

عبداللہ نے کہا۔ یہی سر ہو تو میرے پاس لایا ہے۔ جا۔ تجھے مبارک ہو  
تیرا انعام ہے۔

مورغین کے بقول عبداللہ ابن زبیر حد درجہ بخیل تھلا اور اسی بخل ہی کی  
وجہ سے حاصل کردہ اقتدار کھو بیٹھا تھا۔

جب جناب مختار شہید ہو گئے اور حجاز کے ساتھ عراق بھی ابن زبیر  
کی حکومت میں شامل ہو گیا۔ تو عبداللہ نے ایک مرتبہ جناب محمد کو بیت کے لیے  
نگاہ کر شروع کر دیا۔

بالآخر ابن زبیر نے جناب محمد سے کہا۔

یا ہیئت کر لو۔ اور یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یہ سکر جناب محمد نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ چونکہ میں جنگ نہیں کروں گا اس لیے آپ تمام لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ ایک تو آپ لوگوں کی جان بچ جانے گی اور دوسرا ابن زبیر کے دل سے بھی میری طرف سے خطرہ ٹل جائے گا۔

ممکن ہے تم لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابن زبیر بیعت کا اصرار چھوڑ دے۔

جب آپ کے تمام ساتھی چلے گئے۔ اس کے بعد آپ کو عبدالملک ابن مروان کی طرف سے شام آنے کی دعوت ملی۔ اس دعوت میں عبدالملک نے اپنی طرف سے ہر ممکن تعاون کی پیش کش کی تھی۔ جناب محمد عبدالملک کی دعوت پر سونے دمشق روانہ ہو گئے۔ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ عبدالملک نے عمروان سعید اشراق کو بھی بلایا تھا۔ اور پھر دھوکے سے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ سکر جناب محمد نے عبدالملک کے پاس جانے کا ارادہ ترک دیا۔ اور نواحی شام ہی میں ٹھہر گئے۔

فرزند امیر المومنین ہونے کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت بڑھ گئی۔ جب عبدالملک کو اطلاع ملی تو اس نے پھر خط بھیجا کہ اگر آپ میری بیعت نہیں کرتے تو پھر آپ کے لیے میری حدود مملکت میں رہنا خالی از خطرہ نہیں ہو گا۔ اور میں کسی قسم کی ضمانت نہیں دے سکتا۔

یہ خط پڑھ کر جناب محمد نے وہاں سے کوچ کیا واپس مکہ آئے۔ اور شعب ابی طالب میں سکونت اختیار کر لی۔ جب ابن زبیر کو اطلاع ملی تو اس نے خط بھیجا کہ مکہ میں میری حکومت ہے اور جو شخص میری بیعت نہیں کرتا۔ وہ میری حدود مملکت

میں نہیں رہ سکتا۔ یا آپ میری بیت کر لیں اور یا میری حکومت کے حدود سے نکل جائیں۔

جب شیعیان آل محمد کو ابن زبیر کے اس خط کا علم ہوا تو تمام جناب محمد کے پاس جمع ہو گئے اور ان سے ابن زبیر کے ساتھ جنگ کی اجازت مانگی۔ جناب محمد نے فرمایا۔

اگر ہمیں دین کا تحفظ مقصود نہ ہوتا تو ہم یقیناً تمہاری اس خواہش کو پورا کرتے۔ لیکن ہماری نگاہ میں دین ہماری ذات سے زیادہ اہم ہے۔ ہم آل محمد کی طرف سے کبھی دین کے تقدس کو پامال کرنے کی ایک بات بھی نہ ہوگی۔ بیت اللہ کا تقدس بہر صورت اہم ہے آپ لوگ اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں پھر۔

پھر آپ نے تجدید و نو کیا۔ بیت اللہ میں آئے مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔

اور بارگاہ خالق میں یوں عرض پیرا ہوئے

اللهم البس	اے اللہ۔ عباد اللہ ابن زبیر
عبد اللہ ابن	اور اس کے جملہ معاونین
الزبیر و اعوانہ	کو خوف اور ذلت کا لباس
لباس الذل والخوف	پہنا۔ اور ان پر ایسے شخص
وسلط علیہم من يتصف	کو سطر نما جو جگمگوئی
بشدۃ لباس وقسوة	اور سنگ دلی میں معروف
القلب۔	

وہاں سے اٹھے۔ شعب ابی طالب میں آئے۔ سامان سفر لیا اور طائف کی  
طرف روانہ ہو گئے۔

حجاج ابن یوسف کے عہد امتداد بن زبیر کا محاصرہ کرنے تک طائف ہی  
میں رہے۔

اور وہیں انتقال فرمایا۔



## جناب رباب

جب جناب سجاد و زین العابدینؑ کے سلام سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لائے تو ویرانی کا عجیب منظر تھا۔

شانیدہ رہائے جب اپنے بھائی کا اجڑا ہوا گھر اور ویران صحن دیکھا تو بند دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ مرثیہ کہا۔

این الذین حین  
ارضعوا ناغاه فی المهد  
جبرائیل  
وہ کہاں گیا جسے وقت شیر  
خوارگی جبریل لوری سنا تھا  
تھا؟

این الذی حسین  
غمد وہ قبلہ احمد  
الرسول -  
وہ کہاں ہے جس کا نانا نبی  
کے بوسے ملتے؟

این الذی جدہ النبی  
وامہ فاطمة البتول -  
تھا۔ اور جس کی ماں فاطمہ بتول تھیں

جب بنت زہرہ نے قرنی ہاشم کے گھر کی طرف نظر کی تو وہاں جناب ام البنین اور جناب عباس کے ایک گمن فرزند کے سوا کوئی نظر نہ آیا ایک مرتبہ پھر خرم ہرے ہو گئے۔ اور وہیں روتے روتے زمین پر بیٹھ گئیں۔

جناب عقیل کی اولاد کے گھر کا تو یہ عالم تھا کہ اموی حکمرانوں نے اسے زمین بوس کر دیا تھا۔

جناب رباب جب اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو دانتیں باتیں دیکھا اور فرشتے زمین پر بیٹھ کر اتم شبیر کرنا شروع کر دیا۔

جناب صادق آل محمد سے مروی ہے کہ مادر اسقر جناب رباب اتنا روئیں اور اتنا ماتم کیا کہ آپ کی آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا۔ صبح سے لے کر شام تک خواتین مدینہ آئیں اور باری باری ایک ایک بی بی کو جا کر پرستہ دیتیں سب سے آخر میں جناب رباب کے گھر آئیں جناب رباب کے دردناک بین من کن کر تمام مستورات اور کینزیں گریہ کر کے عیش کھا جائیں۔ کبھی جناب رباب علی اصغر کی کسی کا مرثیہ پڑھیں کبھی کسی سکینہ کی شام میں وفات اور ہما قبر پر مرثیہ پڑھتیں اور کبھی مظلومیت امام حسین کا مرثیہ کہیں۔

ایک دن اس نذرہ نے دیکھا کہ ایک کینز کی آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

بی بی نے اس سے پوچھا۔

تو بھی رہتی تو جلا بے ساتھ ہے اور جس طرح ہم نے کبھی کچھ نہیں کھایا تو تو نے بھی کبھی نہیں کھایا۔  
پھر تیری آنکھ سے آنسو کیسے بہہ رہے ہیں۔

کینز نے عرض کیا۔

کہ آج صبح بھوک نے اتنا زیادہ مجبور کیا کہ میں نے دو گھونٹ ستو کے پی لیے ہیں۔

جنا برباب نے اسی وقت حکم دیا کہ جا اور میرے لیے بھی ستو بنا کے لے آ۔

کینز جلدی سے گئی اور ستو بنا کے لائی۔

جنا برباب نے ستو کا پیالہ ہاتھ میں لیا۔ کربلا کی طرف رخ کیا اور امام حسینؑ کو مخاطب کر کے کہا۔

اتما ارید بذلک  
ان اتقوی علی  
البکاء علیک یا ابا  
عبد اللہ۔

اے فرزند زہراؑ گواہ رہنا ستو  
صرف اس لیے پی رہی ہوں کہ  
تیرے غم میں زیادہ سے زیادہ  
آنسو بہا سکوں۔

مضول مہم کے مطابق جنا برباب شام سے واپس آنے کے بعد ایک برس تک زندہ رہیں۔ اشراف عرب نے بی بی سے خلاستگاری کی۔ لیکن بی بی نے ہر ایک کو ایک ہی جواب دیا۔

ما کنت لاتخذ حموا بعد  
ما کان حموی رسول اللہ  
فان ذلک من الجفاء لامن  
لوازم الوفاء ولست باهل  
جفان لم اکن صاحبة وفاء۔

نجی کوئین کے سسر ہرنے کے بعد  
اور کسی کو سسر بنانے پر میں تیار  
نہیں کیونکہ یہ دنیا نہیں ظلم ہے  
اور میں اگرچہ گماحقہ وفادار نہ ہوں  
لیکن ظالموں سے تو ہر طور نہیں ہوں



جناب رباب کے اس عزا داری سے دیگر بنات حیدر کرار کی عزا داری کا  
اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جناب صادق آل محمدؐ فرماتے تھے۔ ہماری کسی بھی مستور نے نہ کبھی خضاب  
کیا۔ نہ سر میں تیل ڈالا۔ نہ آنکھ میں سرمہ لگایا اور نہ بالوں میں کنگھی کی۔ اور یہ سلسلہ  
اس وقت تک رہا جب تک ابن زیاد کا سرمہ آیا۔ لیکن ابن زیاد کے سر کے بعد بھی  
ہمارا غم کم نہ ہو سکا۔



## امام سجادؑ

سجادؑ کے مطابق جناب صادق آل محمدؑ سے مروی ہے کہ تاریخ عالم میں  
رونے والے پانچ ہیں۔

۱۔ حضرت آدم۔

فراق جنت میں اتنا روئے کہ آپ کے رخساروں پر آنسوؤں سے نالیاں  
بن گئیں۔

۲۔ حضرت یعقوب۔

فراق یوسف میں اس قدر روئے کہ کمر خمیدہ ہو گئی اور آنکھوں کی بصارت  
زائل ہو گئی۔

۳۔ حضرت یوسف۔

اپنے والد کے فراق میں اس قدر روئے کہ اہل زندان بھی تنگ آ  
گئے۔ اور انہوں نے رات اور دن میں رونے کا کوئی وقت چن لینے  
کو کہا۔

۴۔ جناب زہراؑ

رسول کو نین کے فراق میں اس قدر روئیں کہ اہل مدینہ نے رونے کے لیے دن یارات میں سے کوئی ایک وقت مقرر کرنے کی درخواست کی۔

۵۔ جناب سجادؑ

۲۵ برس شہداء کر بلا پر روتے اور اسی طرح روتے کہ جب بھی آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو کر بلا کی طرف رخ کر کے فرماتے۔

اے یا ابا عبد اللہ قتلت اے فرزند رسول آپ بھوکے جائے گا  
شہید ہوتے۔

اس کے بعد روتے روتے بچکی بندھ جاتی اور کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتے۔ جب پانی سامنے لایا جاتا پانی کو دیکھتے ہی بے ساختہ دھاڑیں مار کر کہتے۔

اے یا ابا عبد اللہ ہائے بابا آپ پیاسے شہید ہوتے۔ پھر روتے روتے غش کھا جاتے اور پانی نہ پیتے۔

ایک دن غلام نے عرض کیا۔ آقا! آپ کھانے اور پانی کو دیکھ کر روتے جاتے ہیں نہ کھانا کھاتے ہیں نہ پانی پیتے ہیں۔ اس طرح تو آپ کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی۔

آپ نے فرمایا۔

مجھے معلوم ہے کہ یعقوب کے بارہ بیٹوں میں سے صرف ایک بیٹا گم ہوا تھا یعقوب کو معلوم تھا کہ یوسف زندہ ہے لیکن فراق یوسف میں روتے روتے آپ کا

سرفید ہو گیا مگر جھک گئی۔ آنکھوں کی مینائی جاتی رہی۔ جب کہ میں نے اپنے بابا اپنے بھائی اور سترہ دوسرے ایسے نوجوانوں کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا خاک و خون میں غلطان بے گور و کفن دیکھا ہے بھلا میں کس طرح کھانا کھا سکتا ہوں یا پانی پی سکتا ہوں۔ یا میرا غم کس طرح کم ہو سکتا ہے؟

وَأَبَاہُ الْاَکْلِ وَ الْقَتْلِ	ہائے بابا میں کیسے کھا سکتا
أَبُو عَبْدِ اللَّهِ	ہوں جب کہ آپ بھوکے شہید
جَائِعًا۔	ہوتے۔
وَأَبَاہُ الشَّرْبِ	ہائے بابا میں کیسے پانی پی
وَقَتْلِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ	سکتا ہوں جب کہ آپ پیاسے
عَطْشَانًا۔	شہید ہوتے۔

### عبادت امام سجادؑ

گریہ کے علاوہ جناب سجاد اپنے زمانہ میں روئے ارض کے عبادت گزاروں میں زیادہ عابد و زاہد تھے۔

مناقب شہر آشوب کے مطابق جناب فاطمہ بنت علی جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری کے پاس تشریف لائیں۔  
اور فرمایا۔

اے صحابی رسول کریم! آپ کو معلوم ہے کہ ہم اہل بیت کا آپ پر حق ہے۔  
جابر نے عرض کیا۔ میری جان! آپ اہل بیت پر قربان ہو جاتے ہیں اچھی

طرح جانتا ہوں آپ حکم فرمائیں۔

بی بی نے فرمایا۔

جابر میری خواہش ہے کہ آپ امام سجاد کو کثرت عبادت سے روکیں۔ باپ  
اصبھائی کے غم میں گریہ نے بدن سجاد میں کچھ بھی نہیں چھوڑا نہ کچھ کھا تا ہے۔ نہ  
پیتا ہے کھانے اور پانی کو دیکھتے ہی رو دیتا ہے اور بعض اوقات تو روتے روتے  
غش بھی کھا جاتا ہے۔

جناب جابر امام سجاد کے پاس آئے تو آپ مصلائے عبادت پر مصروف  
نوازل تھے۔

جابر نے سلام کیا اور پہلو میں بیٹھ گیا۔

امام سجاد نے جواب سلام کے بعد فرمایا۔ اے محترمہ! صحابی رسول کیسے  
تشریف آوری ہوئی۔

جناب جابر نے عرض کیا۔

قبلہ! میں تو صرف یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ آپ معصوم ہیں۔ آپ کی محبت  
باعث جنت اور آپ کی عداوت موجب جہنم ہے۔ آپ کافی کمزور ہیں۔ سفر  
عراق و شام نے آپ کے جسم پر گوشت نہیں چھوڑا۔ تاحال آپ کے ان زخموں سے  
خون رسی رہا ہے۔ دینہ واپسی کے بعد آپ مسلسل مصروف عزا داری رہتے ہیں اگر  
عبادت کو کچھ کم کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔

آپ نے ایک طویل سرواہ بھری اور فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے جس بستی کے  
صدقہ میں معصوم ہوں وہ کس قدر عبادت کیا کرتے تھے۔ میرے نانا کی عبادت کے  
مقابلہ میں میری عبادت تو کچھ بھی نہیں۔ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں مجھے اپنے

جد امیر المومنین اور جد بزرگوار سلطان انبیاء کے نقش قدم پر چلنے دیں۔ اگر میں ان سے بڑھ کر عبادت خالق نہ کر سکوں تو کم از کم ان جتنی تو کروں۔

منائب شہر آشوب میں امام صادق سے مروی ہے کہ جب امام سجاد سجدہ میں سر رکھتے تھے تو اس وقت تک سر نہیں اٹھاتے تھے جب تک جبین مبین عرق آلود نہیں ہو جاتی تھی۔

امام محمد باقر سے مروی ہے کہ۔

فرزند حسین میرے والد بزرگوار روزانہ ایک ہزار رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا ایک باغ تھا جس میں پانچ سو کھجور کا درخت تھا آپ ہر کھجور کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعت نوافل پڑھتے تھے۔ جب آپ بکبیرۃ الاحرام کہتے تھے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جسم شاخ بید کی مانند لرزرنے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک بچہ کنوئیں میں گر گیا۔ آپ مصروف عبادت تھے۔ تمام گھروالے گریہ اور شور و غل میں مصروف ہو گئے۔

آپ اطمینان سے مصروف عبادت رہے جب فارغ ہوئے تو آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ انتہائی اطمینان سے کنوئیں کے قریب آئے اور پانی کو مخاطب کر کے فرمایا۔

مجھے میری امانت واپس کر دے۔ کنوئیں کا پانی بلند ہوا۔ آپ نے اپنے بچے کو سطح آب نے اٹھالیا۔

## آپ کی یتیم پروری :-

علیقہ میں محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ آپ بے سہارا بیواؤں اور یتیم بچوں کے لیے رات کی تاریکی میں ضروریات زندگی بے جلتے اور نام بتاتے بغیر ان کے حوالہ کر دیتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ پشت مبارک پر کچھ اٹھاتے کہاں جاتے ہیں۔ آپ کے پیچھے ہولیا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے بے سہارا بیواؤں اور یتیم بچوں کو دروازوں پر آپ کے انتظار میں کھڑا پایا جب بچوں نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو خوشی سے چھل گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

دیکھو وہ گٹھری والا۔ آگیا ہے۔

امام محمد باقر سے مروی ہے کہ مدینہ کی بے واؤں اور یتیموں کو آپ کی شہادت کے بعد پتہ چلا کہ رات کی تاریکی میں منہ لپیٹ کر ہلدی خبر گیری کرنے والا امیر شام ہی تھا۔

آپ پشت مبارک پر گٹھری اٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں آتے دروازہ کھٹکھٹاتے جب اندر سے کوئی دروازہ پر آتا تو خاموشی سے اس کی ضرورت کا کھانا سے دیکھ آگے بڑھ جاتے۔

سیفان ابن عیینہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات آپ کو کچھ آٹا اور دیگر کھانے کا سامان اٹھاتے دیکھا تو پرچھا۔

قبلہ رات کے اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ خیال ہے ایک دور دراز کے سفر کا۔ اسی کے لیے سالانہ تیار کر رہا ہوں۔

کچھ دن بعد میں نے آپ کو دیکھا آپ مدینہ ہی میں تھے۔ میں نے عرض کیا قبلہ آپ تو کسی بے سفر کا فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

ہاں سفیان! سفر کا کہا تھا۔

لیکن جس سفر کا تو نے سمجھا ہے میں اس سفر کی بات نہیں کر رہا تھا میں نے سفر آخرت کے سلسلہ میں سمجھے بتایا تھا۔

امام باقر سے مروی ہے کہ مدینہ میں سو گھر ایسا تھا جس میں آپ روزانہ کھانا پہنچاتے تھے۔ اور وہ آپ کو نہیں جلتے تھے کہ کون ہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد ان سو گھروں کو پتہ چلا کہ ہمیں کھلانے والا فرزند حسین ہی تھا۔

امام صادق سے مروی ہے کہ امام سجاد کو انگور بہت پسند تھے ایک مرتبہ آپ کا ایک عقیدت مند آپ کے لیے انگور خرید کر لایا وہ بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے تناؤں فرمانے کی خاطر ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔

آپ نے وہ تمام انگور اٹھاتے اور عقیدت مند سے کہا۔ اسے دے دو۔ اس نے عرض کیا۔ قبلہ چند دانے اسے دے دیتے ہیں۔ بقیہ آپ تناؤں فرمالیں۔

آپ نے فرمایا۔  
نہیں یہ سب اٹھا کے اسی کو دے دو۔



دوسرے دن وہی عقیدت مند پھر انگوڑے کر آیا۔ جب آپ کھانے بیٹھے پھر سائل گیا۔

آپ نے پھر تمام انگوڑاٹھا کر سائل کو دینے کا حکم دیا۔ تیسرے دن پھر وہی عقیدت مند انگوڑے کے آیا۔ جب آپ کے سامنے رکھے تو آپ نے کچھ دیر انتظار فرمایا۔ پھر انگوڑا تناول فرمائے۔ اور عقیدت مند سے فرمایا۔

آج ہمارا ہی حصہ تھے۔

امام سجاد کا حج اور روزہ:

آپ نے پوری زندگی دن کے روزوں میں گزار دی۔ آپ نے بیس حج ناقہ پر سوار ہو کر یکے اور مدینہ سے مکہ تک کے پورے سفر میں کبھی آپ نے ناقہ کو ایک چابک تک نہیں مارا۔

عبداللہ ابن مبارک سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج پر جا رہا تھا۔ کہ میں نے راستہ میں ایک بچہ کو دیکھا جو سات یا آٹھ برس کے لگ بھگ ہو گا۔ اور اس کے پاس کوئی زاد راہ نہ تھا۔

میں نے پوچھا۔

بچے! یہ صحرا تو نے کس کے ساتھ طے کیا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ ایک اور نیک ذات کے ساتھ۔

یہ جواب سنکر اس کی عظمت میرے دل میں بڑھ گئی۔

میں نے پوچھا۔ تیری سواری اور راہ زاد کہاں ہے۔

اس نے جواب دیا۔ میرا ذراہ تقویٰ ہے۔ سواری میری ٹانگیں ہیں اور میرا مقصود میرا آقا ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس نے کہا۔ بنی عبد المطلب سے ہوں۔

میں نے کہا۔ بنی عبد المطلب میں سے کس خاندان سے ہے؟

اس نے کہا۔ بنی ہاشم سے۔

میں نے کہا۔ بنی ہاشم میں سے کس خاندان سے ہے؟

اس نے کہا۔ بنی علی سے۔

میں نے کہا۔ بنی علی میں سے فاطمی ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں فاطمی ہوں۔

میں نے پوچھا۔ کیا کبھی شعر بھی کہے ہیں؟

اس نے کہا۔ کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں۔

میں نے کہا۔

اگر مہربانی فرما سکیں تو چند اشعار مجھے بھی سنا دیں۔

اس نے کہا۔

سبحن علی الخوض زوادة نزود ونسقى ورادة

ہم حوض کوثر کے نگران ہوں گے۔ ہم ہی حوض کوثر پر آنے

والوں کو سیراب بھی کریں گے۔ اور کچھ کو دور بھی جھکائیں

گے۔

وَمَا نَافِزٌ مِّنْ قَاذٍ إِلَّا بَنَّا  
 جو بھی کامیاب ہو گا وہ ہماری بدولت کامیاب ہو گا اور جس کا  
 زارِ آخرت ہماری محبت ہو گی وہ کبھی ناکام نہیں ہو گا۔  
 وَمِن سِرِّ تَنَالٍ مِّنَ السُّرُورِ وَمِن سَائِثَاتِ سَاءِ مِيلَادِهِ  
 جس نے ہمیں خوش کیا وہ ہم سے بھی خوشی ہی حاصل کرے گا  
 ہمیں وہی اذیت دے گا جس کی ولادت بری ہو گی۔  
 وَمِن كَانَ غَاصِبًا حَقَّنَا قِيَوْمَ الْقِيَامَةِ مِيعَادَهُ  
 جو شخص ہمارے حق کا غاصب ہو گا۔ قیامت کے دن اس کا فیصلہ  
 ہو گا۔

ۛ ۛ ۛ

## یزید بنام عبداللہ ابن عباس

شہادت فرزند رسول کے بعد اہل مدینہ نے یزید سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اور یزید کی طرف سے آنے والے احکام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے البتہ یزید کی مخالفت بھی نہیں کرتے تھے۔

یزید صرف اسی خاموشی پر راضی نہ تھا۔ یزید کی یہ خواہش تھی کہ جس طرح اہل شام میرے متعلق عقیدت رکھتے ہیں اور جس طرح میری اطاعت کرتے ہیں۔ اہل مدینہ بھی انہی کی طرح میری عقیدت کا دم بھریں اور میری اطاعت کو فخر سمجھیں۔

علامہ مجلسی نے سہار میں نقل کیا ہے کہ شہادت نو اسہ رسول کے بعد جب ابن زبیر نے دمشق کی خلافت کیا اور عبداللہ ابن عباس کو دعوت بیعت دی تو جناب ابن عباس نے بیعت ابن زبیر سے انکار کر دیا۔ جب یزید کو اس انکار کی اطلاع ملی تو یزید یہ سمجھا کہ ابن عباس کا ابن زبیر کی بیعت سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری بیعت پسند کرتا ہے۔ چنانچہ یزید نے جناب ابن عباس کو

حسب ذیل خط لکھا۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ کافر  
ابن زبیر نے تجھے اپنی بیعت کی  
دعوت دی ہے اور تجھے اپنے  
حلقہ اطاعت میں جانے کو کہا  
ہے۔ تاکہ تو باطل میں اس کا  
معاون اور اس کے گناہوں  
میں اس کا شریک ہو جائے۔  
مگر تو ہماری بیعت پر برقرار  
رہا۔ یہ آپ کی ہم سے وفائے  
اور اللہ نے آپ کو ہمارے  
حق کی جو معرفت دی ہے اس  
سے وفاء ہے اللہ آپ کو  
وہی جزائے خیر دے۔ جو  
صدر جمعی کرنے والے ایسے  
افراد کو دیتا ہے جو اپنے عہد  
پر قائم رہتا ہے۔ مجھے یہ بات  
کبھی نہ بھولے گی۔ اور میں  
بھی آپ کے حقوق کی ادائیگی  
اور اس صدر جمعی میں کوتاہی نہیں

اما بعد - فقد بلغني  
ان الملعون ابن  
زبير دعاك الى  
بيعته والدخول  
في طاعته لتكون  
له على الباطل  
ظهيراً وفي  
الماثم شريكاً  
وانك اعتصمت  
ببعتنا وفاء منك  
لنا وطاعة الله لما  
عرفك من حقنا -  
فجزاك الله عن  
ذي رحم ما يجزي  
الواصلين بارحاً مهم  
الموفين بعهودهم  
تما انسى من الاشياء  
وتعجيل صلتك بالذي  
انت لا هل من القرابة

من الرسول قاطر  
من طلع عليك من  
الافاق بمن سحرهم  
ابن الزبير بلسانه  
وزخرف قوله  
فاعلمهم برايك  
فانهم منك  
اسمع ولك  
الحوع من  
المارق -

کوں گا جو آپ کو قربت رسول  
کے سبب سے حاصل ہے -  
اطراف و فواح سے ایسے افراد  
جنہیں ابن زبیر اپنے جادو اور  
ملح کردہ باتوں سے گمراہ کر رہا  
ہے ان پر آپ نظر رکھیں انہیں  
حقیقت حال سے آگاہ رکھیں  
کیونکہ اس دشمن دین کی نسبت  
لوگ آپ کی بات سننے اور  
ماننے میں زیادہ توجہ دیتے  
ہیں -

جناب ابن عباس نے جواب میں یزید کو حسب ذیل خط لکھا۔  
اما بعد فقد جائنی  
کتابک تذکر دعاء  
ابن الزبير ایاى  
الى بيعته الدخول  
فى طاعته فان يكن  
ذلك كذلك فاني والله  
ما رجوین لك برك  
وتجیل صلتك فانی

تیرا خط موصول ہوا ہے جس  
میں تو نے ابن زبیر کی مجھے دعوت  
دینے اور اس کے حلقہ اطاعت  
میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے  
اگر ایسا ہوا تو یقین رکھو  
بخدا! یہ اس لیے نہیں ہوگا  
میں تیری خوشنودی اور تیری  
طرف سے آنے والے وظائف

حائس عنك ودى  
 فلعرى ما توتينا  
 محالنا قبلك من  
 حققت الا ايسير و  
 انك لتحبس عنا  
 منه العريض  
 الطويل ومالت  
 اب رحت الناس  
 اليك وانت  
 اخذ لهم من  
 ابن الزبير  
 من ولاد ولا  
 سروراً ولا حياء  
 ان تستنما لوتك  
 وتحثنى على ووك  
 وقد قتلت حسيبنا  
 وفتيان عبد المطلب  
 مصابيح الهدى و  
 نجوم الاعلام غادرهم  
 خيولك باموك فى

صعید واحد مرملین  
 بالدماء سلوین  
 بالعراء لامکفین  
 ولا لوسعدین  
 تسفی علیہم الریاح  
 حتی اناح اللہ  
 یقوم لم یشرکوا  
 فی قائلہم کفولہم  
 وحیست مجلسک  
 الذی حیست  
 فی انسی من  
 الاشیاء - اطرادک  
 حینا من حرم  
 رسول اللہ الی حرم  
 اللہ وتسیبرک الیہ  
 الرجال لتقتلہ فی  
 الحرام فما زلت  
 بذلک وعلی ذلک حتی  
 اشخصتہ من مکة  
 الی العراق فخرج  
 انہیں مٹی میں ملا دیا۔ جو اپنے  
 خون میں غلطان تھے۔ ان کے  
 جسم پر سے کپڑے اتار دیے گئے  
 انہیں تعین نہیں دیا گیا۔ اور نہ  
 ہی دفن کیا گیا۔ ریگ صحرا ان کے  
 جسموں کو چھاتی رہی۔ پھر اللہ  
 نے ایسی قوم کو ان کے دفن پر  
 آمادہ کیا جو ان کے خون میں شریک  
 نہ تھے۔ پھر تو اپنے دربار میں  
 مزے سے بیٹھ گیا۔ میں بھی تیری  
 ایک ایک چیز کو نہیں بھول سکوں  
 گا۔ تو نے فرزند رسول کو حرم  
 رسول چھوڑ کر حرم خدا میں پناہ  
 لینے پر مجبور کیا۔ پھر وہاں تو  
 نے اپنے آدمی بھیجے تاکہ اسے  
 حرم خدا میں شہید کر ڈالیں تو  
 مسلسل اسی نکر میں رہا حتیٰ کہ  
 تو نے اسے مکہ چھوڑنے پر  
 مجبور کر دیا۔ وہ وہاں سے خنزیر  
 ہو کر جانب عراق روانہ ہوا۔



خائفاً یترقب نزولت  
 بہ خیلک عداوۃ  
 منک للہ و لرسولہ  
 و لا ہل بیتہ الذین  
 اذہب اللہ عنہم  
 الرجس و طہرہم  
 تطہیراً اولئک  
 لا کا بائک الحلاف  
 الجفاۃ الکبا و الحمیر  
 فطلب الیکم المودعۃ  
 و سئلکم الرجعة  
 فاغتنمتم قلہ  
 انصارہ و استیصال  
 اہل بیتہ کلا یتی  
 اعجب عندی  
 طلبستک و دی وقد  
 قتلت ولد الی  
 و سیفک یقطر من  
 دمی و انت احد تاری  
 فانشاء اللہ لا یطل

تیری اللہ رسول اور آل رسول  
 سے عداوت کے نتیجہ میں تیرے لشکر  
 وہاں پہنچ گئے۔ حالانکہ یہ وہ  
 اہل بیت تھے جن سے اللہ  
 نے رجس دور کیا اور انہیں اس  
 طرح پاک رکھا جس طرح پاک  
 رکھنے کا حق ہے۔ وہ تیرے  
 گندھے ظالم اور گناہوں سے  
 جگر کے حامل اباء کی مانند نہیں  
 تھے۔ پھر اس نے تم سے صلح  
 کرنا چاہی۔ واپس مدینہ آنے کی  
 اجازت مانگی۔ لیکن تم نے دیکھا کہ  
 اس کے ساتھی کم ہیں۔ اس لیے  
 تم فرزند رسول اور اس کے اہلیت  
 کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تزل  
 گئے۔ مجھے تعجب ہے کہ تو  
 مجھے محبت کی درخواست کرتا  
 ہے۔ حالانکہ تو میرے باپ کے  
 بیٹوں کا تاق ہے تیری تلوار  
 سے میرا خون ٹپک رہا ہے

تو میرا انتقام ہے۔ انشاء اللہ  
میرا خون تجھے بھگ نہیں ہو گا۔ اور  
میرا ہاتھ تجھ تک پہنچ جائے  
گا۔ اگر تیری موت پہلے آ بھی  
جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے  
گا۔ کیونکہ تین ازیں بھی انبیاء  
اور اولاد انبیاء کو شہید کیا گیا  
ہے۔ جن کا انتقام خود اللہ  
نے لیا ہے مظلومین کی نصرت  
اور ظالمین سے انتقام کے لیے  
اللہ ہی کافی ہے۔

تو اس بات پر خوش نہ ہو کہ  
تو آج فاتح ہے۔ ایک دن  
آئے گا جب ہمارا ہاتھ تیرے  
گریبان میں ہو گا۔ جہاں تک  
تیری اس بات کا تعلق ہے کہ  
میں تیرا دانا دار رہا ہوں اور  
میں نے تیری بیعت کر لی تھی  
تو یہ ایسی بات ہے جسے میں  
یہاں ذکر کرنا نہیں چاہتا میں

لدا ینک دمی ولا نسبتنی  
بشاری والی سبتتی  
فی الدین فقبل ذلک  
ما قتل النبیون  
وآل النبیین  
فی طلب اللہ بدما ہم  
فکفی باللہ للمظلومین  
ناحرا ومن الظالمین  
فتقما فلا یعجبک  
ان ظفرت بنا الیوم  
منتظفرون بک یوما  
و ذکر وفائی  
وما ذکر فی  
من حقک  
فان ینک ذلک  
کذموک فھو یتی  
لا ارید ذکرہ  
وما عسی ان  
اعجب حبلک  
نبات عبد المطلب

واطفالاصغارا  
 من ولدہ  
 الیک بالشام  
 کالسبی اعجلو  
 بین وترى  
 الناس انک  
 قهرتنا وانت  
 تمن علينا وبنا  
 من الله عليك  
 والله ما انا بالسین  
 من بعد قتلك  
 ولد رسول الله  
 ان یاخذک  
 اخذا ایما و  
 یخرجک من  
 الدنیا منذ موما  
 مدحوراً فعش  
 لا ابالك ما استطعت  
 فقد والله ازدوت  
 عند الله اصغافاً اقترت

کب تیرا یہ کام بھول سکتا ہوں  
 کہ تو نے عبدالمطلب زادیوں  
 اور کم سن بچوں کو پابندر سن  
 کر کے مجرم قیدیوں کی طرح  
 شام میں بلایا۔  
 تو لوگوں کو یہ دکھاتا رہا کہ تو  
 فاتح ہے۔  
 تو احسان جلتا رہا ہے حالانکہ  
 اللہ نے ہماری وجہ سے تجھ پر  
 احسان کیا ہے۔  
 بخدا! تیرے فرزند رسول کو قتل  
 کرنے کے بعد میں اللہ سے  
 قطعاً ایس نہیں ہوں کہ وہ  
 تجھے اتنی دردناک انداز میں  
 گرفت میں لے گا اور تجھے ذلیل  
 کر کے دنیا سے خارج کرے گا  
 جتنی طاقت ہے زندہ رہے  
 بخدا! تیری زندگی کا ہر سانس  
 تیرے لوجہ میں اضافہ کرے  
 گا۔ اور تیرا ہر لمحہ گناہ آلود

ہوگا۔

ماثماً۔

جو بھی تابع ہدایت ہو اس  
پر سلام۔

والسلام علی من اتبع  
الہدیٰ۔

واقعہ حرہ :-

یا۔

تاریخی مدینہ :-

شہادتِ مظلوم کربلا کے بعد عرب کے اطراف نواح سے یزید کے پاس وفد  
آنے لگے جو اسے قتل فرزند رسول پر ملامت کرتے تھے ان وفد میں مدینہ کا وفد  
بھی تھا اس وفد کا قائد عسکری ملائکہ جناب حنظلہ کا بیٹا عبد اللہ تھا۔

جو بھی دربار یزید میں جاتا تھا وہ وہاں اسلام کی حالت دیکھتا تھا۔ خلیفہ  
امت کھلے عام شراب پی رہا ہے، شطرنج کھیل رہا ہے، رقص و سرود کی محفل ہو جیتی  
گرم ہے ہر وفد یہ دیکھ کر واپس آ کر اپنے اہل وطن کو ان حالات سے مطلع کرتا  
تھا۔

یزید نے لوگوں کے غمیر خریدنے کی کافی کوشش کی عبد اللہ ابن جناب  
حنظلہ کو اس نے ایک لاکھ درہم دیا۔ اور دیگر شرکائے وفد میں سے بھی ہر  
ایک کو کافی دیا۔ جب یہ وفد واپس مدینہ آیا تو عبد اللہ نے اہل مدینہ سے  
یہ کہا۔

اگر میرا ساتھ دو تو میں یزید کے خلاف جہاد کرتا ہوں۔

جب اہل مدینہ نے عبد اللہ کی یہ ہمت دیکھی تو تمام نے عبد اللہ کی بیعت کر لی۔

مدینہ اور مکہ کے یزیدی گورنروں کو ابن زبیر پہلے ہی نکال چکا تھا۔ یا بعض مورخین کے مطابق یزیدی کی طرف سے عثمان ابن محمد ابن ابوسفیان گورنر مدینہ تھا۔ عبد اللہ ابن حنظلہ نے تمام بنی امیہ کو مروان ابن حکم کے گھر نظر بند کر دیا۔ اور ان پر پہرہ بٹھا دیا۔ ان لوگوں نے یزید کو خط کے ذریعہ تمام حالات سے مطلع کیا۔

یزید نے پہلے تو عبد اللہ ابن زیاد سے کہا۔ اہل مدینہ اور ابن زبیر کو جہاد کا فرہ چکھا۔ لیکن ابن زیاد نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے لیے فرزند رسول کا قتل کافی ہے۔ اب مجھے حرم رسول مدینہ اور حرم خدا کی توہین اور اہلیان حرم کے قتل و غارت سے معاف رکھو۔

پھر یزید نے مروان سعید سے کہا۔ اس نے بھی معذرت کر لی۔ آخر میں یزید نے مسلم ابن عقبہ بن ہرث کو ایک عظیم لشکر دیا اور اسے کہا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے مدینہ پہنچ۔

اہل مدینہ کو تین مرتبہ میری اطاعت کی دعوت دینا اگر قبول کر لیں تو نبھا۔ اگر وہ انکار کر دیں تو پھر ان پر حملہ کرنا۔ غلبہ پالینے کے بعد تین دن تک مسلسل قتل و غارت برپا رکھنا۔ ایسی غلت گری اور قتل عام ہو کہ اہل مدینہ پھر کبھی اٹھانے کی جرات نہ کریں۔

اگر کسی وجہ سے تو زخمی یا سر بیض ہو جائے اور امور جنگ سر انجام نہ دے سکے تو پھر حصین ابن نمیر کو امیر لشکر بنادینا۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مکہ آنا۔

ابن زبیر کو باندھ کر شام بھیج دینا اور اہل مکہ کو بھی اہل مدینہ کی طرح اچھی طرح سبق دینا۔

البتہ بنی ہاشم سے بالعموم اور علیؑ ابن حسینؑ سے بالخصوص حسن سلوک کرنا۔ کیونکہ اب ان کے پاس کوئی ایسا نہیں بچا جو ہمارا مقابلہ کر سکے جہاں تک علیؑ ابن حسین کا تعلق ہے وہ در در سیدہ ہونے کے علاوہ آئنا جہاں ہے کہ اس کے لیے زندگی کے دن گزارنا مشکل ہیں۔

یہ محرم ۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ یکم محرم ۶۳ھ کو اہل مدینہ نے یزیدی گورنر کو مدینہ بدر کیا۔

اہل مدینہ نے باہمی مشورہ سے تمام بنی امیہ سے قسم لی کہ اس شرط پر تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے کہ تم۔  
اولاً:-

یزیدی لشکر کی بذات خود حمایت نہیں کرو گے۔

ثانیاً:-

انہیں کسی قسم کی ہماری کمزوری سے مطلع نہیں کرو گے۔

ثالثاً:-

یزیدی لشکر کو کسی قسم کا اسلحہ وغیرہ نہیں دو گے۔

تمام امویوں نے قسم کھا کر ان شرائط کو قبول کر لیا۔ اہل مدینہ نے انہیں بیرون مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ عبدالملک ابن مروان اور خود مروان اس قسم میں نہیں آئے۔ اہل مدینہ نے ان کی چنداں پرواہ بھی نہ کی۔ جب یہ لوگ مدینہ سے باہر نکلے تو ان سب نے مشورہ کیا کہ ہمیں شام چلے جانا چاہیے

چنانچہ ان لوگوں نے شام کی راہ لی۔ راستہ میں مسلم ابن عقبہ ملا جو مدینہ سے ابھی تین منزل دور تھا۔ اس نے ان امویوں کو بلایا اور ان سے حالات پوچھے۔

ان لوگوں نے جواب دیا کہ۔

ہم چونکہ قسم کھا چکے ہیں اس لیے ہم سے تجھے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ البتہ عبد الملک تا حال مدینہ میں ہے اسے مدینہ والوں نے قسم کا پابند بھی نہیں کیا۔ اسے بلالے اور جو پوچھتا ہے اس سے پوچھ لے۔

مسلم نے کہا۔

وہ ابھی فوجان ہے اسے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ وہ جگلی مشورے کیا دے گا۔

امویوں میں سے ایک نے کہا۔

اس میں شک نہیں کہ عبد الملک جوان ہے لیکن حسن تدبیر اور زیر کی میں بے مثال ہے۔

مسلم نے عبد الملک کے پاس تاصد بھیجا۔ عبد الملک تاصد کے ساتھ آگیا۔ مسلم نے عبد الملک سے غلوت میں گفتگو کی۔

عبد الملک نے مسلم کو حسب ذیل ہدایات دیں۔

۱۔ مدینہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر کھجوروں کے کسی باغ میں قیام کرنا۔

ب۔ تجھے ہوتے اونٹ گھوڑے اور سپاہی سستالیں گے۔

ج۔ رات کے پچھلے حصہ میں کوچ کرنا تاکہ طلوع آفتاب کے وقت پہنچ جاؤ۔

د۔ جنگ کی ابتدا مشرقی دروازہ سے کرنا۔ ایسا کرنے سے سورج اہل مدینہ کے

سامنے اور تھکے پست پیچھے ہو گا۔

جب مسلم نے عبدالملک کی یہ ہدایات سنیں تو بڑا خوش ہوا۔  
اہل مدینہ نے اپنے پروگرام کے مطابق جنگی میدان مغربی دروازہ کے سامنے  
بنادکھا تھا۔ انہوں نے مغربی دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑی اور چوڑی خندق  
کھود لی تھی۔

عبداللہ ابن حنظلہ نے ہراول دستے کا سالار فضل ابن عباس ابن ربیع  
کو مقرر کیا۔

مسلم سے پہلے یزید نے نعمان ابن بشیر کو اہل مدینہ کے پاس بھیجا تھا  
نعمان نے اگر اہل مدینہ کو اپنی طرف سے کافی ڈرایا اور دھمکایا۔ عبداللہ طیع عدوی  
نے نعمان سے کہا۔

دیکھو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اللہ نے اہل مدینہ کو اصلاح امت کے لیے اکٹھا کر دیا ہے اب تو اس  
میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش نہ کرو اور یہاں سے چلا جا۔

نعمان نے کہا۔ میں تو چلا جاؤں گا۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یزید کے عزائم  
کیا ہیں۔

مسلم ابی عقیقہ نے حکم یزید کے مطابق تین مرتبہ اطاعت یزید کی دعوت  
دی جسے اہل مدینہ نے ٹھکرا دیا۔ نتیجہ میں جنگ شروع ہو گئی۔ مسلم نے عبدالملک کے  
مشورہ کے مطابق آغاز جنگ مشرقی دروازہ سے کیا۔ اس کا پہلا نتیجہ توبہ ہو کر  
اہل مدینہ کی تمام کی گئی تدابیر بے اثر ثابت ہو گئیں۔

جنگ شروع ہو گئی۔ اہل مدینہ نے جان کی بازی لگا دی اور یزیدی لشکر



کو پیچھے دھکیل دیا۔

یزید یوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مسلم کمزوری اور بیماری کی وجہ سے اپنے خیمہ میں لیٹ رہا۔ اپنے ایک رومی غلام سے کہا کہ میرا علم کے تو خیمہ کے سامنے کھڑا ہو جا۔

فضل بن عباس نے جب مسلم کے خیمہ کے سامنے علم بدست ایک شخص کو دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ مسلم ابن عقبہ ہے۔ فضل نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ غلام مر گیا۔ فضل نے خوش ہو کر اعلان کر دیا۔

اسے شامیو! اختیار پھینک دو مسلم قتل ہو گیا ہے۔ جب مسلم نے یہ منادی سنی تو فوراً اٹھا۔ ذرہ پہنی۔ اختیار لگاتے۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور آواز بلند کہا۔

مسلم میں ہوں۔ اور میں موجود ہوں۔ میں نہیں مرا۔ میں اپنی موت کے منادی کو قتل کر کے رہوں گا۔

پھر مسلم نے شامیوں سے کہا۔

کیا تم یزیدی لوگوں کے۔ اہل مدینہ کی تعداد ہی کیا ہے۔ ایک مٹھی بھر تعداد سے تم شکست کھا گئے ہو۔ اگر لوٹنا نہیں چاہتے تو جاؤ اپنے اپنے خیمہ میں بیٹھ جاؤ۔ جب تک میں راسخوں گا رطلوں کا جب میں قتل ہو گیا تو واپس پے جانا۔ یا یہ بات یاد رکھنا کہ تم میں سے جو بھی شکست کھا کر گیا۔ وہ زندہ نہیں بچے گا۔ اگر اہل مدینہ سے بچے کے گیا تو یزید کی تلوار سے نہیں بچے گا۔ آگے بھی موت ہے مجھے بھی موت۔ میدان جنگ کی موت عزت کی موت ہے اور یزید کی تلوار میں ذلت کی موت ہے۔

مسلم کی یہ تقریر شکوہ شای فوج میں دلولہ بڑھ گیا۔ اور انہوں نے نئے جذبے سے حملہ کیا۔

مسلم نے فضل پر حملہ کیا۔ اس کی کمر میں نیزہ مارا فضل گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ گر گیا۔

مسلم پیچھے پلٹ رہا تھا کہ عبدالرحمن ابن عوف کے بیٹے نے مسلم پر حملہ کر دیا۔ لیکن مسلم ہوشیار تھا۔ اس نے عبدالرحمن ابن عوف کے بیٹے پر جوابی حملہ کیا۔ اور اس کو قتل کر دیا۔ فضل اور پسر عبدالرحمن کے قتل سے اہل مدینہ کے حوصلے پست ہو گئے۔ اب عبداللہ ابن حنظلہ خود سامنے آیا۔ اپنے تمام ساتھیوں سے کہا۔

اب ہمارے یوں سے نیچے اتر آؤ۔ تمام لڑتے والے اہل مدینہ پیدل ہو گئے۔

ادھر مسلم نے شاہیوں کو حکم دیا کہ تم بھی گھوڑوں سے اتر آؤ۔ دو بدر جنگ شروع ہو گئی۔ عبداللہ ابن حنظلہ کے تین بیٹے اس کے دیکھتے دیکھتے شہید ہو گئے۔ ہر طرف سے مارو مارو کا شور بلند ہو گیا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی عبداللہ نے جب اپنے بیٹوں کو خاک اور خون میں تڑپتا دیکھا تو یہ کہہ کر فوج یزید پر حملہ کر دیا۔

تمہارے بعد خاک جینا ہے عبداللہ کے ساتھ اس کا مادری بھائی محمد ابن ثابت ابن قیس انصاری بھی میدان میں گود گیا۔ دونوں بھائی بے جگری سے لڑے۔ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں بھائیوں کو ایک ہی دھت میں پیشانیوں پر زہریلے تیر لگے۔ دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ عبداللہ کے ہاتھ سے علم گر گیا۔

جونہی اہل مدینہ کا علم سرنگوں ہوا وہ پس پا ہونا شروع ہو گئے۔ شاہی لشکر نے تعاقب جاری رکھا۔ اہل مدینہ داخل شہر ہو گئے۔ یزیدی لشکر بھی ان کے تعاقب میں داخل شہر ہو گئے۔

جب یزیدی لشکر داخل مدینہ ہو گیا تو مسلم ابن عقبہ نے تمام یزیدیوں کو مخاطب کر کے حسب ذیل حکم سنایا۔

جو چاہو لوٹو۔ اور جسے چاہو قتل کرو۔ امیر المؤمنین یزید نے اہل مدینہ کے مال کی طرح انہی جان بھی ہم شایموں پر حلال کی ہے جو چاہو کرو۔ کسے کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں ہونا چاہیے۔

یزیدیوں کو اور کیا چاہیے تھا۔ مدینہ کے گلی کو چوں میں بلا امتیاز مرد و عورت۔ بچہ و جوان۔ سر بیض و تندرست تلوار چلنے لگی۔ اور اہل مدینہ و امحاءہ، و امحاءہ کی فریاد کرنے لگے۔ گلاب کون تھا جو ان کی سستا۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

ایک گلی میں بہنے والا خون دوسری کے خون سے ملنے لگا۔ سیلاب کے پانی کی طرح خون کی سطح بلند ہونا شروع ہو گئی۔ سختے کہ خون مسجد نبوی میں پہنچ گیا۔

تین دن یہ سلسلہ جاری رہا۔ دن کو قتل و غارت اور رات کو فسق و فجور شروع ہو گیا۔ مورخین کے مطابق چھ ہزار لاش مل سکتی تھی۔ زخمیوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ یزیدیوں کے رات کے کرتوتوں کے نتیجہ میں واقعہ حرہ کے بعد ملت موکنواری لڑکی نے بچے جنمے تھے۔ کافی سے زیادہ لوگ مدینہ سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔

چوتھے دن سلم نے قتل و غارت کے بند کرنے کا حکم دیا۔ اور اعلان امن  
کرایا۔ اور حکم دیا کہ۔

جو یزید کی بیعت کرے اسے امان ہے۔

سب سے پہلے جو شخص منادی سنا کہ آیا۔ وہ ام المؤمنین ام سلمہ کا بیٹا  
عبد اللہ ابن ربیعہ تھا۔ جب مسلم سے ملا۔ تو مسلم نے کہا۔

یزید کی بیعت کر۔

عبد اللہ نے کہا۔

میں کتاب خدا اور سنت رسول پر بیعت کروں گا۔

مسلم نے کہا۔ میں کسی سے مشروط بیعت نہیں لوں گا۔ جسے بیعت کرنا ہمدرد  
اسی طرح بیعت کرے کہ۔

میرے مال۔ میری جان۔ میری اولاد۔ میری ناموس سب کچھ یزید کے لیے ہے  
جو چاہے فیصلہ کرے۔

عبد اللہ نے ایسی بیعت میں پس و پیش کی۔

مسلم نے جلاوسے کہا۔ اسے قتل کر کے اس کی لاش باہر پھینک دے۔

عبد اللہ کو قتل کر کے لاش باہر پھینک دی گئی۔

عبد اللہ کے بعد ابوالجہم ابن حذیفہ عدوی آیا۔

مسلم نے کہا۔ کیا تو وہی شخص ہے جو لوگوں کو بتاتا تھا کہ امیر المؤمنین

یزید شراب پیتا ہے۔ موسیقی سے شغل کرتا ہے۔ اسلامی دربار میں بیٹھ کر

فضل نقص و سرور برپا کرتا ہے۔ اگر یزید ایسا کرتا ہے تو مجھے پروا کینٹہ

کا کیا حق تھا۔

یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے ابوالجہم کا سر قلم کرائی کا لاشہ بھی باہر پھینک دیا۔

تیسرے نمبر پر خلیفہ سوم کا بیٹا عمرو ابن عثمان آیا۔ اسے امید تھی کہ مجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

مسلم نے جو نبی اسے دیکھا۔ تو گالی دے کر کہا۔ کیا تو وہی منافق ہے جو شامیوں سے ملتا تھا تو کہتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور وہاں سے تم بڑھتا تھا اور مدینہ والوں سے کہتا تھا کہ میں تمہاری طرح شامیوں کا دشمن ہوں۔

پھر جلاد سے کہا۔ اسے بھی قتل کر دے۔ جلاد نے اسے بھی قتل کیا اور لاش کو باہر پھینک دیا۔

پھر معقل ابن سنان اشجعی کے قتل کا حکم دیا۔

اس کے بعد کسی میں کچھ کہنے کی ہمت نہ رہی۔ جو بھی آتا تھا مسلم کے حکم کے مطابق یزید کی بیعت کرتا اور واپس چلا جاتا۔ فوج مدینہ کے بعد سب ایک سال تک مدینہ کا حکمران رہا۔

۶۳ھ میں اسے یزید کی طرف سے حکم ملا کہ اب مدینہ کے حالات درست ہو گئے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ جانے کی ابن زبیر نے فتنہ پھیلارکھا ہے۔ کہہ کو ابن زبیر سے بہر صورت پاک کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ کرنا پڑے تجھے کھلی اجازت ہے۔

مسلم نے اپنے تمام لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور مکہ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہو گیا۔

ابھی مکہ سے تین منزل دور تھا کہ مسلم بیمار ہو گیا۔ جب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اس نے حصین ابن نمیر کو بلایا۔ اور حسب ذیل ہدایات دیں۔

- ا۔ میں تجھے امیر المومنین یزید کے حکم کے مطابق اپنا نائب بنا رہا ہوں۔
- ب۔ اپنے دل کو مارنے اور ذبح کرنے کے لیے ابھی سے تیار کر لے۔
- ج۔ تیرے ارادہ میں کسی چیز کو عمل نہیں ڈالنا چاہیے۔
- د۔ اگر تجھے کہا جائے کہ بیت اللہ جائے ابن ابی اسد تو اس قسم کے خرافات پر دھیان مت دینا۔
- د۔ امیر المومنین یزید کے حکم کا تقدس کعبہ، حرم، اور مسجد سب سے زیادہ ہے۔

- ز۔ مکہ پہنچنے کے بعد پہلے ابن زبیر کو اطاعت یزید کا کہنا۔
- ح۔ جب وہ انکار کرے تو مکہ کا ہر طرف سے محاصرہ کر لینا۔
- ط۔ ہر چہار جانب سے مناسب بلند مقام پر توپیں نصب کر دینا۔
- ی۔ آگ اور پتھر دل کی بارش کر دینا۔
- ک۔ کسی چھوٹے بڑے۔ اور بیمار دستور پر ترس مت کھانا
- ل۔ اگر مکہ کو چٹیل میدان بھی بنانا پڑے تو بنادینا ہر گھر کو مساکر کر دینا یا جلا دینا۔

یہ ہدایات دینے کے بعد مسلم واصل جہنم ہو گیا۔  
 حصین نے مکہ پہنچ کر مسلم کی ہدایات پر عمل کیا۔  
 کوہ ابوتیس پر توپیں نصب کر کے آتش بازی اور سنگ باری شروع

کردی۔ مکہ کے مکانات گزنا شروع ہو گئے۔ ابن زبیر کا بھائی منذر ابن زبیر  
لڑنے کو نکلا مارا گیا۔

ابھی مکہ کا محاصرہ اور آتش باری جاری تھی کہ برگ یزید کی اطلاع ملی  
چنانچہ حصین نے محاصرہ اٹھالیا اور لشکر کو واپس شام چلنے کا حکم دیا۔  
یزید نے اپنے تین سالہ دور حکومت میں تین کام کیے ہیں۔

۱۔ ۱۱ھ میں قتل ذریت رسول اور قید بنات زہرا۔

۲۔ ۱۲ھ واقعہ حرہ یعنی مدینہ میں قتل وغارت اور فسق و فجور۔

۳۔ ۱۳ھ مکہ پر حملہ۔ بیت اللہ پر آتش باری حرم خدا کی توہین اور  
اہل مکہ کا قتل۔

### جناب مختار اور آل محمدؑ۔

۱۔ امام مجاہدؒ۔

رحمہ اللہ المختار  
انہ اقویٰ عیوننا۔

اللہ مختار پر رحم فرمائے اس  
نے ہمارے دل ٹھنڈے کیے  
ہیں۔

۲۔ امام باقرؑ۔

حکم ابن مختار آپ کو ملنے آیا اور اس نے عرض کیا قبلہ لوگ میرے والد  
کے متعلق بہت سی باتیں کرتے ہیں۔

آپ کیا فرماتے ہیں۔  
آپ نے پوچھا۔ لوگ کیا کہتے ہیں۔

حکم نے عرض کیا ۔  
 قید لوگ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا اور مکار تھا ۔  
 آپ نے فرمایا ۔ لوگ غلط کہتے ہیں ۔ مختار نے ہم اہل بیت کو سکھ  
 دیا ہے ۔

۲۔ امام صادق :-

لا تسبوا المختار      مختار کو سب نہ کیا کرو ۔ اس  
 فانہ قد قتل      نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا  
 قتلنا و طلب      ہے ۔ ہمارا بدلہ لیا ہے ۔ اور  
 یتارنا و زوج      ہماری بے وادوں کی شادیاں  
 ارا ملنا ۔      کرائی ہیں ۔

زید ابن علی ابن حسین :-

زید یہ سبک انہی کی طرف منسوب ہے ۔ جس طرح جناب محمد حنیف نے  
 کبھی دعوائے امامت نہیں کیا تھا اور امام حسینؑ کے بعد امام سجاد کو امام مانتے تھے  
 اسی طرح جناب زید نے کبھی بھی دعوائے امامت نہیں کیا تھا ۔ اور امام سجاد کے بعد  
 امام باقر کو امام مانتے تھے ۔

شارح صحیفہ سجادیہ محقق علی خان نے لکھا ہے ۔

ابو الحسن زید ابن علی ابن حسینؑ ابن ابی طالب تمام فضائل و  
 مناقب کا جامع تھا ۔ کثرت تلامذت قرآن کی وجہ سے ان کا لقب حلیف القرآن  
 معروف ہو گیا تھا ۔



ابونصر بخاری نے ابن جبار و دوسے نقل کیا ہے کہ میں مدینہ میں آیا میں نے جس سے بھی یزید ابن علی کے متعلق پوچھا تھا وہ یہی کہنا تھا کہ کیا تو حلیف قرآن اور حلیف ستون کی بات کرتا ہے۔ حلیف قرآن کثرت تلاوت اور حلیف ستون کثرت نماز سے کہنا یہ تھا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ یزید ابن علیؑ اپنے بھائی محمد باقر کے بعد اپنے تمام بھائیوں کی نسبت زیادہ پرہیزگار، عابد، زاہد، فقیہ، سخی اور بہادر تھے۔ انہوں نے تلوار کے ذریعہ اسر بالمعرف اور نخی عن المنکر کیا۔ وہ خوشنودی آل محمد کی دعوت دیتا تھا۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ خود اقتدار کا خواہش مند ہے۔ حالانکہ وہ خود امام باقر کی امامت کا نائل تھا۔ اور ہر چیز اس کی اس وصیت میں صراحتہً مذکور ہے جو امام صادق کے نام ہے۔

عمر ابن متوکل ابن ہارون بنی نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی ہے۔

متوکل کہتا ہے کہ میری ملاقات یحییٰ ابن زید سے اس وقت ہوئی جب جناب زید شہید ہو چکے تھے۔ اور میں خواہاں جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

اے فرزند رسول! آپ کے والد کا کیا ہوا؟

جناب یحییٰ نے جواب دیا۔

وہ شہید ہو گئے ہیں۔ اور انہیں شہادت کے بعد کوفہ کے دارالکناسر میں سولی

پر لٹکا دیا گیا ہے۔

یہ کہہ کر اس قدر رونے لگا کہ انہیں غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ

میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول! بھلا انہوں نے یہ اقدام کیوں کیا؟ جب کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کا مقابل دشمن آل محمد ہے اور ان کے دوست اس کے مقابلہ میں کم ہیں۔

جناب یہ سچی نے کہا۔

خود میں نے یہی سوال ان سے کیا تھا انہوں نے مجھے جو جواب دیا تھا وہ یہ ہے۔

میں نے اپنے والد کے فرید امام حسینؑ سے سنا ہے کہ ایک دن سرور انبیاء نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے حسین تیری فدیت سے ایک بچہ ہوگا جسے زید کہا جائے گا۔ وہ شہید ہوگا۔ لیکن قیامت کے دن وہ اور اس کے ساتھی دربار خاقی میں آئیں گے اور باحلب داخل جنت ہوں گے۔

بیٹے میں چاہتا ہوں کہ جس طرح سرور انبیاء نے فرمایا ہے میں اسی طرح ہو جاؤں۔

پھر فرمایا۔

اللہ میرے باپ پر رحمت فرمائے۔ وہ قائم الیں۔ صائم النهار اور مجاہد راہ خدا تھے۔

میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول! کیا امام انہی اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔

جناب یہ سچی نے فرمایا۔ میرا باپ ہرگز امام نہ تھا اور نہ ہی مدعی امامت تھا

سادات کرام سے تھا۔ زہد اور متقی تھا۔ راہ خدا کا مجاہد تھا۔  
میں نے کہا: اسے فرزند رسول! کیا آپ کے باپ نے دعوائے امامت  
نہیں کیا تھا؟

جواب یہی نے فرمایا۔  
تجھے یقین رکھنا چاہیے کہ میرا والد دعوائے امامت کرنے سے ہمیشہ  
دور رہا اور وہ سمجھتا تھا کہ جو چیز میرے پاس نہیں ہے میں اس کا غلط  
دعوائے کیوں کروں۔

اس نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ میں خوشنودی آل محمدؐ کی دعوت دیتا ہوں  
اس ان کی مراد میرا چچا زاد امام جعفرؑ ہوتا تھا۔  
میں نے عرض کیا۔

کیا اس وقت صاحب الامر امام جعفرؑ ہی ہیں۔  
جواب یہی نے فرمایا۔ بے شک وہی ہیں۔ وہی انفقہ بنی ہاشم اور منصوص  
من اللہ ہیں۔

پھر فرمایا۔  
اگر تو چاہے تو میں تجھے لمخصاً اپنے والد کی عبادت کا حال بتا دوں کہ شب و  
روز میں ان کی عبادت کے اذقات کا رکھتا تھے۔

میں نے عرض کیا  
آپ ضرور مجھے آگاہ فرمائیں۔  
انہوں نے بتایا کہ وہ دن نماز میں گزارتے تھے۔ جب رات آجاتی تھی تو  
تھوڑی دیر کے لیے ہوتے تھے پھر کھڑے ہو جاتے اور نوافل پڑھتے نوافل کے

بعد زیر آسمان کھڑے ہو کر دعا مانگتے تھے اور یہ سلسلہ طلوع صبح تک رہتا تھا  
طلوع فجر کے بعد نماز صبح پڑھتے اور پھر تعقیبات میں بیٹھ جاتے تھے جب دن  
کافی چڑھ آتا تھا تو تعقیبات سے اٹھتے کچھ دیر کے لیے معاشی امور سرانجام  
دیتے۔

جب زوال کا وقت ہوتا مصلیٰ پر بیٹھ جاتے تسبیح و تہجد خدا کرنے  
بعد از زوال فریضہ ظہر پڑھتے پھر صرف تعقیبات اور جاتے پھر فریضہ پڑھتے پھر  
غروب آفتاب تک صرف تعقیبات رہتے۔  
میں نے پوچھا کیا ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

جناب سبکی نے فرمایا۔  
نہیں ہمیشہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ سال میں تین ماہ۔ اور سبب میں تین دن  
روزہ رکھتے تھے۔

میں نے پوچھا۔  
کیا وہ فتویٰ بھی دیتے تھے۔  
جناب سبکی نے فرمایا۔ جاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے کبھی کوئی  
فتویٰ نہیں دیا۔

### ولادت جناب زید۔

ابو حمزہ ثمالی نے امام سجادت سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام سجادؑ کی  
خدمت میں آیا تو آپ کی گردن میں ایک بچہ تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بچہ اٹھ کر گھر  
جانے لگا۔ دینر سے پاؤں اٹکا تو گر گیا۔ آپ جلدی سے اٹھے اور بچہ کو اٹھایا

چوٹ کی وجہ سے پیشانی سے خون بہنے لگا تھا۔ خون صاف کیا اور فرمانے لگے۔

بیٹے تجھے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

یہ فرما کر رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قبہ خیریت تو ہے؟

آپ نے فرمایا۔

ابو حمزہ براہ بیٹا مضامات کو ذی قتل کیا جائے گا۔ قتل کے بعد اسے دفن

کیا جائے گا۔

پھر قبر سے اس کی لاش نکالی جائے گی۔ لاش کو سولی پر چڑھایا

جائے گا۔

پھر جلا کر اکھ کو سحر میں بکھیر دیا جائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قہد بچے کا نام کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

اس کا نام زید ہے۔

پھر فرمایا۔ اگر میں تجھے اس کی ولادت کا حال سناؤں تو حیران

رہ جائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قہد اگر ایسی بات ہے تو ضرور سنائیں۔

آپ نے فرمایا۔

ایک رات میں سو رہا تھا۔ عالم خواب میں میں نے اپنے نانا سرور انبیاء

دادا اعلیٰ مرتضیٰ۔ چچا حسن مجتبیٰ۔ بابا غمید کر بلا اور دادی فاطمہ زہرا کو جنت میں

دیکھا۔ انہوں نے ایک حورِ جنت سے میری شادی کرائی۔ اس سے ایک بچہ ہوا۔  
اسخوہ نے اس کا نام زید رکھا۔

میں نیند سے بے وار ہوا تو دق الباب ہوا۔ میں دروازہ پر آیا تو ایک  
شخص کھڑا تھا اس کے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔

میں نے پوچھا۔ کسے ملنا ہے۔  
اس نے کہا۔ مجھے علی ابن حسین سے ملنا ہے۔

میں نے کہا۔  
میں علی ابن حسین ہوں کیا کہنا ہے۔

اس نے کہا۔ میں ایک قاصد ہوں مختار کا۔ ایک خط بھی لایا ہوں اور یہ کینز  
بھی مختار نے ہدیہ بھیجی ہے۔ علاوہ ازیں کچھ تحائف بھی ہیں۔ میں اس کینز کو  
اندرا لایا۔

اس سے نام پوچھا۔

اس نے عرض کیا میرا نام حور ہے۔

مجھے اپنے خواب کی تعبیر مل گئی تھی۔ میں نے اس سے عقید کیا۔ اس سے  
یہ بچہ پیدا ہوا۔ چونکہ میرے خواب کی تعبیر تھا اس لیے میں نے اس کا نام بھی زید  
رکھا ہے۔ جو کچھ میں نے تجھے بتایا ہے وہ تو اپنی آنکھوں سے سب کچھ  
دیکھے گا۔ جیسا کہ امام سجادؑ نے فرمایا تھا میں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ  
دیکھ لیا۔

## خروج جناب زید :-

۱۶۱ھ میں آپ نے کوفہ میں ہشام ابن عبدالملک اموی کے خلاف قیام کیا۔

یوں تو اسباب خروج بہت سے بتائے گئے ہیں جن میں اکثر اموی مورخین کی غرض ساز باتیں ہیں۔ علمائے محققین نے جس سبب کو صحیح قرار دیا ہے ہم وہی پیش کیے دیتے ہیں۔

جناب زید۔ جناب داؤد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس اور محمد ابن عمرو ابن علی عراق میں ہشام کے گورنر خالد ابن عبداللہ قشیری کے پاس گئے۔ اس نے ان کا کافی احترام کیا۔ اور جب یہ واپس آنے لگے۔ تو اس نے انہیں تحائف بھی دیتے۔

جب یہ اطلاع ہشام کو ملی کہ آل محمد کے کچھ افراد گورنر کوفہ کے پاس آتے تھے جنہیں عزت و احترام سے رکھا ہشام نے خالد کو معزول کر کے یوسف ابن عمر لقیفی کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

ہشام نے جناب زید اور اس کے دونوں ساتھیوں کو شام بلایا ان سے حقیقت حال دریافت کی جب دونوں نے تمام بات صاف صاف بتادی ہشام ظاہراً تو خاموش ہو گیا اور ان سے کہا کہ آپ کوفہ واپس جائیں اور یوسف کو بھی مطمئن کر دیں۔

ذہنی طور پر ہشام مطمئن نہیں تھا اسے خطرہ تھا کہ کہیں یہ لوگ کوئی سازش نہ کر رہے ہوں۔

ہشام کا یہ حکم سکر کو تم سب ایک مرتبہ پھر کوفہ جاؤ اور یوسف کو مطمئن کرو۔ جناب زید پریشان ہوئے۔

بادل ناخواستہ کوفہ آئے۔ یوسف کو مطمئن کیا اور واپس مدینہ کی طرف پلٹے ابھی راستہ میں تھے کہ پیچھے سے کوفیوں کا ایک دندا کر ملا۔ اور انہوں نے اہالیان کوفہ کی طرف سے درخواست کی کہ اگر آپ ہماری سرپرستی فرمائیں تو ہم بنی امیہ کی حکومت کے خلاف آپ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں۔ جناب زید نے اپنے دونوں ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ ان دونوں نے کوفہ کی درخواست کو مسترد کر دیا۔

جناب زید نے ان کی حامی بھری اور واپس کوفہ پلٹ گئے۔ جب آپ کوفہ پہنچے تو کوفہ کے تمام امیر و غریب اور زن و مرد آپ پر ٹوٹ پڑے آپ نے سب کو خوشنودی آل محمد پر بیعت لی۔

ہشام نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ کر کے اکثریت کو جناب زید کے گرد جمع ہونے سے روک لیا کہ اس وقت واجب الاطاعت امام جعفر موجود ہے۔ اور واجب الاطاعت کی موجودگی کہی اور کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ کم و بیش پانچ سو آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں آگئے۔ مشورہ یہ ہوا کہ جس دن خروج کرنا ہو گا اسی رات کو چھتوں پر آگ روشن کر دی جائے گی تاکہ تمام ساتھی جمع ہو جائیں۔

یکم صفر ۶۱ھ کی رات کو چھتوں پر آگ روشن ہو گئی۔ آنے والے سب جمع ہو گئے۔



اتنے میں صبح بھی طلوع ہو گئی۔ یوسف ابن عمر دارالامارہ سے باہر کیا اپنے لشکر کو جمع کیا۔

بیرون کوہ جناب زید کی مختصر سی فوج تھی اموی فوج نے ان کے گرد گھیر ڈال دیا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ طرفین سے لاشیں گرنے لگی۔ ابھی جناب زید کے سپاہیوں سے زید ابن خزیمہ معاویہ ابن ابی اسحاق زیاد ابن عبد الرحمن اور ستر سٹھ دوسرے جانباز شہید ہوتے تھے کہ ایک تیر جناب زید کی باتیں کن پٹی پر آ کر لگا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے آپ کے ایک غلام نے آپ کو اٹھایا اور ایک ارادت مند کے گھر لے گیا۔ وہاں علاج کی کوشش کی گئی۔ لیکن آپ جاہل نہ ہو سکے۔ رات ہی میں وفات پائی۔ چند شیعوں نے غسل دے دیا اور ایک بہتی ہوئی نہر کا پانی روک کر اس میں قبر بنائی اس میں دفن کیا۔

دوسری طرف جناب زید کی شہادت سے آپ کی فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔

اور یوں جنگ ختم ہو گئی۔

یوسف نے جناب زید کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر ہشام کو بھیج دیئے جناب زید کے متعلق اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ شہید ہو گئے ہیں یا رو پڑے۔

ہشام کی طرف سے ایک غتاب آلودہ خط آیا کہ مجھے شاخوں کو نہیں تنے کی ضرورت تھی جب تک زید کا سر اتر نہ لے اس وقت تک مجھے اطمینان نہ ہوگا۔

یوسف نے دوبارہ نقیض شروع کر دی۔ بالاخر اسے دونوں کا سراغ مل گئے۔

ایک تو یہ بھی اسے یقین ہو گیا کہ جناب زید شہید ہو چکے ہیں۔ اور دوسرے مدفن کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ اس نے قبر کھدوائی جناب زید کا دفن شدہ صحیح و سالم لاشہ نکالا۔ سر قدم کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا۔ اور جسم کو دار لکنا سر پر سولی چڑھا دیا۔

چار برس تک جناب زید کا جسم سولی چڑھا رہا۔ جریر ابن ابی عازم سے مروی ہے کہ انہی دنوں میں نے خواب میں نبی کو نہیں کو دیکھا آپ جناب کے سولی کردہ لاشہ کے قریب کھڑے ہو کر آنسو بہاتے ہوئے فرما رہے تھے۔

آہ ! هكذاتفعلون انفساں اکیا میری ذریت سے باو لادی۔ یہی سلوک کرو گے۔

جب ہشام اپنے کینہ کر دار کو پہنچا۔ اور اس کی جگہ ولید ابن زید حکمران ہوا تو اس نے سب سے پہلا خط یوسف ابن عمر ثقفی کو لکھا کہ۔ اہل عراق کے بت (لاشہ جناب زید) کو سولی سے اتار جلا دے اور راکھ کو ہوا میں بکھیر دے۔

یوسف نے تعمیل حکم کی۔ حکم ابن عباس کو بھی نے جناب زید اسی کے متعلق یہ بکواس کی تھی۔

صلبنا لکھ نہیدا علی جذع تخلة ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر چھائی چڑھایا

ولہذا رھد یا علی      میں نے نہیں دیکھا کہ مہدی بھی  
الجزع یصلب -      سولی پڑھایا جاتا ہے۔  
جب یہ شعر امام صادق نے سنا تو آپ نے کانپتے ہاتھوں سے دست  
و عابند کر کے عرض کیا :-

اللھم ان کان      اسے اللہ! اگر تیرے اس  
عبدک کا ذبا فسلط      بندے نے جھوٹ بولا ہے  
علیہ کلک -      تو اس پر اپنا کتا مسلط فرما  
اموی حکمران نے حکم کو کسی کام کے لیے بھیجا جب یہ بیرون کوڑ گیا تو ایک  
شیر نے اس پر حملہ کیا اور اسے پھاڑ کر پھینک دیا۔  
جب امام صادق کو اطلاع ملی تو آپ نے سجدہ شکر کیا۔  
اور عرض کیا۔

الحمد لله الذی      اس اللہ کی حمد ہے جس نے  
انجزنا ما      ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے  
وعدنا -      پورا کیا ہے۔

### امام صادق اور جناب زید

ابن بابویہ نے اپنے سلسلہ سند سے عبداللہ ابن عباس سے روایت  
کی ہے کہ ہم سات آدمی کوفہ سے مدینہ آئے۔ امام صادق کی زیارت سے مشرف  
ہوئے۔

آپ نے پوچھا۔ کیا آپ کے پاس میرے چچا زید کا بھی کوئی حال ہے

ہم نے عرض کیا۔

یا تو وہ خروج کر چکے ہوں گے یا کرنے والے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔

تم لوگ باہر چلتے پھرتے ہو جب کبھی میرے چچا کی اطلاع ملے تو مجھے اطلاع کر دینا۔

ہم نے وعدہ کیا اور وہاں سے چلے آئے۔ کچھ دن کا قیام تھا۔ اسی قیام کے دوران شام سے اطلاع موصول ہوئی کہ یزید ابن علیؑ نے خروج کیا تھا وہ خود اور اس کے ساتھیوں میں نلایں اور نلایں قتل ہو گئے ہیں یہ اطلاع سن کر ہم امام صادق کے پاس آئے اور انہیں مطلع کیا۔

آپ رونے اور فرمایا۔

بہترین چچا تھا۔ دنیا اور آخرت میں ہمارا خیر خواہ تھا۔ بخدا میرا چچا انہی شہدار میں محصور ہو گا۔ جو انصحر۔ حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

ابن بابویہ ہی نے فضیل ابن یسار سے روایت کی ہے کہ میں بھی جناب یزید کے ساتھیوں سے تھا۔ جب جناب یزید شہید ہو گئے۔ تو دوسرے پہنچ جانے والے چند افراد میں سے میں بھی تھا۔ میں وہاں سے مدینہ آیا۔ دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ امام صادقؑ کے سامنے جناب یزید کا نام نہیں لوں گا کہیں میرے تذکرہ کی وجہ سے وہ غمزدہ ہو جائیں۔

جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے پہلا سوال یہ کیا۔

میرے چچا کا کیا بنا۔

میری آواز نہ گئی اور میں جواب نہ دے سکا۔

پھر انہوں نے خود ہی فرمایا۔

کیا وہ قتل ہو گئے۔

میں نے رندھی ہوئی آواز سے عرض کیا۔

قبہ وہ قتل ہو گئے۔

آپ نے پھر پوچھا۔ کیا ان کا لاشہ سولی پر بھی چڑھایا گیا ہے؟  
میں نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ عرض کیا۔ قبہ آپ سچ فرما رہے

ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ کیا تو بھی میرے چچا کے ساتھ شریک جنگ تھا؟  
میں نے عرض کیا۔

قبہ یہ سعادت مجھے بھی حاصل رہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے کتنے اموی مارے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ چھ۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے ان سے جنگ اور ان کی موت پر کوئی

شک ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبہ اگر مجھے کوئی شک ہوتا تو میں ہرگز جناب زید کا

ساتھ نہ دیتا۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ مجھے بھی ان شہداء کیساتھ محشور کرے جو جناب زید کے

ساتھ محشور ہوں گے۔ بخدا میرا چچا زید اس طرح شہید ہوا ہے جس طرح حضرت

علیؑ کے ساتھی شہید ہوئے تھے۔

ابو خالد واسطی سے منقول ہے کہ امام صادق نے مجھے کچھ پیسے دیئے اور فرمایا انہیں میرے چچا زید کے ساتھ شہید ہو جانے والوں کے اہل و عیال میں تقسیم کر دینا۔

چنانچہ میرے بھائی عبد اللہ کے حصہ میں بھی چار دینار آئے۔  
ابن بابویہ ہی نے سلیمان ابن خالد سے روایت کی ہے کہ امام صادق نے مجھ سے سوال کیا۔

میرے چچا سے تم نے کیا سلوک کیا تھا۔  
میں نے عرض کیا۔

تبد و دشمن کی نگرانی بہت سخت تھی جب وہ لوگ سو گئے تو ہم نے انہیں دفن کر دیا تھا۔ صبح کو ان لوگوں نے کو نہ کا چہرہ چہرہ چھان مارا اور بالآخر انہیں آپ کا لاشہ مل گیا۔ انہوں نے لاشہ کو سولی پر چڑھایا۔ پھر جلا دیا۔

آپ نے فرمایا۔  
کاشن تم لوگ ان کے لاشہ کو لوہے یا پتھر سے دزنی کر کے دریائے فرات کے پیرد کر دیتے۔

اللہ اس کے قاتل پر لعنت کرے۔  
ابو ولاد کاہلی سے مروی ہے کہ مجھ سے امام صادق نے پوچھا کیا تو نے میرے چچا کو دیکھا تھا؟

میں نے عرض کیا ہاں سولی پر لٹکا ہوا دیکھا تھا۔  
آپ نے فرمایا دوسرے لوگوں کا کیا حال تھا۔

میں نے عرض کیا۔ کچھ خوش ہو رہے تھے اور کچھ دل گرفتہ اور رو رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔  
جو غمزدہ تھے وہ جنت میں میرے چچا کے ساتھ ہوں گے اور جو خوش تھے وہ میرے چچا کے شریک قتل محسور ہوں گے۔

جناب یحییٰ ابن زید :-

عمر ابن متوکل ابن ہارون ثقفی بچی کہتا ہے کہ میری ملاقات یحییٰ ابن زید سے اس وقت ہوئی جب وہ عازم خراسان تھا۔  
اس نے مجھ سے تمام خاندان کے افراد کا نام نام حال پوچھا۔ جب میں نے اسے خیر و عافیت سے مطلع کیا۔ تو اس نے پوچھا۔ کیا چچا زاد۔ جعفر ابن محمد سے بھی ملا تھا؟

میں نے کہا۔ ان سے بھی ملا تھا۔  
یحییٰ نے پوچھا۔ کیا انہوں نے میرے متعلق کچھ پوچھا تھا؟  
میں نے عرض کیا۔

اے فردنذر سولی جو کچھ انہوں نے آپ کے متعلق فرمایا ہے میری زبان آپ کو بتانے سے قاصر ہے۔

یحییٰ نے کہا۔  
کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ جو کچھ انہوں نے بتایا ہے۔ مجھے سنا دے۔

میں نے عرض کیا۔

وہ انتہائی انوس کے ساتھ فرما رہے تھے کہ یحییٰ بھی اپنے باپ کی طرح شہید ہوگا پھر کوئی چڑھایا جانے گا۔

جناب یحییٰ نے کہا۔ اے متوکل تجھے معلوم ہے کہ اللہ نے ہم اہل بیت کو علم اور شجاعت سے ازیایا ہے۔ ہمارے چچا زادوں کو بالخصوص علم سے بہرہ ور فرمایا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ آپ کی نسبت آپ کے چچا زاد امام جعفر کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔

جناب یحییٰ نے فرمایا۔

چونکہ وہ لوگوں کو زندگی کا درس دیتے ہیں اور ہم موت کا بتی پڑھاتے ہیں۔

میں نے سوال کیا۔ کیا آپ زیادہ عالم ہیں یا آپ کے چچا زاد انہوں نے فرمایا۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ اسے جانتے ہیں لیکن جو کچھ وہ جانتے ہیں ہم اسے نہیں جانتے۔

جناب یحییٰ نے پوچھا۔

کیا امام جعفر سے کچھ روایت کی ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں۔

جناب یحییٰ نے کہا۔ مجھے دکھانے گا۔

میں نے ایک صحیفہ ان کے سامنے پیش کیا۔ اس میں ایک دعا تھی جو امام صادق علیہ السلام نے فرمائی تھی اور بتایا تھا کہ یہ دعا مجھے میرے بابا



کے ذریعہ آنحضرتؐ سے اور آنحضرتؐ کو جبریل کے ذریعہ اللہ سے عنایت ہوئی تھی۔

جناب یحییٰ نے اس کو دعا کو دیکھا اور پوچھا کیا مجھے اجازت دیتا ہے کہ اسے لکھ لوں۔

میں نے عرض کیا۔

قید آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جو چیز آپ سے ہمیں ملی ہے آپ اس کی اجازت مجھ سے مانگتے ہیں۔

جناب یحییٰ نے اپنے غلام سے کہا۔ یہ لے اور اسے خوبصورتی سے لکھ لے پھر مجھے دینا میں اسے حفظ کروں گا۔  
پھر مجھے فرمایا۔

میرے پاس میرے والد کی طرف سے نقل کردہ میرے جد امجد علی ابن حسینؑ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ وہ میں تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ اگر امام صادقؑ نے میری موت کی پیشین گوئی نہ کر دی ہوتی تو میں اسے ہرگز اپنے سے جدا نہ کرتا۔

لیکن چونکہ وہ عالم میں اور انہوں نے فرمادیا ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے حرف بحرف درست ہوگا۔

پھر اٹھے اپنے سامان سے ایک چھوٹا سا مقفل صندوقچہ نکالا اس کی مہر کو دیکھا اس کا لوسر لیا۔ اپنے چہرہ سے مس کیا۔ اور مجھے فرمایا۔ مجھے یہ اس طرح میرے بابا سے دراشت میں ملا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ اس میں وہ تمام دعائیں موجود ہیں جو ہمارے جد امجد پڑھا کرتے تھے۔ اسے اپنے

پاس رکھ لے۔ میرے حالات سے باخبر رہنا جب میں شہید ہوا تو مدینہ میں جا کر محمد اور ابراہیم بن عبد اللہ ابن حسین ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب دونوں بھائیوں کے سپرد کر دینا۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے بعد انہیں اس کی ضرورت ہوگی۔ یہ تیسرے پاس امانت رہے گی

میں نے وہ لے لیا۔ مہر کو دیکھا میں نے بھی اس کا بوسہ لیا۔ اپنے پہرہ پر مس کیا۔ اور اپنے پاس رکھ لیا۔

جب مجھے جناب یحییٰ کی شہادت کی اطلاع ملی تو میں وہ صحیفہ لے کر مدینہ آیا۔ امام صادق سے ملا۔ انہیں تمام وہ واقعہ سنایا۔

آپ رو دیتے اور فرمایا۔ اللہ یحییٰ پر رحم فرمائے اور انہیں اپنے آباء سے ملتی فرمائے۔

### جناب یحییٰ کی وجہ شہادت :-

جناب یحییٰ کی والدہ کا اسم گرامی جناب ربط تھا۔ یہ بی بی عبد اللہ ابن محمد حنیفہ کی بیٹی تھی۔ جناب زید کی شہادت کے بعد بنی امیہ نے جناب یحییٰ کی تلاش شروع کر دی۔ جناب یحییٰ کس تھے۔ مدائن میں قیام تھا یوسف ثقفی نے ان کی گرفتاری کے لیے مدائن آدمی بھیجے آپ کو پتہ چل گیا آپ وہاں سے طہران آ گئے۔ طہران سے نیشاپور گئے۔ نیشاپور سے سرخس گئے۔ سرخس میں یزید ابن عمر تھیں گے گھر چھ ماہ قیام کیا۔

اس دوران ہشام واصل جہنم ہوا۔ ہشام کے بعد ولید ابن یزید تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے نهران سیدارشی کو جناب یحییٰ کی تلاش کا حکم دیا۔ نصر

نے آپ کو بلج میں حریش بن ابی الحریش کے گھر سے گرفتار کر لیا۔ پابند سلاسل کر کے زندان میں ڈال دیا۔ اور ولید ابن یزید کو مطلع کیا۔ ولید نے اسے جواب میں لکھا کہ یہی کو حکومت مخالفت سرگرمیوں سے باز رہنے کی تنبیہ کر کے چھوڑ دے۔ نصر نے آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ وہاں سے جرجان آئے۔ جرجان میں جرجان اور طالقان سے شیعان آل محمد نے آپ کو خوج پر آمادہ کیا۔ یہ لوگ تعداد میں پانچ سو تھے۔ جب نصر کو پتہ چلا تو اس نے سالم ابن اخور کو لشکر دے کر ان کے مقابلہ میں بھیجا۔ تین دن مسلسل جنگ رہی حتیٰ کہ جناب یحییٰ کے ساتھیوں میں سے ایک بھی نہ بچا۔ پچاس شہید ہو گئے۔ جناب یحییٰ تنہا رہ گئے۔ آپ جمعہ کے دن ارغونامی بستی سے باہر وقت عصر شہید کر دیئے گئے۔ عبداللہ ابن محمد نے آپ کا سر تم کیا۔ اور عیسیٰ نے آپ کا لباس اتارا۔ آپ کی شہادت ۱۶ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

بعد میں یہ دونوں ابوسلم مروزی کے ہاتھ آ گئے اس نے ان دونوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا۔ نصر نے آپ کا سر ولید ابن یزید کو بھیجا۔ ولید نے آپ کا سر بدینہ میں آپ کی والدہ کے پاس بھیج دیا۔ جب جناب ربیعہ نے اپنے اٹھارہ سال کے نو عمر لڑکے کا سر اپنی جھولی میں رکھا۔ اور بنی امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

عرصہ دراز تک تم لوگوں نے  
اسے مجھ سے روپوش رہنے  
پر مجبور کیے رکھا۔ اور اب  
اس کا کٹا ہوا سر مجھے بھیجاؤ۔

شرد تموہ عنی  
طویلا وابدیتموہ  
الح قتیلا۔

صلوات اللہ علیہ  
و علی آباءہ بکرۃ  
و اخیلا -  
اس پر اور اس کے آبا پر  
صبح و شام اللہ کی رحمتیں نازل  
ہوں -  
آپ کا مزار حرجان میں ہے -

### شہادت محمد و ابراہیم :-

یہ وہ محمد و ابراہیم ہیں جنہیں صحیفہ سجادہ دینے کی وصیت جناب یحییٰ نے  
کی تھی -

یہ دونوں عبداللہ ابن حسن مشنی ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب کے  
فرزند تھے -

یہ وہ زمانہ تھا جب بنی عباس بنی امیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے  
تھے اور انقلاب کا مہیلب ہو چکا تھا - ابو جعفر سفاح کی پوری مدت حکومت میں  
یہ روپوش رہے - جب منصور تخت ارا ہوا تو اسے پتہ چلا کہ یہ بھائی خروج  
کا ارادہ رکھتے ہیں - منصور نے انہیں کافی تلاش کیا جب انہیں تلاش نہ کر سکا  
تو اس نے ان کے والد صاحب عبداللہ کو زندان میں ڈال دیا - یہ دونوں ایک  
مرتبہ چھپ کر اپنے والد کو زندان میں ملنے آئے تو اس نے ان سے کہا اگر  
منصور تمہیں شرافت سے زندہ نہیں رہنے دیتا تو تمہیں شرافت کی موت سے تو  
کوئی نہیں روک سکتا -

دونوں بھائیوں نے منصور کے خلاف خروج کا ارادہ کیا - محمد نے مدینہ  
اور ابراہیم نے بصرہ پر بیگ قبضہ طے کیا - سوتے اتفاق سے ابراہیم بیمار ہو گئے

اور طے شدہ پروگرام کے مطابق بصرہ پر قبضہ نہ کر سکے۔ محمدؐ نے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ منصور نے عیسیٰ ابن موسیٰ ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس کو لشکر دے کر مقابلہ کے لیے بھیجا۔

جب عیسیٰ کا لشکر مدینہ میں آیا تو محمدؐ گھر کے اندر گیا اپنی بہن کو بلایا تمام وہ کاغذات بہن پر ان کے مددگاروں کے نام لکھے تھے۔ اپنی بہن کے سپرد دیے۔ بہن سے کہا۔

آج جنگ ہوگی۔ دوران جنگ اگر وقت زوال بارش آجائے تو سمجھ لینا کہ میں قتل ہو جاؤں گا۔ اور اگر بارش نہ آئے آندھی آجائے تو سمجھ لینا میری فتح ہوگی۔

اگر میں قتل ہو جاؤں اور میری لاش آپ کو مل جائے تو اسے نلایں مقام پر دفن کر دینا۔

اور یہ تمام کاغذات تندور میں جلا دینا تاکہ ان لوگوں کے نام منصور کے ہاتھ نہ آئیں۔ جنہوں نے ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

وقت زوال بارش کے آثار شروع ہو گئے۔ آپؐ کی بہن کو اپنے بھائی کی شہادت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے تندور روشن کر لیا۔ اور نہشتیں اس میں ڈال دیں۔ جب آپؐ شہید ہو گئے اور دفن کے لیے اس جگہ کو کھودا گیا۔ جہاں کی آپؐ نے نشاندہی کرائی تھی وہاں سے ایک پتھر کی تختی برآمد ہوئی جس پر لکھا ہوا تھا۔

هذا قبر حسن بن علی  
یہ حسن بن علی کا مزار ہے۔  
ابن ابی طالبؑ۔

دوسری طرف جناب ابراہیم نے یکم رمضان ۵۱۱ھ کی رات بصرہ میں خود ج کیا۔

آپ کے ساتھ اشرف بصرہ میں سے بشیر بن ابی امیہ، سلیمان بن مروان، عباد بن منصور قاضی، مفضل بن محمد، اور حافظ سعید نے آپ کا ساتھ دیا۔ بعض مورخین ابو حنیفہ امام اعظم کو بھی جناب ابراہیم کے ساتھیوں سے شمار کرتے ہیں۔

امام اعظم کا ایک فتویٰ بھی کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ جناب ابراہیم کا ساتھ دینا دین اسلام کا ساتھ دینا ہے۔ منصور نے امام اعظم پر جو سختیاں کی تھیں ان کی وجہ بھی یہی فتویٰ بتائی جاتی ہے۔

جناب ابراہیم کی حکومت پر تمام اہل بصرہ غمزدہ تھے۔ منصور نے جناب ابراہیم سے جنگ کے لیے عیسیٰ بن موسیٰ کو بھیجا جناب ابراہیم کو معلوم ہوا کہ دوائقی لشکر بصرہ کی طرف آ رہا ہے تو بصرہ سے لشکرے کر باہر نکلے راستہ میں دونوں لشکروں کا آمناسا منا ہوا۔ جناب ابراہیم کا لشکر بڑی بے جگری سے لڑا دوائقی لشکر کے قدم اکٹڑ گئے۔ وہ بھاگنے لگے۔ بصری لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔

جناب ابراہیم نے حکم دیا کہ کسی بھاگنے والے کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہ حکم سکر جب بصری لشکر پیچھے ہٹا تو دوائقی لشکر یہ سمجھا کہ شاید بصری لشکر شکست کھا گیا ہے۔

انہوں نے پٹ کر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں جناب ابراہیم کی پیشانی میں ایک تیر لگا۔ جو دماغ تک چلا گیا۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا۔

سبحان اللہ! وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے مجھے اتار دو آپ کو گھوڑے سے اتار اگیا۔ وہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔ منصور کو ذہ میں تھا۔ دوائقی لشکر جب جناب ابراہیم کا سرے کر منصور کے پاس پہنچا تو اس نے سر کو طشت میں رکھا اور کہنے لگا۔

تو میرا سر چاہتا تھا لیکن تجھے معلوم نہیں تھا کہ تیرا سر میرے لیے آسان تھا۔  
جناب ابراہیم کی عمر اس وقت اڑتالیس برس تھی۔

**ہارون رشید اور اولاد زہراؑ:**

عیون الرضایں عبد اللہ نیشاپوری سے مروی ہے کہ میرے اور حمید ابن قحطیبہ طائی کے درمیان باہمی معاملہ تھا۔  
ماہ رمضان تھا۔ دن کے وقت میں گیا۔ حمید نے مجھے اندر بلا لیا۔ دتر خوان پر بیٹھا تھا۔ مجھے کھانے کو کہا۔

میں نے کہا۔ حضور! بحمد اللہ نہ تو میں سفر سے ہوں نہ بیمار ہوں نہ ہی کوئی شرعی عذر ہے۔ میں روزہ سے ہوں۔ ممکن ہے آپ کسی وجہ سے معذور ہوں آپ تناول فرمائیں۔

وہ کھانے میں مصروف ہو گیا۔ جب فارغ ہوا اور میں نے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

میں نے پوچھا۔ خیریت تو ہے اس وقت رونے کا سبب کیا ہے؟

حمید نے کہا۔

اے عبد اللہ! روزے اور نمازیں وغیرہ احکام اسلام پر عمل صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ آخرت میں نجات ہو اور جنت ملے۔ جس شخص کو یقین ہو کہ وہ کچھ بھی کرتا رہے جنت میں نہیں جائے گا اس کے لیے احکام دین پر عمل کرنا تکلف سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ میں اپنے اعمال کو دیکھ رہا ہوں کہ میں جنت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

میں نے پوچھا۔ آخر اتنے کون سے گناہ ہیں جن کی وجہ سے آپ اتنے یابوس ہو چکے ہیں۔  
حمید نے کہا۔

تیسرے ان احباب سے ہے جنہیں میں ہر زارتا سکتا ہوں۔ آج تک یہ راز میرے دل پر پہاڑ کی طرح بوجھ ہے مجھے سناتے دیتا ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم دنیا میں تو یہ بوجھ قدرے ہلکا ہو جائے گا۔

ایک رات میں اپنے گھر سو رہا تھا۔ کافی دیر ہو چکی تھی کہ ہارون کا خادم خاص آیا اور کہا کہ مجھے ہارون بلارہا ہے۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ جب آکر دیکھا تھا ہارون بیٹھا تھا۔ ایک غلام قریب کھڑا ہوا تھا۔ ایک شمع جل رہی تھی اور ہارون کے سامنے برہنہ تلوار رکھی تھی۔

میں نے سلام کیا۔ ہارون نے مجھے دیکھا اور پوچھا۔ تیرے دل میں میرا کتنا وقار ہے۔

میں نے کہا۔ میں آپ پر اپنی جان اور مال قربان کر سکتا ہوں۔  
ہارون مسکرایا اور مجھے واپس جانے کو کہا۔ میں واپس گھر آیا۔ ابھی بستر



پرسویا ہی تھا کہ پھر دق الباب ہوا میں دروازہ پر آیا تو وہی غلام کھڑا تھا۔  
اس نے کہا۔ آپ کو ہارون بلارہا ہے۔

میں پھر کیا ہارون اسی جگہ اسی طرح بیٹھا ہوا اور تلوار بھی اسی طرح  
برہنہ تھی۔ سلام دیا اور کھڑا ہو گیا۔

ہارون نے جواب سلام دے کر وہی سوال دہرایا کہ تو مجھے کیسے  
بکھتا ہے۔

میں نے کہا۔

میں آپ پر اپنی جان اپنا مال اور اپنا ناموس قربان کر سکتا ہوں۔

ہارون مسکرایا اور مجھے واپس گھر جانے کو کہا۔ میں واپس آ گیا۔ ابھی بستر

پر لیٹا ہی تھا کہ دق الباب ہوا۔ دروازہ پر آیا۔ دیکھا ہارون کا وہی نوکر کھڑا

ہوا تھا۔

اس نے کہا۔ آپ کو ہارون بلارہا ہے۔ میں اس کے ساتھ چلا آیا۔

ہارون وہیں بیٹھا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ ہارون نے جواب سلام دیا اور پھر

وہی سوال دہرایا۔

میں نے کہا۔ میں آپ پر جان، عزت، مال، اولاد اور دین سب کچھ

قربان کر سکتا ہوں۔

اس مرتبہ پہلے سے زیادہ مسکرایا۔ اور کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر

مجھے ثبوت چاہیے یہ تلوار ہے کہ اس غلام کے ساتھ چلا جا جو کہ اس پر

عمل کر۔

میں نے تلوار اٹھائی اور غلام کے ساتھ ہو لیا۔ غلام ایک کوچہ میں آیا ایک

مفضل دروازہ کھولا۔ اندر گیا۔ مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اندر جا کر دیکھا تو اس گھر میں تین کمرے تھے۔ تینوں مفضل تھے۔ درمیان میں ایک کونواں تھا۔

غلام نے ایک کمرہ کا مفضل کھولا اور مجھے کہا ایک ایک کر بلانا جا ان کے سر دروازہ پر رکھنا جا اور جسم کنوئیں میں پھینکنا جا۔ میں نے ایک ایک کو قتل کرنا شروع کیا۔ اس کمرہ میں بیس آدمی موجود تھے جو تمام قتل ہو گئے۔ غلام نے پھر دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اس میں بھی بیس آدمی تھے جنہیں میں نے قتل کیا۔ غلام نے تیسرے کمرے کا قتل کھولا۔ اس میں سے بھی غلام ایک ایک کو پکڑ کر میرے ہاتھ میں دیتا رہا۔ اور میں ایک ایک کو قتل کرتا چلا گیا جب انیس قتل کر چکا اور آخری بیسواں آدمی بچ گیا۔

اس نے جب دروازہ پر سرود کا ڈھیر دیکھا تو بے ساختہ اس کی پیچھ نکل گئی۔ اور وہ اچھا کہہ کر دھاڑیں مارنے لگا۔

میں نے کہا۔ بندہ خدا تو بہت بڑھا ہے۔ تیرے ابو آنکھوں پر گر چکے ہیں۔ میں نے کسں بچوں کو بھی مارا ہے جو انوں کو بھی قتل کیا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی موت سے اسی طرح نہیں ڈلا جس طرح تو بڑھا ڈر رہا ہے۔ اس نے کہا۔ تجھے کیا معلوم کہ میں موت سے ڈر کر رو رہا ہوں۔ میں نے کہا۔ یہ پھر کیا وجہ ہے کیوں رو رہا ہے۔

اس نے کہا۔ ظالم! میں پہلے تو اپنی مظلومیت کو رو رہا ہوں کہ ہم اولاد علی و بنو ابی اسلم مظلوم ہیں کہ آج لوگوں کو ہمیں قتل کرتے ہوئے ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ دوسرا اس لیے رو رہا ہوں کہ جو انٹھ پکے اور جوان تو نے قتل کیے یہ سب

میرے بیٹے پوتے اور نواسے تھے۔ کاش تو پہلے مجھے قتل کرنا میں اپنی آنکھوں سے  
 ان کے خون آلود سر اور ترپتے جسم تو نہ دیکھتا۔  
 یہ سنکر میرا جسم لرزے گا۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ دل دھک دھک کرنے لگا۔  
 غلام نے کہا۔ ہارون کا حکم ہے جلدی کر۔  
 میں نے کسی توجہ کے بغیر دل کڑا کیا اور اس بوڑھے کا سر بھی قلم کر لیا۔  
 اب بھلا تو بتا جس شخص نے ساٹھ قتل اولاد علیؑ کو نہر اسے بلا جرم و  
 خطایکے ہوں۔ اسے نماز پاروزہ کوئی فائدہ دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ  
 میرا دائمی ٹھکانا جہنم ہے۔



## شہادت سعید ابن جبیر

اولاد علیؑ وزہراؑ کی طرح ان کے ماننے والوں کو بھی ہر دور میں صرف اس  
جہم میں تریتج کیا جاتا تھا کہ وہ مہمان علیؑ وزہراؑ ہیں۔ ان شہداء میں سے معروف  
ترین شہید ایک سعید ابن جبیر بھی ہے۔

علامہ دمیری نے حواۃ الیوم میں ابو شہداء عیدی سے روایت کی ہے  
کہ جب حجاج ابن یوسف کے سامنے مہمان علیؑ میں سعید ابن جبیر کا تذکرہ کیا  
گیا تو حجاج نے قسمیں کھائی کہ اس نامی شامی کو ایسے افراد دے کر جناب سعید کی  
تلاش اور گرفتاری کے لیے بھیجا۔

یہ لوگ آپ کو تلاش کر رہے تھے کہ ان کی ملاقات ایک گرجا میں ایک  
راہب سے ہو گئی۔

ان لوگوں نے راہب سے سعید کے متعلق پوچھا۔  
راہب نے کہا۔ اگر اس کا علیہ اور چال چلن بتا دو تو ممکن ہے میں تمہاری  
راہنمائی کر سکوں۔

ان لوگوں نے راہب کو جناب سعید کا علیہ بتایا۔ راہب نے انہیں اس مکان کی نشاندہی کر دی جہاں سے انہیں آپ مل سکتے تھے۔ یہ لوگ جب وہاں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ صحرا میں جناب سعید نے مصلاتے عبادت پہنچایا ہوا ہے اور باؤز بلند مصروف مناجات ہیں۔

ان لوگوں نے سلام کیا۔ آپ نے مناجات کو ختم کر کے جواب سلام دیا۔

ان لوگوں نے کہا۔ آپ کو حجاج نے بلایا ہے، ہم آپ کو لیتے آتے ہیں۔ تشریف لے چلیں۔

جناب سعید نے پوچھا۔ کیا لازماً جانا ہے۔

انہوں نے کہا۔ لازماً جانا ہے۔

آپ اٹھے۔ حمد خدا بجالائے۔ محمد و آل محمد پر درود بھیجا۔ جانے نماز کو پلیٹا اور ان کے ساتھ چل پڑے۔

راستہ میں اسی گرجے قریب آئے غروب ہو رہا تھا۔ آگے آبادی دور تھا۔ باہمی مشورہ سے رات اسی گرجا میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ گرجا کا دق الباب کیا۔

راہب نے اوپر سے جھانک کے پوچھا۔ تمہارا مطلوب تمہیں مل گیا ہے۔

انہوں نے کہا ہاں۔ مطلوب تو مل گیا ہے لیکن ہم رات یہیں گزارنا چاہتے ہیں۔

راہب نے کہا۔ اگر رات یہیں گزارنا ہے تو جلدی سے اندر آ جاؤ۔

اور چھت پر چڑھ جاؤ۔ اس صحرائیں ایک آدم خورشیر فی اور ایک شیر رہتے ہیں جو انسانوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔ رات کی سیاہی پھیلنے سے بھی پہلے شکار کو نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

یہ لوگ جب اندر جانے لگے۔ تو جناب سعید نے اندر جانے سے انکار کر دیا۔

یہ لوگ سمجھے شاید جناب سعید بھاگنے کی راہ تلاش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا، تم مجھے ایسے بھاگنے تو دیں گے۔

جناب سعید نے فرمایا۔ میں بھاگنا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن ایک شرک کے مکان میں بھی نہیں آؤں گا۔ آپ لوگ مجھے یہیں باہر رہنے کی اجازت ہی دے دیں۔

انہوں نے کہا۔ کیا تو نہیں سن رہا کہ یہاں آدم خورشیر اور شیر فی انسانوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔

جناب سعید فرماتے ہیں۔

تم مجھے اس کے حوالہ کر دو۔ وہ جاتیں اور میں جانوں۔ کیا ضروری ہے کہ وہ ہر ایک کو اپنا شکار سمجھتے ہوں۔ ممکن ہے وہ مجھے شکار کرنے کی بجائے میری رکھوالی کریں۔ اور تم لوگوں کی نسبت اچھی حفاظت کریں۔ یہ کہنے لگے۔

کیا تو کوئی نبی ہے۔

جناب سعید نے کہا۔ میں نے کب کہا ہے کہ میں نبی ہوں میں صرف اللہ کا بندہ اور اس کے نبی کا ادنیٰ سامان بننے والا ہوں۔

انہوں نے کہا۔ اگر آپ ہمیں قسم دے دیں کہ میں نہ جھاگوں گا تو ہم آپ پر اعتبار کیے لیتے ہیں۔

جناب سید نے انہیں قسم دی وہ اندر چلے گئے۔ اور آپ مصلاتے عبادت بچھا کر مصروف عبادت ہو گئے۔

جب یہ لوگ اندر گئے تو پادری نے انہیں کہا۔ دیکھو تمہارا ساتھی مجھے کٹر مذہبی لگتا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہیں وہ آدم خوروں کا شکار نہ ہو جائے۔ اور تمہارا سفر رائیگاں جائے ایسا کرو۔ کمانیں سنبھال لو اور باری باری اس کی حفاظت کرو۔

یہ لوگ کمانیں سنبھال کر بیٹھ گئے۔ جب اندھیرا چھا گیا۔ تو شیر اور شیرنی بھی آ گئے

جب انہوں نے جناب سید کو دیکھا تو پہلے شیرنی آگے بڑھی اس نے اپنا منہ جناب سید کے قدموں میں رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس پلٹی۔ پھر شیر آگے بڑھا اس نے بھی اپنا منہ جناب سید کے قدموں پر رکھا اور کچھ دیر بعد وہ بھی واپس ہو گیا۔

اور کچھ فاصلہ پر جا کر دونوں ایک جناب سید کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھ گئے۔

راہب اور حجاج کے سپاہیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو مارے حیرت کے ان کی جان نکل گئی۔

جب صبح نمودار ہوئی تو انہوں نے دیکھا اور دونوں آدم خور ایک مرتبہ پھر آگے بڑھے۔ باری باری انہوں نے اپنا منہ جناب سید کے قدموں پر رکھا اور

صحرا میں چلے گئے۔

یہ لوگ نیچے اترے سب کے سب جناب سید کے قدموں پر گر پڑے رامب آگے بڑھا اور اس نے جناب سید سے دین کے بارے میں پوچھا آپ نے اسے مکہ بڑھایا وہ مسلمان ہو گیا۔

جناب سید سے دیگر احکام دین سیکھے۔ حجاج کے سپاہی جناب سید کے قدموں کی مٹی تیر کا اٹھانے لگے۔

وہاں سے روانہ ہوتے جب واسط میں پہنچے تو جناب سید نے ان سے فرمایا۔

دیکھو مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ ایسا کرو آج رات یہیں گزار لو۔ مجھے ایک رات کی مہلت دے دو۔ تاکہ میں اپنے کو سفر آخرت کے لیے تیار کر لوں۔ آج کی رات تم مجھے تنہا چھوڑ دو صبح جہاں جاؤ گے میں خود تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

بعض سپاہیوں نے کہا۔ دیکھو یہ تمہیں جلی دے جائے گا۔ اب اتنا زیادہ سفر نہیں ہے گھنٹہ بھر کا سفر ہے انعام ہمارے انتظار میں ہے۔ اسے چھوڑنے کی حماقت نہ کرو۔ ورنہ پہنچتاؤ گے۔

ایک سپاہی نے کہا۔ دیکھو اس جیسا شریف آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا اعتبار کر لو۔ اگر بھاگ بھی گیا تو جو انعام کوو گے میں تمہیں دے دوں گا اسے مہلت دے دو۔

بالآخر انہوں نے جناب سید کو اجازت دے دی۔ آپ نے تنہا صحرا میں بیرون شہر تمام رات عبادت میں گزاری۔ صبح ابھی وہ لوگ اٹھے نہیں تھے کہ



جناب سعید نے اُکردق الباب کیا۔ جب ان کی نظر آپ پر پڑی تو ب قدروں  
میں گر گئے اور کہنے لگے۔

اے عبد خدا! اللہ کے نام پر ہمیں معاف کر دینا۔ کاش ہم آپ کی  
تلاش میں نہ آتے۔ پھر یہ لوگ جناب سعید کو حجاج کے پاس لائے، متمسک نے  
آگے بڑھ کر حجاج کو مبارک باد دی۔

حجاج نے جناب سعید سے کہا۔ کیا تو شقی ابن کبیر ہے؟  
جناب سعید نے فرمایا۔ میری ماں میرے نام سے تیری نسبت  
زیادہ واقف تھی۔

حجاج نے کہا۔ تو خود بھی سیاہ بخت ہے اور تیری ماں تجھے جہنم  
دے کر تیرہ بخت بن گئی۔  
جناب سعید نے فرمایا۔ علم غیب تیرے علاوہ دوسرے جانتے

ہیں۔  
حجاج نے کہا۔ اب دنیا کے عوض میں تجھے دیکتی آگ میں  
بھیجوں گا۔

جناب سعید نے فرمایا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ کام تیرے ہاتھ میں  
ہے تو میں تجھے معبود مان لیتا۔

حجاج نے کہا۔ محمد کے متعلق کیا نظریہ ہے۔

جناب سعید نے فرمایا۔ وہ نبی رحمت تھے۔

حجاج نے کہا۔ علی کے متعلق کیا کہنا ہے جنت میں ہو گا

یا جہنم میں؟

جناح سعید نے فرمایا۔  
ہو کر انہیں تلاش کیا ہوتا۔

حجاج نے کہا۔  
جناح سعید نے فرمایا۔

حجاج نے کہا۔  
ہے۔

جناح سعید نے فرمایا۔  
کا زیادہ خیال رکھتا تھا۔  
حجاج نے کہا۔  
خیال رہتا تھا؛

جناح سعید نے فرمایا۔  
ظاہر و باطن سے واقف ہے۔  
حجاج نے کہا۔

جناح سعید نے فرمایا۔  
بنا ہوا اور آگ مٹی کو جلا ڈالتی ہے۔  
حجاج نے کہا۔

جناح سعید نے فرمایا۔  
بناتے۔

حجاج نے حکم دیا۔  
ڈھیر لگا اور جب ڈھیر لگا دیا گیا۔

کاش کہ میں نے جنت اور جہنم میں داخل

خلفائے متعلق تیرا کیا نظریہ ہے؛  
میں ان کا نگران نہیں رہا۔

ان میں سے مجھے کون زیادہ پسند

مجھے مری زیادہ پسند جو خوشنودی خدا

ان میں سے کسے خوشنودی خدا کا زیادہ

اس کا علم اللہ کو ہے جو ان کے

تو مسکرائے کیوں نہیں؟  
میں کیسے مسکرا سکتا ہوں جب کہ مٹی سے

ہم کیوں مسکراتے ہیں۔

تمام دل اللہ نے ایک جیسے نہیں

کہ ہیرے اور خواہرت کا سعید کے سامنے

تو جناب سعید نے فرمایا۔ اگر یہ سب کچھ تو نے اس لیے جمع کیا ہے  
کہ ان سے تو اپنی آخرت سنو اسے گا۔

تو بڑے سود مند ہیں۔ اور اگر ان کے جمع کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے تو پھر  
ان دن کے دھماکے کو یاد کر جس دن مال بچے کو بھی پھینک دے گی۔ دولت  
دینا میں سے وہی بہتر ہے جو پاکیزہ اور مذکی ہو۔

پھر حجاج نے آلات لہو و لعب اور ہزیم رقص و سرور کا حکم دیا۔  
جناب سعید کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے۔  
حجاج نے کہا۔

سعید کیسی موت پسند کرو گے۔

جناب سعید نے فرمایا۔ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے  
جیسی موت تجھے پسند ہو۔ تو جس طرح مجھے مارے گا قیامت میں اسی طرح اللہ  
تجھے مارے گا۔

حجاج نے کہا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے معاف  
کر دوں ؟

جناب سعید نے فرمایا۔ تیری معافی کی کیا قیمت ہے اگر معافی  
ماگتا ہو گی تو اللہ سے مانگوں گا۔  
حجاج نے کہا۔

اسے باہرے جاؤ اور قتل کر دو۔

جب جلاد لے جانے لگے تو جناب سعید سکاڑے جلا دے  
حجاج کو بتایا۔

حجاج نے پوچھا۔

اب کس لیے مسکرایا ہے؟

جناب سعید نے فرمایا۔

تیری اللہ پر جرات پہنچی آگئی۔

اسے یہیں میرے سامنے قتل کرو کھال

حجاج نے کہا۔

پچھائی گئی جناب سعید کو اس پر لٹایا گیا۔

جناب سعید قبلہ رخ تھے۔ آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَجْهَتُ وَجْهِي لِلدِّينِ فَطَرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

حجاج نے کہا۔ اس کا قبلہ سے منہ ہٹا دو۔ جب جناب کو قبلہ رخ

سے پھیر دیا گیا۔ تو آپ نے پھر اس آیت کی تلاوت کی۔

إِنَّمَا تَوَلَّوْا قُفُوًا وَجْهَ اللَّهِ۔

حجاج نے کہا۔ اسے اوندھے منہ لٹاؤ۔ جب اوندھے منہ لٹایا گیا۔ تو

جناب سعید نے یہ آیت تلاوت کی۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى۔

حجاج نے کہا۔ یہ شیعہ علی ہے۔ یونہی کچھ نہ کچھ بڑ خدا ہے

گا اب دیر نہ کرو فوراً راج کر دو جلانے تو ار علم کی اور جناب سعید نے پڑھا

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

پھر یہ دعا مانگی۔ اے میرے اللہ! میرے قتل کے بعد اسے کسی اور شیعہ

علی کے قتل پر موفق نہ کرنا۔ بعد از شہادت جناب سعید کا کٹا ہوا سر کافی

دیر کلمہ توحید پڑھتا رہا۔ شہادت جناب سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن

زندہ رہا پھر دراصل جہنم ہو گیا۔

## شہادت جناب قنبر :-

ارشاد شیخ مفید کے مطابق ایک دن حجاج کو کوئی شیعوہ علی قتل کے لیے نزل سکا۔ یہ بڑا پریشان ہوا اور کہنے لگا۔

کیا شیعوہ ختم ہو گئے ہیں یا روپوش ہو گئے ہیں۔ اب تو قتل کرنے کو ایک بھی شیعوہ نہیں ملتا۔

درباروں میں سے ایک بد نصیب نے کہا۔ اگر کوئی تلاش کرنے والا ہو تو ایک ایسا شیعوہ علی موجود ہے جس کے مقابلہ میں آج کا ہر شیعوہ بیچ ہے۔

حجاج نے پوچھا۔ وہ کون ہے ؟

اس ظالم نے کہا۔ حضرت علی کا غلام قنبر۔

حجاج نے کہا۔ تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ وہ کہاں سے ملے گا

اس نے نشانہ ہی کی۔ حجاج نے اسی وقت چند سپاہی بھیجے وہ جناب

قنبر کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس لے آئے۔

حجاج نے پوچھا۔ کیا تو قنبر ہے ؟

جناب قنبر نے فرمایا۔ میں ہی قنبر ہوں۔

حجاج نے کہا۔ کیا تو بنی ہمدان سے ہے ؟

جناب قنبر نے فرمایا۔ ہاں میں بنی ہمدان سے ہوں۔

حجاج نے کہا۔ کیا تو علی ابن ابی طالب کا غلام تھا۔

جناب قنبر نے فرمایا۔ میرا مولیٰ تو اللہ ہے البتہ علی ابن ابی طالب میرے

ولی نعمت تھے اور میں۔

ججاج نے کہا۔ علیؑ کے مسک سے اعلان برادرت کر  
 جناب قبر نے فرمایا۔ یہ معمولی بات ہے بشرطیکہ تو مجھے مسک علیؑ سے کسی  
 اچھے مسک کی راہنمائی کا وعدہ کرے۔  
 ججاج نے کہا۔ میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں بتا کیسی موت پسند کرے گا؟  
 جناب قبر نے فرمایا۔ یہ باپ مجھ سے نہ پوچھا اپنے سے پوچھ لے جیسی  
 موت تجھے خود پسند ہو کیونکہ قیامت کے دن مجھے دیے قتل کروں گا جسے تو آج  
 مجھے قتل کرے گا۔ دیے مجھے میرا آقا پہلے بتا چکا ہے تو مجھے اپنی طرف سے  
 انتہائی اذیت ناک طرح سے ذبح کرے گا۔  
 ججاج نے جناب قبر کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔



## جناب کسبل ابن زبیر دخی کی شہادت

جناب کسبل ایک معروف شیخ علی تھے۔ حجاج کو جب پتہ چلا کہ کسبل بھی شیعیان علی سے ہے تو اس نے جناب کسبل کی گرفتاری کے احکام بھیجے۔ ارشاد شیخ مفید کے مطابق جب جناب کسبل کو علم ہوا کہ میری گرفتاری کے احکام صادر ہو چکے ہیں تو اپنی قوم بنی نضج نے انہیں روپوش کر دیا۔

جب حجاج تلاش میں ناکام ہوا تو اس نے بنی نضج کے وہ تمام وظائف بند کر دیئے جو انہیں حکومت کی طرف سے ملتے تھے۔ جناب کسبل کو جب علم ہوا کہ میری وجہ سے حجاج نے بنی نضج کی تمام مراعات ختم کر دی ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کے معزز افراد سے مشورہ کیا۔ اور انہیں کہا۔

دیکھو میں اس وقت زندگی کی آخری حدود پر ہوں۔ میرا آخرت کی طرف قدم کسی وقت بھی اٹھو سکتا ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں اشرار الناس کے ہاتھوں محبت علی میں شہید ہو جاؤں۔ آپ لوگ نہ میرے لیے پریشان ہوں اور نہ میری وجہ سے ازائنشوں اور مصائب میں مبتلا ہوں۔ میں اپنے کو حجاج کے

پیش کیے دیتا ہوں۔

مغزین قوم نے ایسا نہ کرنے کی کافی منت و سماجت کی۔ لیکن جناب کیل نے فرمایا۔ اگر منت ہی کرنا ہے تو پھر میں آپ لوگوں کی منت کرتا ہوں کہ آپ مجھے مقام شہادت سے محروم نہ کریں۔ اس پر تمام افراد خاموش ہو گئے۔ جناب کیل نے اپنے آپ کو حجاج کے پیش کر دیا۔ جب حجاج نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ کافی عرصہ سے اس کوشش میں تھا کہ میرا ہاتھ تجھ تک پہنچ جاتے۔

جناب کیل نے فرمایا زیادہ دانت نکالنے یا کچھ غلط کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے بہت زندگی گزار لی ہے۔ اب مجھے دل سے بھی زیادہ دن زندہ نہیں رہنا۔ میں اسی چیز کے لیے تیار ہو کے آیا ہوں جس کیلئے مجھے میری تلاش تھی۔ جو فیضہ کرنا ہے بے فکر ہو کر کرے۔ ہمارا آخری میدان تو میدانِ حشر ہے اور میرے قتل کے بعد حساب تجھے ہی دینا ہو گا۔ میں پہلے اس سے مطلع تھا۔ حجاج نے پوچھا۔ تو کس چیز سے مطلع تھا؟

جناب کیل نے فرمایا۔ اپنی موت سے۔

حجاج نے کہا۔ تجھے کیسے معلوم ہے۔

جناب کیل نے فرمایا۔ مجھے میرے آقا امیر المومنین علیؑ کے گئے تھے کہ مجھے تیرے ہاتھوں موت آئے گی۔

حجاج نے کہا۔ پھر تو اگر میں تجھے قتل کر دوں تو میں اس کا مجرم نہیں ہوں گا۔

جناب کیل نے فرمایا۔ یہ اس صورت میں ممکن تھا جب قضا و قدر



کاماک تو ہوتا۔

حجاج نے جلاو کو حکم دیا کہ اس شیعو علی کا سر قلم کر لے۔ جلاو نے تلوار علم اور جناب کیل پر وار کیا جس سے آپ کا سر جدا ہو گیا۔

اولاد زہرا دیواروں میں :-

تاریخ کا یہ پہلو کتنا دردناک ہے یہ ہر انسان اپنے ضمیر سے پوچھ سکتا ہے۔ منتخب کے مطابق جب منصور نے بغداد کی تعمیر شروع کی تو وہ اولاد علیؑ و زہراؑ کی تلاش میں رہتا تھا تا کہ ان سادات کو دیواروں میں چن دیا جائے۔ اس قسم کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے۔ اس ظلم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابو جعفر سفاح کے زمانہ سے جو تشدد شروع ہوا عباسی حکومت کے پورے زمانہ میں جو سادات صدیوں سے اوپر تک محیط ہے۔ اس دور میں سید مراد کا تلاش کرنا نہ صرف مشکل تھا بلکہ ناممکن تھا۔ سادات مردوں اور بچوں کو یا شہید کیا گیا اور یا دیواروں میں چن دیا گیا۔ ہر گھر میں صرف دختران علیؑ و زہراؑ رہ گئیں۔ بطور نمونہ صرف ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔

عمیر بن اخبار رضا کے مطابق ایک دن منصور کو اولاد امام حسنؑ سے ایک سات آٹھ سال کا بچہ ملی گیا۔ اس بچے نے سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے منصور نے معمار کو بلا کر یہ کہیں سید زادہ اس کے پرد کیا اور اسے کہا کہ اسے اس دیوار میں چن دینا جو آج بنانا ہے۔ ساتھ ہی گنجان بھی مقرر کر دیا تا کہ معمار کہیں حکم عدولی نہ کرے۔

معمار کا دل بتری سے دھڑکنے لگا جب شہزادہ کو دیوار میں کھڑا کیا اس کے

گردائشیں چننے لگا۔ دیوار بلند ہوئی گئی۔ اور یہ کمین ہنزادہ خاموشی سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ جب دیوار سر سے بلند ہوئی اور معمار اسے بند کرنے لگا۔ تو معمار کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے اور کہنے لگا ہنزادہ گھبراہٹ میں رات کو کسی وقت اگر تجھے نکال لوں گا۔

یہ زہرا زادہ خاموش ہو کے کھڑا ہر معمار نے دیوار سے ایک چھوٹا سا سوراخ چھوڑ دیا تاکہ ہو گا گذرتی رہے۔ جب رات چھا گئی۔ اور معمار اٹھا۔ چھپتا چھپاتا اس دیوار کے قریب آیا۔ ہنزادہ کو دیوار سے نکال کر کہا۔ ہنزادے! ایک تیر میرے ساتھ اپنے نانا سے میری شفاعت کا وعدہ کر دو اور دوسرے میرے چھوٹے چھوٹے بچے میں بغداد سے کہیں باہر چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ منظور کو پتہ چل جائے اور وہ مجھے قتل کر دے۔

ہنزادے نے کہا۔ معمار تو دونوں باتوں سے بے فکر رہے۔ میں نانا سے تیری شفاعت بھی کروں گا اور بغداد بھی چھوڑ دوں گا۔ پھر ہنزادے نے معمار سے کہا۔ ایسا کر میرے سر کے بال کاٹ لے۔

معمار نے کہا۔ وہ کس لیے ہنزادے نے کہا! میری ماں ابھی تک میرے انتظار میں ہوگی اور آج مجھے گھر جانے میں اتنی دیر ہو گئی ہے کہ اب تک اسے یقین ہو چکا ہو گا کہ میں نانا کی امت کے ہاتھوں قتل کیا جا چکا ہوں اسی لیے وہ مجھے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتی تھی۔ آج پتہ نہیں اس نے مجھے کیوں اجازت دے دی۔

میرے یہ بال لے جا کر میری ماں کو دے دینا اور میری طرف سے سلام عرض کر کے اسے میری خیریت سے آگاہ کر دینا۔